تراجم
علمائے اہل حدیث
بنارس

تالیف

محمد یونس مدنی

استاد جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

مراجعہ وتقدیم

مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

طابع وناشر

حافظ برادران، مالتی باغ، مدن پورہ، بنارس

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: تراجم علمائے اہل حدیث بنارس

تالیف: محمد یونس مدنی

مراجعہ وتقدیم: مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

سن اشاعت: جمادی الاولی ۱۴۳۷ھ = مارچ ۲۰۱۶ء

تعداد اشاعت:

صفحات: ۴۲۴

طابع وناشر: حافظ برادران، مالتی باغ، بنارس

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس

MAKTABA SALAFIAH, REORI TALAB, VARANASI

(۲) رحمان منزل، مالتی باغ، مدن پورہ، بنارس

RAHMAN MANZIL, MALTI BAGH, MADANPURA, VARANASI

+91-9670571776, +91-7275979042

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
ا	فہرست	۳
ب	پیش لفظ	۷
ج	مقدمہ	۱۳
د	تاثرات	۳۱
ھ	تقریظ	۳۷
☆	(الف)	☆
۱	مولانا ابومسعود خاں قمؔر	۴۰
۲	مولانا قاری احمد سعید	۵۵
☆	(ب)	☆
۳	مولانا بشیر الدین احمد	۶۰
☆	(ج)	☆
۴	ڈاکٹر جاوید اعظم	۶۲
۵	مولانا جلال الدین احمد	۷۱
☆	(ح)	☆
۶	مولانا حبیب اللہ	۷۶
۷	مولانا حکیم حیات اللہ	۸۴
۸	مولانا حمید الدین احمد	۸۸

۹	مولانا حیات محمد	۹۱
☆	(د)	☆
۱۰	مولانا حکیم دیدار احمد	۹۸
☆	(ر)	☆
۱۱	مولانا ریاض الدین	۱۰۳
☆	(س)	☆
۱۲	مولانا سعید الدین احمد	۱۰۶
☆	(ش)	☆
۱۳	مولانا شہید الدین احمد	۱۰۸
☆	(ع)	☆
۱۴	مولانا عبدالأحد	۱۱۲
۱۵	مولانا عبدالآخر	۱۱۷
۱۶	مولانا عبدالحکیم	۱۲۰
۱۷	مولانا عبدالحق محدث	۱۳۳
۱۸	مولانا عبدالحنان	۱۴۹
۱۹	مولانا عبدالحی	۱۵۳
۲۰	مولانا عبدالرحمٰن مئوی بنارسی	۱۵۷
۲۱	مولانا عبدالرحمٰن	۱۶۰
۲۲	مولانا عبدالعظیم	۱۶۲
۲۳	مولانا عبدالقدوس	۱۶۴
۲۴	مولانا عبدالقیوم صدیقی	۱۸۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵	مولانا عبدالقیوم وارثی	۱۸۴
۲۶	مولانا عبدالقیوم مکی	۱۸۷
۲۷	مولانا عبدالکبیر	۱۹۱
۲۸	مولانا عبدالکریم	۱۹۳
۲۹	مولانا حافظ عبداللہ	۱۹۴
۳۰	مولانا عبداللہ	۱۹۶
۳۱	مولانا عبداللہ طیب	۱۹۸
۳۲	مولانا عبداللطیف	۲۰۴
۳۳	مولانا عبدالمتین	۲۰۶
۳۴	مولانا عبدالمجید الحریری	۲۱۵
۳۵	مولانا حکیم عبدالمجید	۲۴۷
۳۶	مولانا عبدالمعید	۲۵۲
۳۷	مولانا عبدالوحید سلفی	۲۶۱
۳۸	مولانا عبدالوحید رحمانی	۲۷۸
۳۹	مولانا قاری عبدالوہاب	۲۹۹
۴۰	مولانا قاری عبیدالرحمٰن	۳۰۵
۴۱	مولانا علی احمد	۳۰۹
☆	(ک)	☆
۴۲	مولانا کبیرالدین احمد	۳۱۵
☆	(م)	☆
۴۳	مولانا مجیدالدین احمد	۳۱۷

۴۴	مولانا محمد ابوالقاسم سیف	۳۱۹
۴۵	مولانا حافظ محمد ابوالقاسم	۳۴۵
۴۶	مولانا محمد اسحاق	۳۴۹
۴۷	مولانا محمد الیاس	۳۵۰
۴۸	مولانا محمد بشیر	۳۵۵
۴۹	مولانا محمد حسین خاں	۳۵۶
۵۰	مولانا محمد زبیر	۳۵۷
۵۱	مولانا محمد زبیر مکی	۳۶۳
۵۲	مولانا محمد سخاوت حسین	۳۶۹
۵۳	مولانا محمد سعید محدث	۳۷۰
۵۴	مولانا محمد سعید	۳۸۶
۵۵	مولانا محمد صدیق	۳۹۱
۵۶	مولانا محمد منیر خاں	۳۹۲
۵۷	مولانا محمد یاسین	۴۰۱
۵۸	مولانا محمد یحییٰ	۴۰۵
☆	(ن)	☆
۵۹	مولانا نذیرالدین احمد	۴۱۱
۶۰	مولانا نصیرالدین احمد	۴۱۶
☆	فہرست علمائے اہل حدیث بنارس مع تاریخ ولادت وتاریخ وفات	۴۱۸
☆	مراجع وماخذ	۴۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس ہندوستان کی عظیم سلفی درس گاہ ہے، چاردانگ عالم میں اس کی شہرت ہے، یہاں کے طلبہ ہند اور بیرون ہند کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں، بعض فارغین، عربی مدارس کے علاوہ دینی وعصری یونیورسٹی میں تدریس وتصنیف کا فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں اور اکثر وبیشتر دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرم عمل ہیں، فالحمدللہ علی ذلک۔

۱۹۸۰ء میں جامعہ سلفیہ کے طلبہ کا ایک گروپ جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے لیے منتخب کیا گیا، جس میں ناچیز بھی شامل تھا، میں اپنے رفقاء درس کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا اور کلیۃ الدعوۃ وأصول الدین میں داخلہ لیا، آخری سال میں لیسانس کی ڈگری کے لیے مقالہ لکھنا وہاں کے نظام میں ضروری ہے، میں نے بہت غور وخوض کے بعد صحابی جلیل عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شاعر رسول ﷺ کو مقالہ کا موضوع بنایا، کامیابی کے بعد مجھے لیسانس کی ڈگری ملی۔

جب ہندوستان آیا اور جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے شعبۂ تدریس ودعوت سے منسلک ہوگیا تو دوبارہ لکھنے کا شوق پیدا ہوا، میں نے اپنے مربی ومشفق استاد محترم مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمہ اللہ سے علمائے اہلحدیث بنارس پر لکھنے کی خواہش ظاہر کی، مولانا نے نہ صرف یہ کہ خوشی کا اظہار کیا بلکہ حوصلہ افزائی فرمائی، اگر یوں کہا جائے کہ مولاناؒ کی زندگی میں اکثر وبیشتر کام نہ ہوا ہوتا تو شاید اس مرحلے کی تکمیل میرے لیے دشوار گذار ہوتی، بہرحال مولانا رحمہ اللہ سے مشورہ

کے بعد اللہ کی نصرت ومدد کے سہارے مواد کی فراہمی کا کام شروع کردیا جس کے لیے میں نے شب وروز محنت کی، علماء کے گھر جاتا، ان کے رشتہ داروں سے ان کے متعلق معلومات کرتا، رشتہ دار نہ ہوتے تو علاقہ کے کسی عالم کے ساتھ ان کے گھر جاتا، دریافت کرتا، ان کی تعلیم، خدمات، کارنامے، وفات وغیرہ مکمل تفصیل معلوم کرتا، اطمینان ہوجاتا تو اسے قلمبند کرلیتا۔

علماء کے حالات پڑھنے اور معلوم کرنے کے بعد اس بات کی بھی تلاش ہوتی کہ یہ خاندان کس علاقہ میں آباد تھا، اس خاندان کے لوگ موجود ہیں یا نہیں، ان کی تعلیم کن مدرسوں میں ہوئی، وہ مکاتب ومدارس کہاں ہیں؟ ان کا مسند درس کہاں لگتا تھا، ان کے شاگردوں کی تعداد کتنی ہے اور وہ کون کون ہیں؟ ان کی وفات وتدفین کہاں ہوئی؟

بعض علماء کرام کا ٹھکانہ، ان کے درس وتدریس کا مرکز معلوم کرنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، مثلاً مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمہ اللہ کا مہینوں کی تلاش بسیار کے بعد پتہ چلا کہ وہ بڑی پیری کے محلّہ باغ بریار سنگھ کے رہنے والے تھے اور چیت گنج کا خاندان جعفری مولانا جلال الدین ہاشمی جعفری اور ان کے بیشتر صاحبزادے مولانا محدث بنارسی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، خاندان جعفری تقسیم ہند کے بعد منتشر ہوگیا، کچھ دور کے لوگ موجود ہیں جنھوں نے بعد کے علماء کے بارے میں رہنمائی کی۔

علماء کرام کی سیرت نگاری میں بڑی دقت سے کام لیا گیا ہے، سال ولادت اور تاریخ وفات کے سلسلے میں بہت احتیاط برتا گیا ہے، بعض علماء کے تذکرہ میں پائے گئے کہ سال ولادت نہیں ہے تو کسی کا سال وفات نہیں ہے، جس طرح معلومات فراہم ہوئی لکھ دیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تراجم علمائے اہل حدیث بنارس کا سلسلہ سب سے پہلے جامعہ سلفیہ بنارس کے ماہنامہ میگزین ''محدث'' میں اگست ۱۹۹۴ء سے مولانا عبدالمتین رحمہ اللہ کے تذکرہ سے شروع ہوا۔اس وقت کے محدث کے مدیر مولانا عبدالوہاب حجازی حفظہ اللہ نے ایک نوٹ لکھا تھا، جو ذیل میں درج ہے:

''تراجم علمائے اہل حدیث بنارس کے متعلق کسی مستند اور جامع تحریر کی کمی بہت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی، اس کمی کا نئی نسل پر ایک خراب اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ بہت سی نادرۂ روزگار شخصیات کے احوال وکردار سے عبرت وموعظت کے سوتے خشک معلوم ہونے لگتے ہیں، بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ بنارس کے نوجوان باحمیت سلفی فاضل مولانا محمد یونس مدنی حفظہ اللہ نے اس موضوع پر لکھنے کا آغاز کردیا ہے اور بڑی کدوکاوش سے متعدد علماء افاضل کے مستند احوال قلمبند کررہے ہیں۔اس سلسلے کی پہلی کڑی مولانا عبدالمتین رحمہ اللہ کے احوال پر مشتمل ہے، جو قارئین کے سامنے ہے، امید ہے کہ جماعتی حلقوں میں اس سلسلہ کو پسند کیا جائے گا، نیز یہ بھی گزارش ہے کہ جن علماء کرام واحباب واخوان کو ان شخصیات سے متعلق کچھ مخصوص معلومات ہوں وہ ازراہ کرم تراجم نگار موصوف کو ضرور مطلع فرمائیں''۔

مولانا عبدالوہاب حجازی حفظہ اللہ کے اس نوٹ نے میری ہمت بندھائی اور میرے قلم مہمیز کو ایڑ لگایا، کام میں تیزی پیدا ہوئی، شخصیات پر لکھنے کا سلسلہ جاری رہا، دوران تحریر کئی علماء اس دارفانی سے دار بقاء کو سدھار گئے اور نئے علماء کے بارے میں بھی معلومات فراہم ہوتی رہیں، اس طرح کافی تاخیر ہوگئی اور کبھی مختلف مشاغل ومصروفیات کی وجہ سے اس کام کو بند کرنا پڑا، جس سے کتاب کو منظر عام پر لانے میں تاخیر ہوتی گئی، ادھر افراد جماعت اور احباب کا بار بار اصرار ہوتا رہا تا اینکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمل ہوگیا، وبنعمته تتم الصالحات۔

شبانہ روز کی محنت شاقہ اور جد وجہد کے بعد کتاب ''تراجم علمائے اہل حدیث بنارس'' کو پیش کرنے کی میں سعادت حاصل کررہا ہوں۔ میری یہ پہلی کوشش ہے، انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے، خامیاں اور غلطیاں ہوسکتی ہیں۔لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کچھ فروگذاشت پائیں تو علمی دیانت کے پیش نظر، ان کی نشاندہی فرمائیں، میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

تراجم علمائے اہل حدیث بنارس کے حالات قلمبند کرنے کے چند مقاصد ہیں:

پہلا مقصد یہ ہے کہ موجودہ دور کے علماء اور عوام اپنے مخلص اسلاف اور بزرگان دین کی قربانیوں سے آگاہ ہوں، انھوں نے کن پریشان کن حالات اور دشواریوں سے گزرتے ہوئے مردانہ وار مخالفین کا مقابلہ کیا، ان کے غلط پروپیگنڈوں کا دنداں شکن جواب دیا اور اسلام کی صحیح اور صاف ستھری تصویر موجود اور آنے والی نسلوں کے سامنے پیش کیا۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ آنے والی نسلیں ماضی کے آئینہ میں اپنے اسلاف اور علماء کرام کی تصویر دیکھ لیں اور ان کی زندگی کے نشیب وفراز سے اپنی زندگی کے لیے رہنما اصول اور خطوط متعین کرسکیں۔ اور اپنے اسلاف کے امتیازات وخصائص، فضائل ومناقب اور خوبیوں کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔

سیرت نگاری کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے تہذیب وتمدن کی نشو ونما اور ارتقاء وعروج کا اندازہ ہوتا ہے، انسانی معاشرہ، اس کے قلب ودماغ اور انسانی زندگی کی اصلاح وتربیت کا کام انجام پاتا ہے اور عبرت وموعظت کے واقعات سامنے آتے ہیں جو آنے والی نسلوں کے لیے سرمۂ بصیرت ہوتے ہیں: "لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے میں اپنے رب ذوالجلال والاکرام کا شکر گزار ہوں جس کی توفیق سے کتاب مکمل ہوئی، وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب.

میرے اس تحریری سفر میں جن بزرگوں کی رہنمائی اور تعاون رہا ہے ان میں سرفہرست استاذ الاساتذہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ اور رفیق محترم مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی سلفی حفظہ اللہ کے اسماء گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، جن کے شکریے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، جزاهم الله أحسن الجزاء.

مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس میرے مشفق استاد اور مربی تھے جن کے الطاف وعنایات سے اس قابل ہوا کہ چند سطور صفحۂ قرطاس پر بکھیر سکوں، میرا یہ علمی سفر ان کی شفقت ومہربانیوں کا مرہون منت ہے، نور الله مرقده وجعل الجنة مثواه.

رفیق محترم جناب مولانا محمد ابوالقاسم صاحب فاروقی سلفی حفظہ اللہ جو جامعہ سلفیہ کے فارغ التحصیل اور بنارس ہندو یونیورسٹی سے انگریزی میں بی اے، ایم اے ہیں، جامعہ رحمانیہ کے مقتدر استاد ہیں اور جامعہ سلفیہ سے نکلنے والے ماہنامہ میگزین ''محدث'' کے ایڈیٹر اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، میرے اس علمی سفر میں کاندھے سے کاندھا ملا کر ساتھ دیا، میری رہنمائی کی، بہترین مشورے سے نوازتے رہے، میری ہر تحریر پر نظر ثانی بھی فرماتے رہے۔ میری فرمائش پر آپ نے بنارس کا تاریخی اور ثقافتی تعارف بھی لکھنا قبول کیا، جو بطور مقدمہ کتاب کے آغاز میں ہے۔
میں اپنے رفیق محترم کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے مصروفیتوں اور بیماریوں کے باوجود اپنا قیمتی وقت صرف کیا، اللہ تعالی انھیں صحت وعافیت سے

رکھے، آمین۔

خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی پسندیدگی کا اظہار نہ صرف یہ کہ زبان سے کیا بلکہ تحریری شکل میں اپنے تاثرات سے نوازا، نور الله مرقده.

صاحب ذی وقار مولانا محمد اعظمی صاحب حفظہ اللہ سابق شیخ الجامعہ عالیہ عربیہ مئو کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنے قلمی تاثرات سے نوازتے ہوئے میری حوصلہ افزائی فرمائی، جزاه الله خير الجزاء.

اللہ رب العزت ناچیز کی اس ادنیٰ علمی کوشش کو قبول عام فرمائے اور اس کتاب کو میرے اور میرے والدین کے لیے اور جملہ اساتذہ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

محمد یونس مدنی
استاد جامعہ سلفیہ، بنارس
۱۶/۵/۲۰۱۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

شہر بنارس کا تاریخی، ثقافتی اور مذہبی تعارف

بنارس ہندوؤں کے سات متبرک اور مقدس مقامات میں سے ایک ہے، یہ ایک صنم کدہ ہے اور دانش کدہ بھی، یہ شہر فنون لطیفہ کا مرکز بھی ہے اور مختلف تہذیبوں اور مذاہب کا سنگم بھی ہے، یہاں کی گنگا جمنی تہذیب، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی مثال ہے۔ بنارس صنعت وتجارت کا ایک عظیم مرکز ہے اور مشرقی اتر پردیش کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے، سیاسی اعتبار سے بھی یہ شہر اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ قومی سیاسی پارٹیوں کے قائدین یہاں سے الکشن لڑنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

بنارس وادی گنگا کے وسط میں اور صوبہ اتر پردیش کے مشرق میں گنگا ندی کے کنارے ہلالی شکل میں آباد ہے، یہ اتر پردیش کا ایک گنجان اور گھنا شہر ہے، ماضی میں یہ شہر ''اسّی ندی'' اور ''ورونا ندی'' کے درمیان کل چار کلومیٹر میں بسا ہوا تھا، آج یہ ۱۱۲ کلومیٹر سے زیادہ رقبے میں پھیلا ہوا ہے، بنارس کی تنگ گلیاں اس کی خصوصیات میں سے ہیں، صبح بنارس کا تصور ہی بڑا رنگین ہے، صبح کے وقت سورج کی کرنیں گنگا کے پانی پر سنہری عکس ڈالتی ہیں تو یہ حسین منظر دیکھنے کے لیے پوری دنیا کے سیاح گھاٹوں کی سیڑھیوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ اردو شعرا اسے صبح بنارس سے تعبیر کرتے ہیں۔ غالب تو بنارس کو دیکھ کر اس قدر بے اختیار ہوئے کہ ''مثنوی چراغ دیر'' لکھ ڈالی۔ فارسی کے مشہور شاعر علی حزیں بنارس پر ایسے فدا ہوئے کہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ بنارس منفرد ثقافت کا حامل ہے، رات گئے تک چائے پان کی دکانیں آباد رہتی ہیں، شب کو چند گھنٹوں کے لیے اس کی ہنگامہ خیزیاں تھم جاتی ہیں، صبح صادق ہونے نہیں پاتی کہ پھر

چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔

بنارس ہندوؤں کا سب سے قدیم اور مقدس شہر ہے۔ گنگا ندی اپنے مخرج گنگوتری سے نکلتی ہے، اترا کھنڈ اور کانپور سے ہوتے ہوئے الہ آباد میں جمنا کو خود میں ضم کرتی ہے پھر بنارس پہنچتی ہے، الہ آباد سے گنگا کے تقدس کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور بنارس پہنچ کر اس قدر مقدس ہو جاتی ہے کہ یہاں چند ڈبکیاں سارے پاپوں کو دھل دیتی ہیں۔ ہندو بنارس کو شیو کی نگری کہتے ہیں، ان کے عقیدہ کے مطابق یہ شہر شیو جی کا سب سے پسندیدہ شہر ہے۔ بنارس مندروں کا شہر ہے، گنگا کے دوسرے کنارے سے یا راج گھاٹ پل سے دیکھیں گے تو اسّی سے راج گھاٹ تک گھاٹوں کے کنارے چھوٹے بڑے مندروں کا ایک لامتناہی سلسلہ چلا گیا ہے، اس کے علاوہ پورے شہر کی ہر گلی کوچہ میں، ہر سڑک کے کنارے یا بیچ میں کوئی نہ کوئی مندر موجود ہے۔ یہ شہر سادھوؤں، سنیاسیوں، جوگیوں اور بیراگیوں کا شہر ہے۔ پورے ہندوستان سے آئے ہوئے ہندو زائرین اور عقیدت مندوں کا یہاں جمگھٹا سا لگا رہتا ہے، جس سڑک پر آپ نکلیں گے گروہ در گروہ ننگے سر، ننگے پاؤں تیرتھ یاتری دکھلائی دیں گے۔ صبح وشام گھنٹوں کی تیز آوازیں، سنکھ کی صدائیں فضاؤں میں گونجتی نظر آئیں گی۔ گھاٹوں کے کنارے کہیں آرتی اتاری جا رہی ہے، کہیں رامائن کا پاٹھ ہو رہا ہے۔ صبح سویرے مرد وزن، لڑکے لڑکیاں ہاتھ میں لٹیا لیے مذہبی اشلوک کا جاپ کرتے، گنگا کے کنارے اسنان کے لیے رواں دواں نظر آتے ہیں۔ صبح بنارس کے حسن کا اس اسنان سے خاص تعلق ہے، کمبھ کے میلہ اور دیگر تہواروں کے موقع پر بنارس کا کچھ اور سماں ہوتا ہے، کھوے سے کھوا چھلتا ہے، راستے بند کر دیے جاتے ہیں، عوام کا گذرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

رقص وموسیقی ہندو مذہب کے عقائد کا اہم جزء ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں قدیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقص وموسیقی کی تربیت کا خاص انتظام ہے۔موسیقی میں بنارس گھرانہ کا پورے ہندوستان میں شہرہ ہے۔مہا شیوراتری کے موقع پر تلسی گھاٹ پر دھرپد میلہ لگتا ہے، جس میں دنیا جہان کے رقاص، موسیقار اور گلوکار جمع ہوتے ہیں،اسی طرح سے ۱۹۲۳ء سے سنکٹ موچن ہنومان مندر میں موسیقی میلہ لگتا ہے جو کئی دنوں تک جاری رہتا ہے، یہاں کے مشہور موسیقاروں میں اونکر ناتھ ٹھاکر، پنڈت روی شنکر، بسم اللہ خاں شہنائی وادک، گرجا دیوی، لال منی مسرا، چھنولال مسرا، کشن مہاراج کا نام سرفہرست ہے۔بنارس میں منائے جانے والے ہندوؤں کے مشہور مذہبی تہوار جن کی شہرت پورے ہندوستان میں ہے، وہ یہ ہیں: مہا شیوراتری، رام لیلا (رام نگر)، بھرت ملاپ، دسہرہ، دیپاولی، بڑھوا منگل، گنگا مہوتسو، چیتی میلہ، ہوری کجری۔

بنارس جینیوں (جین مذہب کے ماننے والے) کا بھی متبرک مقام ہے۔یہ شہر ان کے ساتویں، گیارہویں اور تیسویں بھگوان سپرشوناتھ، شرنیسا ناتھ اور پارشو ناتھ کی جائے پیدائش ہے، بھیلو پور میں شری پارشوناتھ کا دگمبر جین مندر ہے، جس کی زیارت کے لیے پورے ہندوستان سے جینی یہاں آتے ہیں۔

بدھ مذہب کے پیروکاروں کی تعداد پوری دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے، بنارس میں سارناتھ ان کا مرکزی مقدس مقام ہے، سارناتھ کو دشت غزالاں بھی کہتے ہیں، یہیں سے گوتم بدھ نے اپنے مذہب کی تبلیغ کا آغاز کیا تھا اور اپنے شاگردوں کو بدھ مذہب کے بنیادی اصول بتلائے تھے۔ان کی یادگار دھامک استوپ کی بنیاد ابھی بھی موجود ہے، وہ جگہ جہاں بدھ نے اپنے چیلوں کو تعلیم دی تھی، اس کا نام چوکھنڈی استوپ ہے۔بدھوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ بنارس پر حکومت کی تھی، امتداد زمانہ نے ان کے آثار کو راج گھاٹ اور سارناتھ تک محدود کر دیا۔بدھ کے پیروکاروں کو اس مقام سے بڑی عقیدت ہے، چین، جاپان، کوریا، تائیوان اور مشرقی ایشیا کے

دیگر ممالک کے لوگوں کا یہاں مجمع لگا رہتا ہے اور سال دو سال کے بعد ان کا زبردست اجتماع ہوتا ہے۔

بنارس میں مسلمانوں نے چھ سو سال سے زائد عرصہ تک حکومت کی ہے۔ظاہر ہے ان کی ثقافت اور اسلام کا عکس بھی بنارس میں واضح طور سے موجود ہے۔یہاں تین سو سے زائد مساجد موجود ہیں، جن میں سے کئی مسجدیں مسلمان فاتحین کی شاہد ہیں۔ ان مسجدوں کے میناروں سے پنج وقتہ اذانیں فضا میں گونجتی ہیں، تو محسوس ہوتا ہے کہ وقت ٹھہر گیا ہے، فجر کی اذان میں مختلف سمتوں سے اللہ اکبر کی گونج پورے شہر کو بتلا دیتی ہے کہ رات ڈھل چکی ہے، سحر کی آمد ہے، کیا ہندو کیا مسلم کیا سکھ سب کے سب اذان کی آواز سے جاگتے ہیں۔

بنارس کے مسلمانوں کی اپنی الگ تہذیب ہے جو ہندوؤں سے بالکل الگ ہے، سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد ۱۶/فیصد ہے، لیکن حقیقت میں ان کی آبادی ۲۰/ فیصد سے زیادہ ہے۔جیمس پرنسپ (James Prinsep) کے مطابق ۲۹-۱۸۲۸ء میں بنارس میں مسجدوں کی تعداد ۳۳۳ تھی اور مسلمانوں کی مجموعی تعداد (۳۱۲۴۸) تھی اور ہندوؤں کی تعداد (۱۵۲۶۹۴) تھی، اس کے اندازے کے مطابق مسلمان آبادی کے پانچویں حصہ تھے، یہ خاص شہر کا اعداد و شمار تھا، مسلم نور باف کے محلے مضافات میں تھے جو آج خاص شہر میں شامل ہو چکے ہیں۔
(Benaras Illustrated: James Prinsep P.No. 13,14)

صنعت وحرفت کے اعتبار سے ہندو مسلمان تانے بانے کی طرح ایک دوسرے میں پیوست ہیں، لیکن ان کے محلے بالکل الگ ہیں۔بنارس میں بہت کم ایسے محلے ہیں جن میں ہندو مسلمان کی آبادی مخلوط ہو، دوسرے شہروں کی بہ نسبت یہاں کے مسلمان دین دار بھی ہیں اور خوش حال بھی، یقیناً یہ دین ہی کی برکت ہے، عصری تعلیم میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ پچھڑے ہوئے ہیں، لیکن دینی سرگرمیوں کا یہ عالم ہے کہ ڈیڑھ درجن سے زائد مدارس اور مکاتب ہیں، تقریباً ہر علاقہ میں لڑکیوں کی ابتدائی عصری ودینی تعلیم کا انتظام ہے۔ بڑے مدارس کے پاس شاندار، خوبصورت اور فلک بوس عمارتیں ہیں، جہاں پرائمری سے فراغت تک کی مکمل تعلیم ہوتی ہے، ہندوستان بھر سے طالبان علوم نبوت دینی تعلیم کے حصول کے لیے بنارس کا رخ کرتے ہیں۔ جماعت اہل حدیث بنارس کے لیے فخر کی بات ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا مرکزی ادارہ الجامعۃ السلفیۃ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ہے۔ اس ادارے کا پورے عالم اسلام میں عزت ووقار ہے۔ کاشی نگری کے ہندو مسلمان میں بڑی یکجہتی ہے، خارجی عناصر کئی بار یہاں ہندو مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنے کی کوشش کر چکے ہیں، لیکن انھیں مکمل کامیابی کبھی نہیں ملی۔

بنارس میں بارہ تیرہ چرچ بھی ہیں، بھوجویر میں عیسائیوں نے باقاعدہ کرائسٹ نگر کے نام سے ایک چھوٹا سا قصبہ بسا رکھا ہے۔ یہاں عیسائیوں کی تعداد بہت کم ہے، مگر ان کی تعلیمی اور مذہبی سرگرمیاں ان کے وجود کا احساس دلاتی رہتی ہیں۔

۱۵۰۷ عیسوی میں گرونانک بنارس آئے تھے اور یہاں قیام کیا تھا، اس لیے سکھ بھی اسے تقدس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کی یاد میں یہاں ایک گرودوارہ بھی موجود ہے، یہاں سکھوں کی اچھی خاصی آبادی ہے، وہ زیادہ تر کاروباری ہیں۔

بنارس کی شہرت مذہب کے علاوہ اس کی صنعت وتجارت کی وجہ سے بھی ہے۔ قدیم زمانے سے یہ شہر تجارت کا اہم مرکز ہے، یہاں کی بنائی ہوئی ریشمی ساڑیوں کی دھوم پوری دنیا میں ہے۔ ساڑی کی بنکاری زیادہ تر مسلمان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ قالین بافی (اس کا مرکز بھدوہی ہے جسے مایاوتی کے دور حکومت (۱۹۹۴ء) میں سنت

روی داس نگر کے نام سے مستقل ضلع بنا دیا گیا ہے)، لکڑی کے کھلونے، کانچ کی چوڑیاں، پیتل تانبے کے برتنوں پر نقاشی کا کام بھی ہوتا ہے، مغربی بہار اور مشرقی یوپی کا سب سے بڑا تجارتی مرکز بنارس ہی ہے۔

بنارس سیاحوں کی جنت ہے۔ ہر گلی، گھاٹ اور سڑکوں پر ان کے قافلے چوبیس گھنٹے نظر آتے ہیں۔ کیمرے لیے مندروں، مسجدوں، مدارس اور گھاٹوں کی تصاویر بناتے رہتے ہیں، بہت سے غیر ملکی یہاں سکون اور روحانیت کی تلاش میں آتے ہیں اور یہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔

یہ علم ودانش کا شہر ہے، یہ پہلا شہر ہے جہاں بیک وقت تین یونیورسٹیاں بنارس ہندو یونیورسٹی، کاشی ودیا پیٹھ اور سنسکرت یونیورسٹی علم وحکمت کے خزانے لٹا رہی ہیں۔ بنارس ہندو یونیورسٹی کی شہرت بین الاقوامی ہے۔ یہ بنارس ہی ہے جس نے قدیم زبان سنسکرت کو محفوظ کر رکھا ہے ورنہ اب تک یہ زبان تاریخ کا حصہ بن گئی ہوتی۔ ہندی واردو ادب کا یہ محفوظ آشیانہ ہے۔ یہاں کے مسلمانوں میں موزونی طبع فطری ہے، اس لیے شعرا اور ادبا کی بڑی تعداد ہمیشہ یہاں مشاقگی زبان وادب میں مصروف رہی ہے۔ مرزا فائز، غنی بنارسی، آغا حشر کشمیری، منشی پریم چند، نذیر بنارسی، مسلم الحریری، علیم مسرور، جوہر صدیقی، شوکت مجید، شاد عباسی وغیرہم یہاں کے مشہور شعراء ہیں۔ نذیر بنارسی کی قومی شاعری تو ہندی واردو دونوں حلقوں میں مقبول ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر علی حزیں اصفہانی کو بنارس اس قدر بھایا کہ یہیں رزق خاک ہوئے۔ ہندی میں بھارتیندو ہرش چندر، جے شنکر پرشاد، آچاریہ شکلا اور تیغ علی جیسے قدر آور ادبا کو کاشی کی دھرتی نے جنم دیا۔

یہ شہر بھگتی تحریک کا بھی مرکز ہے۔ کبیر داس یہیں پیدا ہوئے اور بھگتی کے ترانے گائے اور یہیں فوت ہوئے۔ تلسی داس نے رام چرتر مانس بنارس ہی میں بیٹھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلکھا، دلتوں کے پیشواروی داس کا جنم بھی یہیں ہوا۔ بنارس کو جدید اور ماڈرن بنانے کا جوجنون سیاسی پارٹیوں میں پیدا ہوا ہے خدشہ ہے کہ اس کے کلاسیکل انداز کو مسخ نہ کردے۔

بنارس کا قدیم نام اور وجہ تسمیہ کا جہاں تک تعلق ہے، مورخین نے مذہبی کتابوں، داستانوں اور روایات کو کھنگال کر مختلف اور متعدد ناموں کا ذکر کیا ہے، مثلاً کاسی، کاشی، ادی مکتا، آنند بھون اور رودراسیا وغیرہ مگر حقیقت میں اس کے تین نام کاشی، بنارس اور وارانسی مروج ہوئے۔ کاشی سنسکرت زبان کے مصدر کاش سے نکلا ہے جس کے معنی روشنی کے ہوتے ہیں، چونکہ یہاں ہر طرف علم کی روشنی ہے، اس لیے کاشی اس کا نام پڑ گیا۔ بنارس برنا اوراسّی سے مل کر بنا ہے اور یہی نام وارانسی کی شکل میں آج رائج ہے۔ عہد عالم گیر میں اس کا نام محمد پور رکھا گیا۔ صرف سرکاری کاغذات کے علاوہ اس نام کا چلن عام نہیں ہوسکا۔ کچھ عرصہ کے بعد لوگ یہ بھی بھول گئے کہ اس کا نام کبھی محمد پور تھا۔

بنارس کی قدامت کے بارے میں ابھی تک کوئی ایسی تحقیق سامنے نہیں آئی ہے جس سے یہ سراغ لگایا جاسکے کہ یہ شہر کس دور میں آباد ہوا۔ ہندو مورخین تو اس کا رشتہ سیلاب نوح کے قبل سے جوڑتے ہیں، بنارس پر بدھوں کے تسلط سے پہلے کا پورا زمانہ ظلمت کے پردے میں ہے، اس کی تاریخ سے متعلق جو بھی باتیں ملتی ہیں وہ دیومالائی داستانوں پر مشتمل ہیں، جن مذہبی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے ان کی ترتیب کے زمانے بھی مشکوک ہیں، نیز یہ کتابیں مسخ وتصحیف کے مراحل سے گذر چکی ہیں، اس لیے ان کی بنیاد پر تاریخ سازی کی حیثیت ایک فسانے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آریوں نے پنجاب سے جب قدم باہر نکالا اور شمال کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کردیا تو انھوں نے جن شہروں پر اپنا تسلط جمایا

ان میں سے ایک بنارس بھی تھا یعنی اس وقت مقامی لوگوں کی آبادی تھی، جن میں سے کچھ تو دوسرے علاقوں میں فرار ہوگئے ہوں گے اور باقی کو آریوں نے اپنا غلام بنالیا۔ آریہ بت پرست تھے اور بت پرستی کے تمام عقائد اپنے ساتھ لائے تھے۔ مختلف مورخین نے لکھا ہے کہ ان میں شیواور ناگ کی پوجا عام تھی۔ انھوں نے ذات پات کے نظریہ کی ترویج کی، انسانوں کو برہمن، چھتری، ویشیہ اور شودر چار طبقوں میں تقسیم کیا۔

پانچویں صدی قبل مسیح میں گوتم بدھ نے جنم لیا۔ انھوں نے اپنی تبلیغ کا پہلا مرکز سارناتھ کو بنایا۔ ذات پات کو ختم کرنے اور لوگوں کو بت پرستی سے نکالنے کی ان کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ آہستہ آہستہ برہمنیت زوال پذیر ہوتی گئی اور اس کی جگہ بدھ مت نے لے لی۔ قنوج اور اجمیر کو چھوڑ کر پورے ہندوستان میں بدھ مت کا بول بالا ہوگیا۔ برہمن اور اچھوت ایک ساتھ کھڑے کیے گئے۔ بنارس مگدھ کے زیر نگیں ہوگیا۔ بنارس کے تمام منادر اور متبرک مقامات مسمار کردیے گئے۔ شیش ناگ خاندان کا پانچواں راجہ بمبار تھا، اس کے زمانہ میں تھوڑی سی تعداد سناتن دھرمیوں کی باقی بچی تھی۔

اشوک کے زمانہ میں بودھ مذہب کو بڑا عروج حاصل ہوا، اس نے پتھر کے ستونوں پر بودھ مذہب کے احکام کندہ کرائے جو آج تک موجود ہیں۔ اشوک کے بعد بودھ سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی، بدھ مذہب کی اصل صورت مسخ ہوگئی، مختلف فرقے پیدا ہوگئے، جن کے عقائد اور طریقۂ عبادت الگ الگ تھے۔

مشہور چینی سیاح ہوان شانک ۶۳۵ء میں ہندوستان آیا تو بنارس بھی آیا، اس نے ہر چیز کو بہت قریب سے دیکھا، اس نے بتلایا کہ بنارس لمبائی میں پانچ کلومیٹر اور چوڑائی میں پونے دو کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے، اس نے ہر جگہ بدھ کی مورتیاں دیکھیں، اس وقت بنارس میں بدھوں کے تیس مندر تھے، اور بنارس کا راجہ سلادت دوم تھا، اس وقت ہندوؤں کے پرانے دھرم گرو بھی اپنے پرانے چولے کو خیر آباد کہہ چکے تھے۔ یہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ وقت تھا جب جزیرہ نما عرب میں اسلام نے تاریخ کا سب سے بڑا انقلاب برپا کردیا تھا اوراس کی شعاعیں پورے ایشیا وافریقہ کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے بے قرار تھیں۔

محمد بن قاسم نے ۷۱۱ عیسوی میں سندھ اور ملتان کو فتح کرلیا۔ سیاسی وجوہات کی وجہ سے وہ خواہش کے باوجود شمال میں آگے نہ بڑھ سکا اور مسلمانوں کی سلطنت سندھ اور ملتان ہی تک محدود رہ گئی۔

آٹھویں اور نویں صدی ہندوؤں کے لیے نیک فال ثابت ہوئی، بودھ مذہب زوال پذیر تھا اور بدھوں کی عظیم الشان سلطنت بکھراؤ کا شکار ہوچکی تھی۔ ان حالات میں مالابار میں ۹۰۰ء کے آس پاس پنڈت شنکرا چاریہ پیدا ہوا، وہ مالابار میں اسلامی ثقافت اور مذہب کا گہرائی سے مشاہدہ کرچکا تھا، اس نے قدیم برہمنی کتاب منوسمرتی کے قوانین اور اسلامی عقائد کے امتزاج سے ایک ایسا لچکدار مذہب تشکیل دیا جو ہندوؤں اور بودھوں کے لیے قابل قبول ہوا اور یہیں سے پرانوں کی تصنیف کا دور شروع ہوا جو اسلامی عہد تک جاری رہا۔ اس کے بعد بدھ مت کو ختم کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں، ان کے وہاروں اور مندروں کو تباہ کردیا گیا، زیادہ تر بودھ ہندو مذہب میں ضم ہوگئے۔

بنارس مستقل طور سے مسلم سلطنت کا حصہ اس وقت بنا جب ۱۱۹۴ء میں شہاب الدین غوری نے راجہ جے چند کو شکست دی اور بنارس پر حملہ کیا، جب قطب الدین ایبک دہلی کے تخت پر بیٹھے تو انھوں نے محمد باقر کو بنارس کا صوبہ دار بنایا، لیکن جہاں تک بنارس میں مسلمانوں کے آباد ہونے کا تعلق ہے اس کا سلسلہ دسویں صدی عیسوی ہی میں شروع ہوگیا تھا، غزنوی کا مشہور جرنیل احمد نیا لتگین لاہور سے روانہ ہوکر بنارس اور سرحد بہار تک تمام راجاؤں سے اقرار لیتا ہوا گیا، اس زمانہ میں سپہ سالار

مسعود غازی کے نامور رفیق کار ملک فیصل بنارس کے نواح میں تبلیغی کام میں مصروف تھے۔ آج بھی ملک فیصل اور ان کے رفقا محلّہ علیہ پورہ کے ایک گوشہ میں شہر خموشاں آباد کیے ہوئے ہیں۔ احمد نیالتگین کے حملہ کے بعد کاشی نریش راجہ چندر دیو راٹھور نے قنوج کو فتح کرلیا، اس کا پوتا گوبند چندراٹھور (مدت حکومت ۴۹۸ھ = ۱۱۰۴ء تا ۵۵۰ھ = ۱۱۵۶ء) نے شاہان غزنوی کی اطاعت سے منحرف ہوکر خودمختاری کا اعلان کردیا، اسی راجا کے صوبیدار دلیل خاں نے شہر بنارس میں محلّہ گوبند پورہ کلاں آباد کیا، جو آج بھی موجود ہے اور اس کے لڑکے حسن خاں نے اپنے نام سے حسن پورہ آباد کیا۔ مذکورہ بیان مرقع بنارس کے مصنف نبی احمد سندیلوی کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنارس میں مسلمان دسویں صدی سے آباد ہوگئے، ان کی آبادی شمال میں راج گھاٹ سے سکرورا اسٹیشن تک چلی گئی تھی۔

یہ بنارس کی بدقسمتی تھی کہ قطب الدین ایبک سے جلال الدین محمد اکبر تک اسے کبھی سیاسی استقرار حاصل نہیں ہوا۔ کبھی وہ بدر کامل بن کر افق پر نمودار ہوا تو کبھی اماوس کی راتیں چادر بن کر اسے ڈھانپ لیتیں۔ کبھی وہ محض ایک قصبہ بن جاتا کبھی ہنگامہ خیز شہر میں تبدیل ہوجاتا تھا۔ سلطان شمس الدین التمش سریر آرائے سلطنت ہوئے، تو بنارس کو مرکزی شہر میں تبدیل کردیا۔ فیروز شاہ تغلق جب تخت نشین ہوا تو اپنے چچازاد بھائی غیاث الدین تغلق جو جونا خاں کے نام سے معروف تھا، اس کی یاد میں ۵۷۲ھ = ۱۱۷۶ء میں گومتی کے کنارے جون پور آباد کیا اور اسے علماء وفضلا کا اس طرح مرکز بنادیا کہ وہ شیراز ہند کہلایا، جون پور اور بنارس میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے، دونوں گھر آنگن ہیں، جون پور کی قربت کی وجہ سے بنارس کی علمی فضا بھی جگمگا اٹھی، مگر بنارس کی سیاسی حیثیت فروتر ہوگئی، صوبہ کا مرکز بنارس کے بجائے جون پور ہوگیا۔ خواجہ جہاں (ملک سرور) نے مرکزی حکومت سے بغاوت کی اور شاہان شرقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بنیاد ڈالی، بنارس اب دہلی کے بجائے جون پور کے ماتحت ہوگیا، شاہان شرقیہ کے آخری فرماں روا سلطان حسین کے عہد میں سید غلام امین بنارس کے ناظم ہوئے اور بنارس پھر ایک بار مرکزی شہر بن گیا، ان کی یادگار محلّہ امیا منڈی ہے جو کسی زمانے میں مینا منڈی کے نام سے مشہور تھا، سکندر لودی نے سلطان حسین کو شکست دے کر بنارس اور جون پور پر قبضہ کرلیا اور اپنے لڑکے جلال خاں کو جون پور اور بنارس کا بادشاہ بنا کر دلی واپس چلا گیا۔

۱۵۲۶ء میں بابر نے ابراہیم لودی کو شکست دے کر دہلی اور اودھ میں سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی، اس موقع پر پٹھانوں نے دریا خاں کو سلطان محمود کا خطاب دے کر جون پور کے تخت پر بٹھا دیا، اس نے بنارس پر بھی قبضہ کرلیا، لیکن ہمایوں نے دوبارہ پٹھانوں کو شکست دے کر بنارس وجون پور کو مغلیہ سلطنت کا حصہ بنالیا، ہمایوں کے جانے کے بعد پٹھانوں نے دوبارہ بنارس پر قبضہ کرلیا، ۱۵۲۹ء میں بابر باغی پٹھانوں کو شکست دیتا ہوا بہار تک پہنچ گیا، اس نے عبدالعلی خاں کو بنارس کا گورنر مقرر کیا، اس کی واپسی کے بعد اہل بنارس نے پٹھانوں کے اشارے پر عبدالعلی خاں کو قتل کردیا، جون پور اور بنارس پر پھر پٹھان قابض ہوگئے، بنارس کی نظامت شیر خاں کے قبضہ میں آئی، جو شیر شاہ سوری کے نام سے مشہور ہوا اور ہمایوں کو ایسی شکست دی کہ اس کی موت کے بعد ہی ہمایوں ہندوستان میں اپنے پیر جما سکا۔

اکبر کی تخت نشینی کے ابتدائی دور میں بار بار بنارس میں شورشیں ہوتی رہیں، ۱۵۷۴ء میں اکبر نے بنارس، جون پور اور چنار کی حکومت براہ راست اپنے پاس رکھی، میرزا میرک اور شیخ ابراہیم بطور نائب کام کرتے رہے، ۱۵۸۹ء میں عبدالرحیم خان خاناں صوبیدار مقرر ہوئے، تو بنارس کے دن لوٹ آئے، ان کی علم دوستی سے بنارس بھی فیض یاب ہوا۔

اکبری عہد ہندو مذہب کے لیے فال نیک ثابت ہوا، وہ مذہب جو بدھوں کے عروج میں ختم ہو چکا تھا، منو کے وضع کردہ قوانین کرم خوردہ ہو چکے تھے، ذات پات پر مشتمل سماج پارہ پارہ ہو چکا تھا، سوامی شنکر آچاریہ نے مذہب کی جدید تشکیل کی، اس میں لچک پیدا کی، دیومالائی داستانوں کو زندہ کیا، ایک نئے طبقاتی نظام کو جنم دیا، وہ برہمن جن کا کام دینی رہنمائی تھا۔ علائق دنیا سے الگ تھلگ عبادت وریاضت میں مصروف برہمن اقتدار کے حرص وآز میں مبتلا ہوگیا، دان پن پر گذارا کرنے والا برہمن سیاست کی ماہرانہ اور عیارانہ چالوں کو اپنی کامیابی سمجھنے لگا۔ مسرا، پانڈے وغیرہ برادری کی نسبت کو چھوڑ کر اپنے نام کے ساتھ سنگھ لگانے لگا۔ نئی نئی ذاتیں وجود میں آگئیں اور اکبری عہد میں ان کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔

اکبر کی سیاسی پالیسی، وسیع المشر بی اور دین الٰہی کی ایجاد نے بنارس کو ہندوؤں کا مرکزی مقدس شہر بنا دیا۔ بادشاہ نے راجہ مان سنگھ اور ہندوستان بھر کے ہندو راجاؤں کو بنارس میں مندر بنانے کی کھلی چھوٹ دے دی۔ مان سنگھ نے وشوناتھ مندر کو از سر نو بنوایا اور شہر بنارس میں مندروں کا جال بچھ گیا۔ اکبری عہد سے گویا بنارس کے ہندو مذہبی تقدس کو عروج حاصل ہوا، لیکن مغلیہ حکومت کی عملداری برقرار رہی۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد سلطنت مغلیہ میں کوئی اولوالعزم حکمراں نہیں ہوا، باہمی اختلاف اور انتشار نے خاندان مغلیہ کی عظیم وراثت کو ٹکڑوں میں تبدیل کردیا۔ میر رستم علی، جس نے سعادت خاں سے بنارس، غازی پور اور جون پور کا شکمی ٹھیکہ رعایت کے ساتھ حاصل کیا تھا، گنگا پور کے ایک باہمت برہمن منسارام کو سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا، منسارام اور اس کے بیٹے بلونت سنگھ نے اپنی دوراندیشی، ہمت ودلیری اور ذہانت کی بدولت بنارس کو ایک ہندو ریاست میں تبدیل کردیا، اگرچہ رسمی طور پر یہ ریاست اودھ کے ماتحت تھی، ۱۷۷۰ء میں بلونت سنگھ کے بعد راجہ چیت سنگھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنارس کا تخت نشین ہوا۔ ۱۷۷۵ء میں نواب آصف الدولہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے ایک معاہدہ کیا، جس کے نتیجے میں جون پور، بنارس اور غازی پور کی ریاستیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط میں آگئیں اور انگریزوں کی طرف سے راجہ چیت سنگھ کو ان اضلاع کی زمین داری مل گئی۔ ۱۷۸۱ء میں انگریزوں نے راجہ چیت سنگھ سے ریاست ضبط کر لی اور اس کے نواسے مہنت نرائن سنگھ کو رام نگر کا راجہ بنا دیا۔ بنارس انگریزوں کی عملداری میں شامل ہو گیا، شہر کے پہلے ناظم اعلی ابراہیم خاں مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں جب کہ پورا شمالی ہند جل رہا تھا بنارس میں مجموعی طور پر امن وسکون رہا۔ ۱۸۰۹ء میں گیان واپی مسجد کو لے کر ملک کا پہلا فرقہ وارانہ فساد ہوا جسے جلد ہی فرو کر لیا گیا۔ اکبری عہد سے مندروں اور گھاٹوں کی تعمیر کا جو سلسلہ شروع ہوا انگریزوں کے دور میں اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اسے خوب فروغ ملا۔ مراٹھوں اور راجپوتوں نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ دوسری طرف مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ انھیں اپنی وراثت کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

دسویں صدی عیسوی سے بنارس میں مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی، کفر وشرک کا یہ ظلمت کدہ دعوت وتبلیغ کے لیے بہترین مقام تھا، دور دراز ممالک سے آنے والے لوگوں میں مبلغین اور دعاۃ کی ایک بڑی تعداد تھی، جن کے نام اور کارنامے اگرچہ وقت اور زمانے کے دھندلکوں میں کھو چکے ہیں، مگر ان کے آثار، اثرات، قدیم اور تاریخی مساجد اور مسلم معاشرے میں اسلام کی جڑیں ہمیں ان کی داستان سنا رہی ہیں۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک مسلمانوں نے تاریخ نویسی اور تذکرہ نگاری میں حیرت انگیز ترقی کر لی تھی۔ علوم حدیث نے اس فن کو فروغ دینے میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ محدثین نے دو لاکھ سے زائد افراد کے حالات زندگی کا پورا ریکارڈ محفوظ کر دیا مگر افسوس کہ اس کا فیضان ہندوستان کے کچھ علاقوں تک محدود رہا۔ بنارس

اور اس کے نواح میں تذکرہ نگاری کی کوئی کرن نہ پہنچ سکی، اگر ہندوستان کے متاخرین علما میں سے کچھ لوگ اس کی طرف دھیان نہ دیتے تو بنارس کی دینی اور علمی تاریخ مکمل طور سے تاریکی میں ہوتی، تاہم علماء اور صوفیا نے دین کی اشاعت ضرور کی، متقدمین میں خواجہ مبارک اعظم (م ۸۶۹ھ = ۱۴۶۴ء)، مولانا موسی بنارسی (م ۸۶۹ھ = ۱۴۶۴ء)، شیخ الاسلام حضرت شیخ وجیہ الدین المعروف بہ حاجی بندگی، مولانا شاہ طیب فاروقی بنارسی (م ۱۰۴۲ھ = ۱۶۳۲ء)، خواجہ مبارک محدث فاروقی بنارسی (م ۹۸۰ھ = ۱۵۷۲ء) وغیرہم کا ذکر خیر تذکروں اور سیر کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

بنارس میں مسلمانوں کی آمد سے تحریک شہیدین تک ان کی مذہبی حالت ہندوستان کے دیگر علاقوں سے مختلف نہیں تھی، وہ اسلام جو صرف کتاب وسنت پر مشتمل تھا صرف سندھ اور ملتان تک محدود رہ گیا۔ ہندوستان میں اسلام ترکوں، ایرانیوں، مغل اور افغانیوں کے ذریعہ چوتھی صدی ہجری کے بعد پہنچا، فاتحین تقلید اور تصوف کے سلاسل ساتھ لائے، صرف کتاب وسنت کے پیروی کرنے والے خال خال تھے، فقہی موشگافیوں اور طریقت کے سلسلوں نے اشاعت حدیث کی راہوں کو مسدود کر دیا، تقلید میں تشدد اس قدر تھا کہ حدیث کا نام لینا بھی گوارہ نہ تھا، بنارس بھی اس سے مستثنی نہیں تھا، یہاں بھی خانقاہیت، تصوف کے سلسلے، مزاروں پر عرس، قوالیاں، سماع، وجد، حال اور اس طرح کی نہ جانے کتنی خرافات اور بدعات دین کا حصہ بن چکی تھیں، پھر بھی ایسی شخصیتیں ضرور ملتی ہیں جنھوں نے علم حدیث کی اشاعت کی داغ بیل ڈالی، ان کی طبائع شرک وبدعات سے متنفر تھیں، انھوں نے باقاعدہ اسے ختم کرنے کی جدوجہد کی، انھیں میں ایک نام خواجہ مبارک محدث فاروقی بنارسی (م ۹۸۰ھ = ۱۵۷۲ء) کا ہے، آپ نے علامہ صغانی لاہوری (پ ۵۷۷ھ، م ۶۵۰ھ) کی مشہور زمانہ حدیث کی کتاب ''مشارق الانوار'' کی احادیث کو ''مشکوۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریف'' کی ترتیب پر از سرنو جمع کیا۔ واضح رہے کہ علامہ صغانی نے مشارق الانوار کو حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا تھا۔ اس کتاب کی دس سے زائد شروح لکھی جا چکی ہیں، حضرت مولانا محمد وارث رسول نما بنارسی (م ۱۱۶۶ھ=۱۷۵۲ء) زبردست عالم اور شریعت محمدیہ کے مطابق زندگی بھر عامل رہے، تیسرا نام مولانا رحمت اللہ دہلوی بنارسی کا ملتا ہے، آپ شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۲۳۹ھ=۱۸۲۳ء) کے ارشد تلامذہ میں تھے، حدیث پر گہری نگاہ تھی، آپ کی ذات سے بنارس میں علم حدیث کا چرچا عام ہوا، قال اللہ وقال الرسول سے فضا نغمہ بار ہوگئی، آپ کو محدث بنارسی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ منشی نبی احمد نے مرقع بنارس میں آپ کا تعارف تفصیل سے پیش کیا ہے، مگر پیدائش اور وفات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا، آپ کا دوسرا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ بنارس کی بہت سی مسجدیں ویران اور غیر آباد تھیں اور مسلسل ان کی بے حرمتی ہو رہی تھی، عوام وخواص میں ان کو آباد کرنے کی کسی کی جرأت نہ ہوسکی تھی، مولانا نے باقاعدہ مشن چلایا اور ان مسجدوں کو آباد کیا، ان میں موذن اور امام متعین کیا، خاص طور سے دھرہرہ مسجد، جامع مسجد گیان واپی، لاٹ کی مسجد اور راجہ دروازہ کی مسجدوں کو آباد کیا، گیان واپی مسجد میں تعزیہ بھی رکھا جاتا تھا، اس کے علاوہ مساجد میں بہت سی خرافات رائج تھیں، مولانا نے مسجدوں کو ان تمام شرک وبدعات سے پاک کیا۔

بنارس کی مذہبی حالت زار کا اندازہ لگانے کے لیے مولانا علی میاں ندوی کی کتاب سیرت سید احمد شہید سے ایک اقتباس نقل کردینا کافی ہوگا: ''اللہ رکھو نے عرض کیا کہ حضرت بیعت تو ہم سب نے کرلی مگر کئی باتیں ہمارے یہاں ہیں جب وہ دور ہوں، تب ہم لوگ پورے مسلمان ہوں'' آپ نے (سید احمد صاحب) فرمایا کہ ''وہ کیا باتیں ہیں'' کہا 'ایک تو ہم لوگ اپنے گھرانے میں بیاہ شادی نہیں کرتے، ہندوؤں کی

طرح عیب جانتے ہیں، دوسرے عورتیں پردہ نہیں کرتیں، تیسرے ہمارے شہر میں نوچندی جمعرات کا میلہ ہوتا ہے، تمام مرد، ہندو، مسلمان ہزاروں جمع ہوتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں، اس نوچندی میں لباس وپوشاک کا ایسا اہتمام ہوتا ہے کہ عیدین میں اس کا چوتھائی حصہ بھی نہیں ہوتا''۔ (سیرت سید احمد شہید ج ا ص ۲۹۸) غرضیکہ بنارس کے مسلمان شرک اور غیر اللہ کی عبادت میں کسی طرح ہندوؤں سے پیچھے نہیں تھے، توحید کی جو مشعل لے کر آئے تھے، اس کی روشنی کو برقرار نہ رکھ سکے، اس کے برعکس خود ہندو معاشرت میں اس طرح ضم ہوئے کہ من وتو کا فرق مٹ گیا۔

بالآخر رحمت الٰہی کو جوش آیا، شہیدین کے قافلے کا ۱۸۲۱ء میں بنارس سے گذر ہوا، بارش کی وجہ سے ایک ماہ بنارس میں قیام رہا، تبلیغ کا کام خوب ہوا، شرک وبدعات کی گھٹائیں چھٹنی شروع ہوگئیں، تعزیے اس قدر توڑے گئے کہ ان سے کھانا پکانے کے لیے ایندھن کا کام لیا گیا، اسی کے ساتھ بنارس میں دین کی نشأۃ ثانیہ شروع ہوئی، بنارس کو مولانا عبدالحق محدث بنارسی جیسا سلفی عالم ملا، جس نے کتاب وسنت کی درس گاہ قائم کی اور اہل حدیثوں کی ایک جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہوا، جعفری خاندان مکمل طور سے متبع سنت بن گیا اور شیخ عبدالحق کی ہجرت کے بعد سلفیت کی اشاعت کا علم اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ۱۸۸۲ء میں مولانا محمد سعید صاحب محدث بنارسی کی بنارس تشریف آوری نے اہل حدیثیت سے مکمل طور سے بنارس کے عوام کو روشناس کرایا، مناظروں کا بازار گرم ہوا، ہندوستان بھر کے اہل حدیث علما کی بنارس میں آمد شروع ہوگئی، بنارس کے شمال سے جنوب تک ہر محلّہ اہل حدیثوں سے پر رونق ہوگیا، بنارس میں سلفیت کے فروغ کا سہرا مولانا محمد سعید صاحب محدث بنارسی (م ۱۹۰۴ء)، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۹۴۹ء) اور مولانا محمد منیر خاں بنارسی (م ۱۹۴۵ء) کے سر ہے، جن کی پرخلوص جدوجہد اور اشاعت حدیث کی بدولت آج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنارس اہل حدیث کے چند اہم مراکز میں شمار کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ بنارس میں اہل حدیث علماء اور مصنفین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، ہمارے اسلاف کے حالات اور ان کے کارناموں پر دبیز پردے پڑتے جارہے تھے، مگر ان کے تذکروں کو مرتب کرنے کا خیال کسی کے دل میں نہیں آیا، بنارس کے علمائے اہل حدیث کے تذکروں کا ایک اہم ماخذ مولانا ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی کی کتاب تراجم علمائے حدیث ہے۔ اللہ رب العالمین مولانا سیف بنارسی کو جنت الفردوس میں جگہ دے جنھوں نے بہت سے بنارسی علما کے حالات مولانا نوشہروی کو فراہم کرایا، اس کتاب کی تالیف کو بھی نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، دوسری کتاب مولانا وسیم احمد قاسمی کی تذکرہ علمائے بنارس ہے، آپ کی رسائی جہاں تک ہوسکی ہے اہل حدیث علما کے حالات کو بھی تحریر کیا، لیکن کوئی ایسی کتاب نہیں مرتب کی گئی تھی جس میں تفصیل سے ہمارے بنارسی علماء اہلحدیث کے حالات اور کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہو۔

رفیق محترم مولانا محمد یونس صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی، نائب شیخ الجامعہ السلفیہ نے اس اہم کام کو کرنے کا بیڑہ ۱۹۹۴ء میں اٹھایا۔ خود نوشتے، بیاض، روایات، خطوط، اخبارات ومجلّات کو انھوں نے کھنگالا اور ایک ایک کرکے علماء اہل حدیث بنارس کے حالات کو قلم بند کرتے گئے، جو قسط وار ماہنامہ محدث جامعہ سلفیہ وارانسی کی زینت بن چکے ہیں۔ اب علمائے اہل حدیث بنارس کے تمام حالات کو مولانا محترم کتابی شکل میں آپ کے سامنے لارہے ہیں۔ یہ کتاب بنارس کی تاریخ ہے۔ اہم علمی دستاویز ہے اور شخصیات پر کام کرنے والوں کے لیے ایک گراں مایہ ہدیہ ہے۔ تذکرہ وتاریخ سے فطری لگاؤ ہونے کی وجہ سے میں نے مولانا کی تمام تحریروں کو بالاستیعاب پڑھا ہے۔ اللہ رب العالمین مولانا کی اس خدمت کو ذخیرۂ

آخرت بنائے اور ان کے تحریری ذوق کو زندہ رکھے۔ قارئین سے امید ہے کہ مرتب کتاب کے ساتھ راقم السطور کو بھی دعاؤں میں شامل رکھیں گے۔(۱)

وصلى الله على خير خلقه محمد وعلى آله وأصحابه وأزواجه وذرياته أجمعين.

محمد ابو القاسم فاروقی

۲۰۱۵/۵/۲۴ء

مصادر

۱- منشی نبی احمد سندیلوی: مرقع بنارس

۲- Benaras Illustrated: James Prinsep, Vishwavidyalaya Prakashan, Varanasi, Reprinted 1996

۳- سید مظہر حسین: تاریخ بنارس ۲ جلدیں (تاریخی نام تاریخ الریاست) سلیمانی پریس ۱۹۱۶ء۔

۴- وسیم احمد قاسمی: تذکرہ علماء بنارس، جامعہ اسلامیہ بنارس، ۱۹۹۰ء

۵- مولانا عبدالسلام نعمانی: تاریخ آثار بنارس، مکتبہ ندوۃ المعارف بنارس، دوسرا ایڈیشن، اپریل ۱۹۶۰ء

۶- ڈاکٹر پروفیسر موتی چندر: کاشی کا اتہاس (ہندی)، ناشر: وشوودیالیہ پرکاشن چوک بنارس، تیسرا ایڈیشن ۲۰۰۳ء

۷- مولانا عبدالسلام نعمانی: تاریخ آثار بنارس، پرنٹیا پبلی کیشن، پانچواں ایڈیشن، ۲۰۱۵ء

۸- سلام اللہ صدیقی: علماء بنارس کا شاندار ماضی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ

یکم جون ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز گرامی جناب مولانا محمد یونس صاحب مدنی / حفظہ اللہ وتولاہ
نائب شیخ الجامعہ، جامعہ سلفیہ، بنارس
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

معروض خدمت اینکہ جامعہ سلفیہ بنارس کے آرگن مؤقر ماہنامہ ''**محدث**'' میں ''**تذکرہ علمائے اہلحدیث بنارس**'' کے عنوان کے تحت بنارس کے اکابر علماء اہلحدیث کے سوانح حیات اور علمی خدمات پر مشتمل آپ کے گرانقدر مضامین ۱۹۹۴ء سے مسلسل شائع ہورہے ہیں، میں آپ کے تحقیقی مضامین سے بیحد متاثر ہوں، انھیں برابر پڑھتا ہوں اور ذاتی طور پر استفادہ بھی کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زور قلم میں اضافہ فرمائے اور اس خدمت کو شرف قبولیت عطا کرکے اسے آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

عزیز محترم!

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سوانحی مضامین لکھنا بے حد مشکل ہے، خصوصاً ایسے لوگوں کا تذکرہ لکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا جن کے بارے میں معلومات لوگوں کے سینوں یا منتشر اوراق میں محفوظ ہوں۔ مگر آپ جیسے صاحب عزم و

حوصلہ اور بالیاقت نوجوان نے اس مشکل کام کا بیڑہ اٹھایا اور بڑی کامیابی کے ساتھ علمی اسلوب میں بنارس کے علماء اہلحدیث کی حیات وخدمات کو اجاگر کرنے کا سلسلہ نہ صرف شروع کیا بلکہ اب تک دو درجن سے زائد علماء کا تعارف پیش کرکے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، جس کے لیے آپ پوری جماعت کی جانب سے شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔

عزیز گرامی!

بنارس سے میرا قدیم اور روحانی تعلق ہے، میں نے اپنی زندگی کے یادگار ایام یہاں گذارے ہیں، یہ میرا مادر علمی بھی ہے (۱) اور میری عملی وتدریسی زندگی کا پہلا زینہ بھی۔ میں نے یہاں کے اساطین علم وفن سے اکتساب فیض بھی کیا ہے اور مجھے اپنے بزرگوں کے زیر سایہ جامعہ رحمانیہ میں تدریسی فریضہ انجام دینے کی بھی سعادت حاصل رہی ہے (۲)، اس لیے اس سلسلۂ مضامین کو پڑھ کر مجھے بطور خاص مسرت ہوتی ہے کہ اس سنہری کڑی میں ہمارے فاضل اساتذہ مثلاً جامع المعقولات والمنقولات مولانا منیر احمد خاں صاحب اور ادیب شہیر جناب مولانا عبدالمجید صاحب حریری، میرے محترم رفیق درس مولانا حافظ محمد ابوالقاسم بنارسی اور میرے لائق شاگردان مولانا قاری وحافظ عبیدالرحمٰن بنارسی اور مولانا محمد الیاس بنارسی رحمہم اللہ وغیرہم کے تذکرے شامل ہیں جنھیں میں قریب سے جانتا ہوں اور جن سے افادہ

(۱) مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈانگری رحمہ اللہ نے جامعہ رحمانیہ بنارس میں ایک سال تعلیم حاصل کی ہے، چنانچہ ''سرگذشت جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال'' ص۴۴ میں رقم طراز ہیں: ''سردار جماعت مولانا منیر خاں کی خدمت میں بنارس میں ایک سال پڑھتا رہا''۔

(۲) نیز ''سرگذشت جامعہ'' کے ص۱۷۰ میں رقمطراز ہیں: ''تین سال تک جامعہ رحمانیہ بنارس میں تدریسی فریضہ انجام دیا اور جولائی ۱۹۳۱ء میں جھنڈانگر سے وابستہ ہوگیا''۔ (محمد یونس)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واستفادہ کا رشتہ رہا ہے۔ان کے علاوہ آپ نے مشاہیر علماء اہلحدیث بنارس کا تعارف نہایت شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے اوران کے شایان شان ان کی جامع ومانع سوانح حیات مرتب کی ہے مثلاً مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ اوران کے صاحبزدگان، مولانا محمد ابوالقاسم سیفؔ بنارسیؒ، مولانا ابومسعود قمر بنارسی اور قاری احمد سعید بنارسی رحمہم اللہ کی حیات وخدمات کا جو خاکہ آپ نے پیش کیا ہے وہ آپ ہی کا حق تھا۔

اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے جماعت کو بنارس کے بعض ایسے علماء اہلحدث سے متعارف کرایا ہے جن کے بارے میں عوام تو عوام اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی کم جانتے تھے یا مطلقاً نہ جانتے تھے، آپ نے ایسے علماء کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر جماعت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

اس عظیم خدمت کے لیے میں آپ کو اپنی جانب سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اورامید کرتا ہوں کہ یہ علمی سلسلہ جاری رہے گا اور بعد میں یہ مضامین کتابی شکل میں بھی شائع ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کے علمی کاموں میں برکت دے، انھیں قبول فرمائے اور مزید علمی، تدریسی، دعوتی اور رفاہی خدمات کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

اس خط کے آخر میں، میں اپنے اس جذبہ کا اظہار بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ کاش کہ مئو، اعظم گڈھ، سدھارتھ نگر، بستی اور گونڈہ جیسے مردم خیز اضلاع کے بعض اہل علم بھی ان مقامات کے علماء کی حیات وخدمات پر مشتمل اسی انداز کا تذکرہ اگر مرتب کر دیتے تو جماعت کی تاریخ محفوظ کرنے میں بڑا اہم کام ہو جائے گا۔سدھارتھ نگر کے ایک عالم مولانا عبدالعلیم صاحب ماہرؔ کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ انھوں نے اس سلسلہ میں کچھ کام کیا ہے، مگر وہ کافی نہیں ہے۔اس لیے میری دعاء ہے کہ اللہ اپنے مخلص بندوں کو اس کام کی جانب رہنمائی فرمائے اوران کی نصرت ومدد کرے۔

وما ذلك على الله بعزيز۔

محترم شیخ الجامعہ صاحب ووکیل الجامعہ صاحب اور جامعہ کے جملہ اساتذہ کرام کو ہدیۂ سلام مسنون عرض کریں گے۔اور میرے لیے دعاء صحت فرمائیں گے۔

والسلام

ناچیز دعاء گو خادم

طالب دعاء

عبدالرؤف الرحمانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

JAMIA SERAJUL ULOOM AL-SALAFIA
JHANDA NAGAR (NEPAL) C/O P.O. BARHNI
Distt. - SIDDHARTHA NAGAR (U.P.) (INDIA)
COD 0097776 & Phone : 20128

جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر
حکومت نیپال کیرآف پوسٹ بڑھنی ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

Ref. No. .... الرقم   Date..... التاریخ یکم جون ۱۹۹۶ء

عزیز گرامی جناب مولانا محمد یونس صاحب مدنی / حفظہ اللہ وتولاہ
نائب شیخ الجامعہ ، جامعہ سلفیہ ، بنارس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — عزیز گرامی!
موقر ماہنامہ "محدث" ترجمان جامعہ سلفیہ بنارس کے آرگن میں قسط وار "محدث" میں "تذکرہ علماء اہلحدیث بنارس" کے عنوان کے تحت بنارس کے اکابر علماء اہلحدیث کے سوانح حیات اور علمی خدمات پر مشتمل آپ کے گرانقدر مضامین ۱۹۹۴ء سے مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ میں آپ کے تحقیقی مضامین سے بیحد متاثر ہوں، انہیں برابر پڑھتا ہوں اور ان سے بھرپور استفادہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زور قلم میں اضافہ فرمائے اور آپ کی خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے اور آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

عزیز محترم!
آپ کو [illegible] سوانحی مضامین لکھنا بیحد مشکل ہے [illegible] لکھنا ہو کہ شخصیت [illegible] اور [illegible] منظر عام پر [illegible] اور [illegible] بنارس کے علماء اہلحدیث کی حیات و خدمات کو [illegible] علمی اسلوب میں [illegible] جس کے لیے آپ [illegible] سے شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔

عزیز گرامی!
بنارس سے میرا قدیم اور روحانی تعلق ہے، میں نے اپنی زندگی کے یادگار ایام [illegible] گذارے ہیں۔ [illegible] جامعہ رحمانیہ میں تدریسی فرائض انجام دیئے [illegible] مولانا حافظ ابوالقاسم سیف بنارسی [illegible] مولانا عبدالمجید حریری [illegible] اور مولانا محمد ابوالقاسم بنارسی رحمہم اللہ وغیرہم کے تذکرے شامل [illegible] قریب سے جانتا ہوں اور ان سے زیادہ استفادہ کا رشتہ رہا ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے [illegible]

مشاہیر علماء اہلحدیث بنارس کا تعارف نہایت ضروری [illegible] اور ان کی [illegible]
[illegible] سوانح حیات مرتب کی ہے خصوصاً مولانا محمد سعید محدث بنارسی اور ان کے صاحبزادگان مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا ابو مسعود قمر بنارسی اور قاری احمد سعید بنارسی رحمہم اللہ کی حیات [illegible] آپ نے پیش کیا ہے وہ آپ ہی کا حق تھا۔
[illegible] بنارس کے بعض ایسے علماء اہلحدیث سے متعارف کرایا ہے [illegible] عوام و خواص میں [illegible] کم جانتے تھے [illegible] آپ نے ایسے علماء کو [illegible] پر احسان عظیم کیا ہے۔
اس عظیم خدمت کے لیے میں آپ کو [illegible] مبارکباد دیتا ہوں [illegible] اور [illegible]
علمی سلسلہ [illegible] اور امید ہے یہ مضامین کتابی شکل میں بھی شائع ہوں گے، اللہ تعالیٰ
آپ کے علمی [illegible] ، انہیں قبول فرمائے [illegible] علمی، تدریسی، دعوتی اور زبان و قلم کی خدمات
کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)
[illegible] بنارس [illegible] کاش کہ [illegible]
[illegible] اور [illegible] کے بعض اہل علم [illegible]
[illegible] کا تذکرہ اگر مرتب کر دیتے تو [illegible]
کام ہو جاتا۔ [illegible] مولانا عبدالحکیم [illegible]
اس سلسلہ میں [illegible] ہے۔ [illegible] اور [illegible]
کام کو [illegible] اور ان کی [illegible] ۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔
محترم شیخ الجامعہ [illegible] اور جملہ اساتذہ کرام و طلبہ [illegible] سلام مسنون عرض کر دیں
اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام
ناچیز دعا گو و دعا خواہ
[illegible]
عبدالرؤف رحمانی

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

مولانا محمد اعظمی حفظہ اللہ

سابق شیخ الجامعہ جامعہ عالیہ عربیہ مئوناتھ بھنجن

علوم وفنون میں تاریخ وسیرت کا علم وفن بہت عظیم اور وسیع ہے، اسلام سے پہلے بھی اس کا سلسلہ رہا جو کسی نظم وضبط سے وابستہ نہیں تھا، اسلام کی آمد کے بعد اس فن نے ایک باضابطہ شکل اختیار کرلی، اور حیرت انگیز طور پر تراجم رجال کے اتنے عظیم دفاتر تیار ہوئے کہ دوسری اقوام ومذاہب ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ دفاتر امت مسلمہ کے ایسے جلیل الشان کارنامے ہیں جو باکمال اور بلند پایہ شخصیات کی حیات و خدمات اور کارناموں سے آگاہی کی نعمت عطا کرتے ہیں، اور فکروعمل کی اصلاح کا احساس جگاتے ہیں۔

تاریخ وترجمہ کے باب میں علمائے سلف کا طریقۂ عمل یہ رہا کرتا تھا کہ بلا امتیاز مذہب ومسلک نامور رجال کے حالات وکوائف سپرد قلم کردیا کرتے تھے، جب فرقہ و مسلک کی حمیت نے اپنے بال وپر پھیلانے شروع کئے، تو ہر مذہبی فرقے نے منہج سلف سے اعراض کرتے ہوئے اپنے اپنے اماموں اور بزرگوں کی تاریخ نگاری تک اس مقدس فن کو محدود کرنے کی کوشش کی، مزید ستم یہ کہ اس میں اس قدر غلو ومبالغہ کی آمیزش کی گئی کہ عقیدت کا روپ حقیقت پر غالب آگیا، اور اصلیت تاریخ سازی کی نذر ہوگئی۔

دوسری طرف مسلمانوں کا ایک طبقہ سلفی منہج پر چلتے ہوئے فرقوں کی حد بندیوں سے بلند ہوکر تاریخی عمل انجام دینے کی کوشش کرتا آرہا ہے، اور حقائق کی دریافت کے بعد قلم کو جنبش دیتا ہے، اس کی قلمی دیانت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ تاریخی

اوراق کو عقیدت وارادت کے پھولوں سے سجا کر پیش کرے۔

غیر منقسم ہندوستان کا ماضی بعید تاریخی ظلمت کا شکار تھا، یہ ظلمت اس قدر شدید تھی کہ ملک کے اہل علم وفضل اور اکابر رجال کی تاریخ وسیرت اور ترجمہ وتذکرہ سب کچھ اندھیرے میں رہ گیا، ماضی قریب میں تقریبا دوصدی پہلے ہندوستان کے علمی افق پر روشنی نمودار ہوئی، جس سے صدیوں کی تاریخی ظلمت چھٹنا شروع ہوئی، ہر مکتب فکر نے اپنے بزرگوں اور اکابر رجال کی تاریخ وسیرت کو اپنا موضوع سخن بنایا، اس طرح اس کے علمی وتاریخی دفتر میں اضافہ ہوتا گیا، سلفی کارواں کے ایک جلیل القدر جواں مرد مؤرخ مولانا ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی رحمہ اللہ نے یہاں تک ہمت کرڈالی کہ پورے برصغیر کے سلفی اکابر علماء اور بزرگ ہستیوں کے حالات اور علمی وعملی کارناموں کی معلومات حاصل کرنے کے لیے سارے ملک کا دورہ کیا، اور اپنی مجاہدانہ کوششوں و سرگرمیوں سے دوسو سے زائد عظیم شخصیتوں کے ترجموں پر مشتمل ”تراجم علمائے حدیث ہند“ کے نام سے ایک صحیح تاریخی مجموعہ شائع کرکے قوم و جماعت کی خدمت میں ایک نادر علمی سوغات پیش کیا، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

امام خاں کے اس منفرد علمی وتاریخی کارنامے سے دو خصوصی فائدے ہوئے، ایک یہ کہ نابغۂ روزگار ہستیاں اور ان کے کارنامے گوشۂ گم نامی سے نکل کر روشنی میں آگئے، دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے ہم عصروں اور بعد والی نسلوں میں یہ جذبہ واحساس پیدا ہوا کہ ان کو بھی اپنے اکابر رجال کے حالات زندگی سے واقفیت اور ان کے کارناموں کے احیاء کے لیے طبع آزمائی کرنی چاہئے، بعض لوگوں نے اس عمل کا آغاز اپنے شہری اور علاقائی علماء وفضلاء کے حالات زندگی کی معلومات حاصل کرنے سے کیا، پھر اس محنت طلب کام سے معذور ہوگئے، بعض نے کوشش جاری رکھی اور کسی قدر کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے کی ایک تازہ کڑی ''**تراجم علمائے اہل حدیث بنارس**'' کے نام سے منظر عام پر آرہی ہے، اس گراں قدر قلمی مجموعہ کے مؤلف گرامی مولانا محمد یونس مدنی بنارسی، استاذ جامعہ سلفیہ بنارس، ایک جید عالم دین ہیں، موصوف محترم کئی برسوں سے اپنے وطن بنارس کے ممتاز اہل علم وفن اور نامور رجال کے حالات اور حمیدہ اوصاف کی جستجو میں لگے رہے، بالآخر جوئندہ یابندہ کے مقولہ کو سچ ثابت کردکھایا، الحمدللہ اس کٹھن مرحلہ سے گذر کر جمع وتدوین کی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔

امید ہے کہ جلد ہی یہ تاریخی مجموعہ زیور طباعت واشاعت سے آراستہ ہو کر اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچے گا، اور تاریخی ذخیرے میں ایک قیمتی اضافہ کا باعث ہوگا، ہماری نئی نسلوں کو اس کا مطالعہ ان کی زندگی کی درست راہ کا تعیّن کرنے میں معاون ہوگا اور ان کے بزرگوں کے کمالات اور کارناموں کی واقفیت سے ان کی فکری وعملی قوتوں میں نئی توانائی کی لہر دوڑے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محترم مؤلف لائق صد مبارک باد ہیں کہ اپنے عظیم شہر بنارس کی نامور ہستیوں کو گمنامی کی نذر ہونے سے محفوظ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، اور دوسروں کو درس دیا ہے کہ جو کوئی اپنے اسلاف کو بھلا دیتا ہے، اور ان کے کارناموں کو زندہ رکھنے کا سامان نہیں کرتا ہے، اس کی نسلیں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کریں گی۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبول بخشے، اس کے قارئین کو صلاح و فلاح کی نعمت سے نوازے، اور مؤلف حفظہ اللہ تعالیٰ کے علم وعمل اور عمر میں خیر وبرکت دو چند کرے، آمین۔

دعا گو ودعا جو

محمد الأعظمی

۲۰۱۲/۱۲/۱۹ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابومسعود قمر بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۱۳ھ=۱۸۹۵ء   وفات:۱۳۹۲ھ=۱۹۷۲ء)

مولانا ابومسعود قمر بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت سے ہندوستان کا چپہ چپہ آشنا ہے، ہندوستان کی تاریخ میں مسلم علماء اور زعماء میں سے جن اکابر رجال نے زندگی بھر مذہب وملت اور قوم و وطن کی خدمت میں سرگرم حصہ لیا ہے، علامہ کا شمار بھی انھیں ارباب عزیمت علماء میں ہے، موصوف ایک طرف زبان وقلم سے اگر مسلک اہل حدیث کی پرزور خدمت انجام دیتے رہے تو دوسری جانب ملت کی طرف سے اسلام کی نمائندگی کے فرائض بھی ادا کرتے رہے۔

آپ مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م۱۹۰۴ء) کے فرزند سعید اور مولانا سیف بنارسیؒ (م۱۹۴۹ء) اور قاری احمد سعیدؒ (م۱۹۶۴ء) کے برادر عزیز ہیں، ان تینوں بھائیوں نے اپنی مخلصانہ دینی خدمات سے ہندوپاک کے کونے کونے میں دین اسلام کی روشنی پھیلادی ؎

ثلاثة أشرقت الدنيا ببهجتها
شمس الضحى وأبو اسحاق والقمر

نام وکنیت:

آپ کا نام ''محمود''، کنیت ''ابومسعود'' اور تخلص قمر تھا، آپ اپنے تخلص قمر سے اس قدر مشہور ہوئے کہ آپ کے نام سے کم ہی لوگ واقف تھے، آپ کی پیدائش بنارس کے شہر محلّہ دارانگر میں ۲۳/ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں ہوئی، یہیں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔

تعلیم واساتذہ:

آپ نے اپنے والد ماجد مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ میں اپنے جن لائق صداحترام اساتذہ کرام کے زیرنگرانی اپنی تعلیم مکمل کی ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا سید عبدالکبیر بہاری ثم البنارسیؒ (م۱۳۳۱ھ) (۲) مولانا نذیرالدین احمد ہاشمی جعفری بنارسیؒ (م۱۳۵۲ھ) (۳) مولانا حکیم عبدالمجید بنارسیؒ (م۱۳۵۶ھ) (۴) مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م۱۳۶۹ھ) (۵) شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھی ثم دہلوی (م۱۹۴۳ء) (۶) مولانا عبدالرحمٰن دہلویؒ وغیرہ۔

فن حدیث میں مہارت پیدا کرنے کے لیے اپنے وقت کے مشہور زمانہ ائمہ حدیث مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ (م۱۳۳۷ھ) اور شیخ محمد عرب بن حسین بن محسن انصاری یمانیؒ (م۱۳۲۷ھ) سے استفادہ کیا اور سند حدیث حاصل کی۔

آپ نے الہٰ آباد یونیورسٹی سے ''مُلّا فاضل'' اور پنجاب یونیورسٹی سے ''مولوی فاضل'' کی ڈگری بھی حاصل کی، شعروسخن میں آپ نے مولانا عبدالرؤف عشرت لکھنوی سے اصلاح لی۔

تدریس:

تحصیل علم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اپنے والد محترم کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ میں آپ نے کچھ دنوں تک تدریسی فرائض انجام دیا، جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس میں بھی کچھ عرصہ تک مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے، آپ چندوسی کالج مرادآباد میں کافی دنوں تک مدرس رہے، یہاں تک کہ اپنی مستقل رہائش بھی وہیں اختیار کرلی، آج بھی آپ کے ایک صاحبزادے کرنل سعد احمد صاحب وہاں مقیم ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی مدرسے میں تدریسی فرائض انجام دینے سے پہلے آپ گورنمنٹ انگلشیہ کے ملیٹری ڈپارٹمنٹ سے منسلک ہوئے لیکن تحریک خلافت کے دور میں مستعفی ہوکر کانگریسی والینٹرس فورس میں شامل ہوگئے اور آزادی کی جنگ میں پورے جوش وخروش سے حصہ لیا، اس سلسلہ میں آپ کئی بار گرفتار ہوئے، زنداں کی سیر بھی کی اور مصائب و آلام سے دوچار ہوئے۔(۱)

تبلیغی سرگرمیاں:

مولانا نے اپنی تقریبا ۴۵، ۵۰/ سالہ زندگی تعلیم و تدریس، دعوت وتبلیغ، تحریر وتقریر اور مذاکرات ومناظرات میں گزاردی، کشمیر سے کنیا کماری اور خلیج بنگال سے بحر عرب تک پھیلی ہوئی مسلم آبادی کے مدارس ومکاتب اور مساجد، دینی محافل ومجالس، اوران کے اجتماعات کا تصور کیجئے جو متحدہ ہند میں ۵۰/ سال کے دوران رہے ان دینی مجالس اور اجتماعات کی فہرست دیکھیں گے تو قمر بنارسی ہزاروں مجالس میں رونق افروز ہیں، جماعتی اخبار ورسائل میں شاید ہی کوئی ایسا اشتہار ہو جس میں مولانا خطیب یا مناظر کی حیثیت سے شریک نہ رہے ہوں۔

مولانا کو دعوت وتبلیغ سے بڑی دلچسپی تھی گویا دعوت وتبلیغ کو انہوں نے اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا، چندوسی مرادآباد میں ہوں یا دارانگر بنارس میں ہوں ہر دو مقامات میں افراد جماعت سے برابر ربط رکھتے تھے اور دعوت نامہ ملنے پر جہاں بھی بلائے جاتے فوراً حاضر ہوجاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ مسلک اہل حدیث کی دعوتی و تبلیغی اور دینی خدمات انجام دیتے رہے اور تخریب وتنگ نظری کا شکار نہیں ہوئے اس طرح پوری ملت اسلامیہ نے آپ کو بوقتِ ضرورت اسلام کی نمائندگی کے لیے یاد کیا،

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۶۰

جہاں آپ نے اسلام کی پوری نمائندگی کی، اور دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔

چاند پور ضلع بجنور امام باڑہ انصاریاں میں جماعت اہل حدیث کا ایک عظیم الشان جلسہ ۵ و ۶/ مئی ۶۲ء یوم شنبہ ویکشنبہ ہوا جس میں مسلمان مردوں اور مسلمان خواتین نے کثیر تعداد میں شرکت کی، بڑے بڑے مقررین نے شعلہ بار، پُر مغز اور پر اثر تقریریں کیں، جلسہ ہر اعتبار سے بڑا کامیاب رہا، جلسے کی صدارت مولانا ابومسعود قمر بنارسیؒ فرمارہے تھے، جناب شمشاد علی مست گنوری (م۱۹۷۲ء) نے حضرت قمر بنارسیؒ صدر جلسہ کے متعلق حسب ذیل رباعیات سنائیں جن کو حاضرین جلسہ نے بہت پسند کیا۔ ایک رباعی نئی روشنی میں:

جہل کے سائنس کے گھیرے میں لا سکتا نہیں
یہ دہریہ وحدت کی جلوہ گاہ پا سکتا نہیں
اُس قمر تک روس کا راکٹ پہونچ جائے مگر
اِس قمر تک روس کا راکٹ بھی آ سکتا نہیں

پرانی روشنی میں:

بازیٔ شب میں یہ اک مات کا گھر نکلا ہے
نہ نکلتا تھا اندھیرے میں مگر نکلا ہے
اب سیاہی شب تار مٹانے کے لیے
چاند پور آکے بنارس کا قمر نکلا ہے (۱)

مولانا کو جماعت کے علاوہ غیر جماعت کے لوگ بھی پسند فرماتے تھے اور اپنے جلسوں میں بلاتے تھے، چنانچہ بانسڈیہہ ضلع بلیا کے جلسے میں احناف واہل حدیث کے استدعا پر مولانا قمر تشریف لے گئے، ۶ تا ۸/ جون ۱۹۶۳ء جلسہ ہوا، اس کے بعد

(۱) پندرہ روزہ ترجمان دہلی مجریہ ۱۵/ مئی ۱۹۶۲ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ رلوتی تشریف لے گئے، پھر چھپرہ کے لیے روانہ ہوگئے۔(۱)

بنارس میں تبلیغی جلسے مئی ۴۳ء کے آخری ہفتے سے جون کے پورے مہینے تک ہوئے، مقررین میں حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ و مولانا قمر بنارسیؒ صاحب وغیرہ رہے۔(۲)

قطب شاہ کے میلہ میں تبلیغ اور مباحثہ:

قصبہ مہرولی جو دہلی سے ۱۱/میل کے فاصلہ پر ہے اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، یہاں ہر سال چھڑیوں کا میلہ ہوا کرتا ہے، اس مقام پر غیر اللہ کی ایسی پوجا ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ گویا عرب کے زمانہ جاہلیت کا منظر ہوتا ہے، مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ یہاں کے نام کے مسلمانوں کو پکا مسلمان بناتے مگر کس کو غرض پڑی تھی، الحمد للہ ۳۰/اپریل ۱۹۱۵ء بروز جمعہ واعظان کانفرنس اہل حدیث قطب شاہ کے میلہ میں گئے اور اعلیٰ پیمانہ پر اپنا انتظام کر کے اشاعت اسلام شروع کیا جو قابل دید تھا۔

مولانا قمر بنارسیؒ بھی جو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی جانب سے واعظ تھے، اس تبلیغی وفد میں موجود تھے، شرک و بدعت کی مذمت اور توحید پر بڑے پُر مغز اور مفید وعظ ہوئے جس سے لوگوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔

اسی میلہ میں ایک روز ایک بدعتی نیم مُلّا وعظ فرما رہے تھے کہ لوگو! خدا کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو خدا سے ہم مانگیں وہ ہمارے پیر صاحب دے سکتے ہیں اگر ان کی قبر کی خاک کسی اندھے کو لگائی جائے تو وہ بینا ہو جائے، خدا کی تمام چیزیں پیر صاحب کے پاس ہیں، اب خدا کے پاس کیا رہ گیا ہے، جو خدا سے ہم مانگیں، مولانا موصوف کو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ادھر سے گذرنا ہوا تو نیم مُلّا صاحب دیکھ کر بڑے

(۱) اہلحدیث امرتسر، ۲۵/جون ۴۳ء (۲) اہلحدیث امرتسر، ۱۶/جولائی ۴۳ء

زوروں سے کہنے لگے کہ جس کا جی چاہے ہم سے مناظرہ کر لے، قرآن سے حدیث سے، اس پر مولانا نے اپنی پاکٹ سے قرآن شریف نکال کر کہا کہ مولوی صاحب مہربانی فرما کر اپنے مدعا کو اس کتاب (قرآن مجید) سے ثابت کر دیجئے تو ہم آپ کو دس روپئے انعام دیں گے، تب تو نیم مُلّا بغلیں جھانکنے لگے، مولانا کے بار بار اصرار کرنے کے باوجود جب نیم ملا تیار نہ ہوئے تو مولانا موصوف نے کچھ فاصلے سے ان کی ہر بات کا جواب قرآن مجید سے دینا شروع کر دیا، یہ جواب ایسا عمدہ تھا کہ تمام لوگ مولانا کی طرف متوجہ ہوگئے، مُلّا جی کی طرف ایک فرد بھی نہ تھا، آخر نیم مُلّا صاحب پریشان ہو کر فرار ہوگئے، مولانا بعد نماز مغرب حق کی فتح کے ساتھ خوشی خوشی مع اپنے ساتھیوں کے اپنے پنڈال میں واپس آئے۔(۱)

آپ کی تبلیغی کوششوں سے نامعلوم کتنے لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہوئے اور کتنے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، چھپرہ بہار کے اجلاس میں آپ نے تقریر فرمائی اور آریہ سماجیوں کی ایک ایک بات کا جواب قرآنی آیات سے اس طرح دیا کہ مجمع پر وارفتگی طاری ہوگئی اور عجیب روح پرور منظر معلوم ہو رہا تھا کہ مسلمان تو مسلمان ہندو بھائیوں نے بھی پسند فرمایا اور تین افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔(۲)

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس سے تعلق:

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس سے خاندان سعیدی (مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ) کا بڑا گہرا ربط رہا ہے، کانفرنس میں اس خاندان کی بڑی خدمات ہیں، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی قربانیوں کے بعد اس خاندان نے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے لیے سب زیادہ قربانیاں دیں۔ جو اہل نظر سے مخفی نہیں۔

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس جس کا قیام ۱۹۰۶ء میں ہوا، اس کی خدمات میں قمر

(۱) اہلحدیث امرتسر مجریہ، ۱۱و۱۸/جون ۱۹۱۵ء (۲) اہلحدیث امرتسر مجریہ، ۲۹/مئی ۱۹۲۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنارسی کا اسم گرامی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔۱۹۱۴ء میں آپ کو اہل حدیث کانفرنس کا واعظ مقرر کیا گیا۔(۱)

۱۹۶۲ء میں آپ کو آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس دہلی کا ناظم مقرر کیا گیا جیسا کہ مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ (م ۱۹۸۱ء) فرماتے ہیں ''ناظرین ترجمان واخوان کرام یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے کہ میرے سفر حج کی وجہ سے محترم مولانا عبدالوھاب آروی صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے محترم مولانا ابو مسعود قمر بنارسیؒ صاحب کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا عہدۂ نظامت سپرد فرمادیا ہے تاکہ کانفرنس کے کاموں میں تعطل پیدا نہ ہو،اور مولانا بنارسیؒ نے اسے قبول کرلیا ہے۔''

دعا ہے کہ اللہ پاک جماعت کے اس واحد ادارہ کو دن دونی اور رات چوگنی ترقیاں بخشے۔(۲)

مناظر اسلام ابو مسعود قمر بنارسیؒ ۱۹۶۳ء میں یوپی اہل حدیث کانفرنس کے جنرل سکریٹری مقرر کئے گئے۔(۳)

اہلحدیث لیگ اور مولانا قمر بنارسیؒ:

ملکی حالات میں تبدیلی اور آزادی کی جدوجہد میں تیزی کی وجہ سے علماء اہلحدیث جماعت کی ایک سیاسی شاخ کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے،گرچہ اہل حدیث کے بہت سے سرکردہ لوگ مثلاً سیف بنارسیؒ مولانا ابو مسعود قمر بنارسیؒ،مولانا داؤد غزنویؒ (م ۱۹۶۳ء) مولانا عبدالمجید الحریری بنارسیؒ (م ۱۹۷۲ء) وغیرہ انفرادی طور پر سیاست کے میدان میں سرگرم عمل تھے،مولانا امرتسریؒ کی دیدۂ بینا نے حالات کو بھانپ لیا اور اپنے اخبار میں لیگ اہل حدیث کے قیام کے بارے میں علماء اہل حدیث کی رائے جاننی

(۱) اہلحدیث امرتسر مجریہ،۱۳/نومبر ۱۹۱۴ء (۲) ترجمان دہلی مجریہ ۱۵/اپریل ۱۹۶۲ء

(۳) ترجمان دہلی ۱۵/مارچ ۱۹۶۳ء

چاہی۔(۱)

بہت سے علماء کرام نے مخالفت کی لیکن بیشتر نے اس کی تائید کی، مولانا موصوف نے پرجوش تائید کی،مولانا امرتسریؒ نے لکھا کہ کیا عجب ہے کہ اس کے انعقاد کی آواز پہلے لاہور یا بنارس سے اٹھے۔(۲)

پٹنہ کانفرنس میں مولانا قمر بنارسیؒ نے لیگ اہلحدیث قائم کرنے کی پوری کوشش کی،مولانا نے لکھا کہ میں نے پنڈت موتی لال نہرو سے جماعت اہلحدیث کے نمائندہ کی تجویز پیش کی،انہوں نے کہا اہلحدیث کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے،لہذا حقوق کی نگہداشت کے لیے ایک لیگ کی سخت ضرورت ہے،آپ نے انفرادی حیثیت سے حقوق کے نگہداشت کی خاطر ۲۸ء میں سائمین کمیشن کو ایک میمورنڈم بھیجا۔

کلکتہ میں اہلحدیث لیگ کا قیام:

کلکتہ کے جلسہ منعقدہ ۱۹۳۲ء میں بالآخر لیگ کا قیام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۸ء) مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھی (م ۱۹۴۳ء) ڈاکٹر سعید فرید،مولانا سیف بنارسیؒ،مولانا قمر بنارسیؒ صاحب کی موجودگی میں عمل میں آیا،اس جلسے میں لیگ کے مندرجہ ذیل مقاصد اور ضوابط طے ہوئے:

(۱) نام آل انڈیا اہلحدیث لیگ (۲) سیاسی امور میں اظہار رائے (۳) اس کے ممبران صرف اہل حدیث ہوں گے (۴) لیگ کی تین مجلسیں ہوں گی: (ا) مجلس عامہ: اس کا ممبر اہلحدیث کا ہر فرد ہوسکتا ہے۔ (ب) مجلس منتظمہ: اس کے ممبران مجلس عامہ سے منتخب ہوں گے اور تعداد ۲۴/ ہوگی،کورم پانچ (ج) مجلس عاملہ: یہ مجلس منتظمہ سے منتخب ہوگی،اس کی تعداد گیارہ ہوگی۔مجلس عامہ کا اجلاس سال بھر بعد ہوگا مجلس منتظمہ کا

(۱) اہل حدیث امرتسر ۲۴/جولائی ۱۹۳۱ء (۲) اہل حدیث امرتسر ۷/اگست ۳۱ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاس سہ ماہی اور مجلس عاملہ کا انتخاب حسب ضرورت۔

لیگ کی سرگرمیوں میں اضافہ کے لیے اہل حدیث امرتسر ۴/فروری ۱۹۳۴ء میں مولانا قمر بنارسیؒ نے اہل حدیثوں کو لیگ کے ممبر بننے کی دعوت دی، ۳۲ء میں اہل حدیث لیگ قائم ہوئی، دوسال کے اندر ہی لیگ نے اپنی سرگرمیوں کی وجہ سے سیاسی حلقوں میں اپنی ساکھ قائم کرلی، اخباروں میں اس کا ذکر ہونے لگا اور ہر جگہ جانی پہچانی جانے لگی۔

مناظرہ:

تقریر وخطابت ہو یا بحث ومناظرہ ہو ہر میدان میں مخالفین کے مدعیان فضل وکمال بھی آپ کے سامنے آنے سے گھبراتے تھے، آریہ ساجیوں سے مناظرہ کرنے میں مولانا امرتسریؒ کے بعد آپ کو کمال حاصل تھا، یوں تو آپ نے متعدد بار مناظرے کیئے اور بفضل باری تعالیٰ سب میں کامیاب رہے۔

جنوبی ہند میں ایک بار قادیانی فرقہ سے مناظرہ کیا تھا جس میں میدان آپ کے ہاتھ رہا، پادریوں سے بھی آپ کا مناظرہ ہوا، ایک مرتبہ الٰہ آباد کے ایک جلسہ میں پنڈت شانتی سروپ نے اسلام پر زبردست حملے کئے مباحثہ کے لیے آپ سامنے آئے سوال کیا کہ ویدوں میں احکام نکاح اور احکام وراثت بتاؤ، اس پر پنڈت جی مبہوت ہوکر رہ گئے۔(۱)

مرزا پور میں تکفیر اہلحدیث پر حنفیوں سے مناظرہ اور اہل حدیث کی فتح:

۲۱/فروری ۱۹۲۶ء کو یہ مناظرہ طے ہوا، اس مناظرہ میں زیادہ تر بنارسی علماء خصوصاً سعیدی خاندان تھا، مناظر مولانا قمر صاحب تھے، پولیس کا زبردست انتظام تھا، حنفی مناظر میدان میں نہ آیا، مولانا قمر صاحبؒ نے تین گھنٹہ تک مروجہ بدعات اور

(۱) اہل حدیث امرتسر ۱۳/اکتوبر ۱۹۱۶ء

اہل حدیث کے بارے میں پُر جوش تقریر کی جس کا اثر اہالیان شہر پر بہت اچھا ہوا، مخالفین کے مناظر، مولوی احمد حسین رامپوری تھے لیکن میدان میں نہ آئے۔(۱)

چھپرہ میں مسلمانوں کا جلسۂ عام، آریوں کا فرار، تین اشخاص کا قبولِ اسلام:

چھپرہ میں آریوں نے اپنا جلسہ کرکے بہت ہی شور غل مچایا تھا اور اسلام وآں حضرت ﷺ پر بہت ہی بیہودہ الزامات لگائے تھے چنانچہ مسلمانان چھپرہ نے ایک مشترکہ اسلامی جلسہ ''انجمن تحفظ اسلام'' کی طرف سے کیا جو ۵، ۶، ۷، ۸/مئی کو بڑی شان وشوکت سے ہوا، جن میں متعدد علماء کرام شامل ہوئے، مولانا موصوف نے بھی شرکت فرمائی تھی، تمام مقررین نے اپنے اپنے انداز میں تقریریں کیں اور مولانا موصوف کی تقریریں محض قرآن شریف سے ہوا کرتی تھیں، آپ نے وید وقرآن کا علمی تقابل پیش کیا، آریوں سے مناظرہ کرنے کے لیے خط وکتابت کی گئی اور ان کو اعتراض کرنے کا موقع دیا گیا مگر افسوس کہ آریہ صاحبان تشریف نہیں لائے، آخر مباحثہ کے وقت میں آریوں کے کل اعتراضوں کے (جو ان کے جلسہ میں نوٹ کئے گئے تھے) مولانا نے قرآن شریف سے معقول، دندان شکن جواب دیئے، آپ کے جوابات سے نہ صرف مسلمان ہی خوش تھے بلکہ ہندؤں نے بھی اسے پسند کیا، یہ منظر بھی خوب تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مناظرہ ہی ہو رہا ہے، آریہ صاحبان بھی جلسہ میں موجود تھے، ہر جواب کے بعد آریوں کی کتابوں سے حوالہ پڑھ دیا کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہندو مرد اور ایک عورت اسی جلسہ میں مشرف با اسلام ہوئے، ایک کا نام نارائن تھا، اس کا نام رحمت اللہ رکھا گیا، دوسرے کا نام چھپی سنار تھا، اس کا نام نعمت اللہ رکھا گیا، اور عورت کا نام حلیمہ رکھا گیا، ان سب کو اسلامی تعلیم کے لیے ایک جماعت کے حوالے کیا گیا، اس کامیابی پر مسلمان بے حد خوش ہوئے، آریہ حضرات

(۱) اہل حدیث امرتسر ۹/اپریل ۱۹۲۶ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سٹ پٹائے۔(۱)

مولانا بحیثیت شاعر:

مولانا نثر نگار، خطیب اور مناظر ہی نہیں بلکہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے، آپ کا مجموعہ کلام محفوظ نہ رہ سکا ورنہ وہ بھی آپ کے ادبی ذوق اور اعلیٰ صلاحیت کا آئینہ دار ہوتا، آل انڈیا اہل حدیث کان پور کا سالانہ اجلاس جو ۱۱، ۱۲، ۱۳/ اپریل ۱۹۱۹ء میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۳۷۵ھ) کے زیر صدارت ہوا تھا، خطبۂ صدارت کے بعد مولانا نے ایک نظم پڑھی تھی جو نغمگی اور موسیقیت سے لبریز ہے، اس کے چند اشعار بطور نمونہ ذیل میں درج ہیں:

یہ بلبلان خوش نوا کی ہر طرف پکار ہے
بہار ہے بہار ہے بہار ہے بہار ہے
شباب پر ہے نسترن ہیں وجد میں گل وسمن
بلا کا نرگس چمن کی آنکھ میں خمار ہے
یہ بلبلوں کی مستیاں گلوں کی مئے پرستیاں
چمن چمن ہیں بستیاں عروج پر بہار ہے
قمر کی سن لے التجا کرم ہو تیرا اے خدا
معاف اس کی کر خطا بڑا گناہ گار ہے

مولانا کی ایک فارسی نظم بطور نمونہ پیش خدمت ہے:

اے بنور علم عالم رامنور کردۂ
دے زمصباح ہدایت قلب را برکردۂ

(۱) الحدیث امرتسر مجریہ، ۲۷/ جولائی ۲۸ء

بانصاری قادیانی آریہ را در مصاف
زیر تیغ بحث ہر بے دین وکافر کردۂ
شیر پنجاب است مشہور است در ہندوستاں
نام روشن در جہاں اللہ اکبر کردۂ
نیوز پیپر را تو جاری کردۂ با آب وتاب
ہم بآیات کلام اللہ مطہر کردۂ
سلسلہ اخبار زیبا پنج وسی سالہ رسد
اہتمام سال گرہ را زیب خاطر کردۂ
دائما باشد ترقی مطبع محمود را
زانکہ از طبعات کار دین بہتر کردۂ
از مئے عرفاں ولم سرشار مے دارم قمر
نیز می دانم کہ تقویٰ نذر ساغر کردۂ (۱)

سفر بیت اللہ:

مولانا قمر بنارسیؒ کو زندگی میں ایک بار زیارت بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، آپ ۱۹۲۸ء میں ان ارا کین جماعت کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے تھے جو بیت اللہ شریف کا پردہ تیار کرنے کے لیے سعودیہ تشریف لے جا رہے تھے، یہ تمام افراد جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھتے تھے، حکومت سعودیہ اور اس کے اعوان وعمائد میں ان کا بڑا اثر ورسوخ تھا اور یہ تمام افراد حکومت سعودیہ کے مہمان تھے۔(۲)

مضمون نگاری:

درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، بحث ومناظرہ کے ساتھ ساتھ آپ کو شروع ہی

(۱) اہل حدیث امرتسر مجریہ، ۲۳/ دسمبر ۱۹۳۸ء (۲) سیرۃ ثنائی ص: ۲۸۶، ناشر الکتاب انٹرنیشنل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مضمون نگاری کا بھی بے حد شوق تھا اور یہ شوق آخر عمر تک قائم رہا، اہل حدیث امرتسر، اہل حدیث دہلی، ترجمان دہلی، اہل حدیث گزٹ، اخبار محمدی وغیرہ میں آپ اپنے بیش بہا اور قیمتی مضامین شائع کراتے رہے، چند اہم مضامین بطور نمونہ ذیل میں درج ہیں:

۱- ''سائنس اور اسلام'' اخبار اہل حدیث دہلی مجریہ یکم اگست ۱۹۵۱ء۔ آپ کا یہ مضمون دس صفحات پر مشتمل ہے اور قابل دید ہے۔

۲- ''جماعت اسلامی اور اس کے عقائد'' اخبار اہل حدیث دہلی ۱۵/مئی ۱۹۵۱ء۔ یہ مضمون بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

۳- ''مذہب اہلحدیث میں کیا کمی ہے؟'' اہل حدیث دہلی یکم جنوری ۱۹۵۲ء

۴- ''مودودی جماعت کے غلط خیالات'' اہل حدیث دہلی ۱۵/ اگست ۱۹۵۱ء

۵- ''صحابۂ کرام و امام دین اہلحدیث تھے'' پندرہ روزہ اہل حدیث دہلی ۱۵/ دسمبر ۱۹۵۸ء۔

۶- ''مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام'' اخبار اہلحدیث دہلی مجریہ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۵۷ء

۷- ''میرا سفر دہلی اور جبل پور'' پندرہ روزہ ترجمان دہلی ۱۹۶۱ء

۸- ''انجمن ہائے اہلحدیث یوپی سے'' اخبار اہلحدیث دہلی مجریہ ۱۵/ اپریل ۱۹۶۲ء

مولانا موصوف نے یہ مضمون اس وقت تحریر فرمایا تھا جب آپ صوبائی اہل حدیث کانفرنس یوپی کے جنرل سکریٹری اور آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی کے ناظم تھے۔

مذکورہ مضامین کے علاوہ آپ کے بے شمار مضامین و تحریر ہیں اگر ان تمام کو یکجا کر دیا جائے تو ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کر لے۔

تصنیف:

مولانا کا اصل میدان دعوت و تبلیغ اور بحث و مناظرہ تھا پھر بھی آپ نے چند کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ذیل میں ان کتابوں کا نام مع تبصرہ ذکر کیا جاتا ہے:

آپ کی ایک کتاب ''فتح الظلام'' ہے جو اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے، اردو زبان میں یہ کتاب مطبع علمی الکٹری مشین بنارس سے ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی ہے، اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ بوقت تکبیر تحریمہ، رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور تیسری رکعت شروع کرنے کے وقت رفع یدین کرنا ضروری ہے۔

۲- مسلک ثنائی (اردو) صفحات ۳۲، مطبع ثنائی سرگودھا۔ یہ رسالہ مولانا عبدالجلیل سامرودیؒ کے ایک مضمون ''اہل توحید کو اطلاع'' مطبوعہ صحیفۂ اہل حدیث کراچی ۱۱/ دسمبر ۱۹۵۷ء کا جواب ہے جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اہل حدیث نہیں ہیں۔

۳- جدید قواعد اردو (۲ جلدیں) اردو صفحات ۱۲۰۔

مدن موہن اینڈ کو ایجوکیشنل پبلشرز چندوسی مراد آباد نے ۱۹۳۴ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں نحوی و صرفی قاعدے نہایت اچھے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ (۱)

عائلی زندگی:

مولانا قمر بنارسیؒ نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، آپ کی پہلی شادی اورنگ آباد بہار میں ہوئی، اس سے دو بچے پیدا ہوئے تھے جو حیات نہ رہے، ۱۹۲۴ء میں آپ کی اس رفیقۂ حیات کا انتقال ہو گیا، پھر دوسری شادی بنارس کے محلّہ پتر کنڈہ میں ہوئی اور وہ بھی فوت ہو گئی، اس سے کوئی اولاد نہیں تھی، اس کے فوراً بعد ہی آپ نے تیسرا نکاح مرحومہ رفیقہ حیات کی بہن سے کیا، اس رفیقۂ حیات سے مولانا کی آٹھ

(۱) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص: ۲۱۱، ۴۹۹، ۶۵۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد ہوئیں، جن میں تین لڑکیاں اور پانچ لڑکے شامل ہیں، صاحبزدگان کے نام ذیل میں درج ہیں:

(۱) سعود احمد: آپ ریلوے میں ملازم تھے، ریٹائرڈ ہوکر محلّہ مقیم گنج میں مقیم ہیں۔ (۲) سعید احمد: آپ گورنمنٹ آف انڈیا کے ڈپٹی سکریٹری کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوکر فی الحال امریکہ میں سکونت پذیر ہیں۔ (۳) سعد احمد: کرنل کی پوسٹ سے رٹائرڈ ہوکر آبائی مکان چندوسی میں قیام پذیر ہیں۔ (۴) اسعد احمد اختر صاحب: بمبئی کی مہندرا اینڈ مہندرا کمپنی میں آفیسر ہیں۔ (۵) حافظ مسعود احمد: اپنے آبائی شہر بنارس میں تاجرانہ زندگی بسر کررہے ہیں۔

مرض اور وفات:

انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اسی مرض میں آپ ۲۳/نومبر ۱۹۷۲ء بروز جمعرات بوقت صبح سات بجے بمقام چندوسی مراد آباد اس دارفانی سے رحلت فرماگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون"۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

آپ کی تجہیز وتکفین بھی چندوسی مرادآباد میں عمل میں آئی، اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله واجعل الجنة مثواه۔(۱)

(۱) پندرہ روزہ ترجمان دہلی مجریہ یکم دسمبر ۱۹۷۲ء

مولانا قاری احمد سعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت ۱۳۰۹ھ= ۱۸۹۱ء وفات: ۱۳۸۴ھ=۱۹۶۴ء)

مولانا قاری احمد سعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ ۹/شعبان ۱۳۰۹ھ میں بنارس شمالی کے محلّہ دارانگر کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔(۱) آپ ہندوستان کے نامور محدث حضرت مولانا محمد سعید بنارسیؒ (م۱۳۲۲ھ) کے فرزند اور حضرت مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م۱۳۶۹ھ) کے چھوٹے بھائی تھے۔ اپنے معزز علمی خاندان کی شاندار روایات کے حامل تھے، مسلک اہل حدیث سے آپ کو اس قدر والہانہ شیفتگی تھی کہ ساری عمر جماعتی خدمت انجام دیتے رہے، آپ کے گھرانے کی علمی ودینی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔(۲)

قاری صاحب کا گھرانہ مکمل طور پر علمی اور مذہبی تھا، آپ کے والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ سعیدیہ کی شہرت پورے ہندوستان میں تھی، ابتدائی تعلیم کے بعد اسی مدرسہ میں علوم کی کتابیں مولانا سید عبدالکبیر بہاری بنارسی (م ۱۳۳۱ھ) سے پڑھیں۔ حدیث وتفسیر مولانا احمد اللہ محدث پرتاپ گڑھی دہلوی (م۱۳۶۲ھ) مولانا عبدالرحمٰن پنجابی دہلوی مولانا عبدالمنان بقاغازی پوری (م۱۳۳۷ھ) اور اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی سے فن قرأت کی سند حاصل کی۔ کچھ دنوں تک انگریزی بھی پڑھی۔

تکمیل کے بعد آپ کلکتہ اور بمبئی کے مختلف مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۲ء میں رئیس بنارس حاجی حافظ عبدالرحمٰنؒ (م۱۹۳۵ء) سے بمبئی میں ملاقات ہوئی، وہ قاری صاحب رحمہ اللہ کو بنارس اپنے ساتھ لائے اور مدرسہ

(۱) تذکرۃ السعید، ص:۲۱ (۲) ترجمان دہلی مجریہ پندرہ جولائی ۱۹۶۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ رحمانیہ میں تدریس کی ذمہ داری سپرد کی۔ یہیں تدریسی فرائض انجام دیتے ہوئے بقیہ زندگی گذاردی۔(۱)

فن قرأت اور تجوید میں قاری صاحبؒ کو کمال حاصل تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں لحن داؤدی عطا فرمایا تھا، قرآن پاک پڑھتے تو ایک سماں باندھ دیتے اور سامعین کو گمان ہوتا کہ کوئی مشہور عرب قاری قرآن پڑھ رہا ہے۔ بنارس میں تجوید وقرأت کا صحیح ذوق آپ ہی نے پیدا کیا۔ مدرسہ رحمانیہ سے آپ کو جذباتی لگاؤ اور بے پناہ محبت تھی، اس کی توسیع وترقی میں آپ نے اہم کردار ادا کیا، اہل مدن پورہ خصوصا حاجی عبدالرحمٰنؒ کے خاندان والوں نے آپ کی کما حقہ قدردانی کی۔

سلفیت کے پرجوش داعی اور مبلغ تھے، آپ کے اندر جذبۂ تبلیغ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، چنانچہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ خیز انقلاب کے بعد آپ نے تبلیغی فرائض کو انجام دینے کے لیے یوپی اہلحدیث کانفرنس کی بنیاد ڈالی، اور اپنی حیات تک اس کے صدر بھی رہے۔ ہندوستان کے اطراف واکناف خصوصا یوپی میں اس کے اجلاس بڑی دھوم دھام سے کراتے رہے جن میں ہندوستان کے مشاہیر علماء کو مدعو فرما کر قرآن وسنت کے پیغام کو عام کراتے اور دین حق کی دعوت کو گاؤں گاؤں اور گھر گھر پہونچانے کی ہر ممکن سعی وکوشش کو کام میں لاتے۔(۲) جب تک آپ حیات رہے تقریبا چودہ (۱۴) اجلاس ہوئے جن کا ذکر واعلان جماعت کے مختلف پرچوں میں موجود ہے۔ آپ خود بھی مقرر تھے، راقم نے ان کی ایک تقریر باگڑ بلی کی مسجد میں سنی ہے، اتنا یاد ہے کہ آپ کی تقریر سے لوگوں کی آنکھیں نم تھیں اور کچھ لوگ رو رہے تھے۔

آپ کے دل میں قوم وملت کا بہت زیادہ درد تھا، جہالت اور دین بیزاری سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ جس ماحول میں آپ جہالت دیکھتے آپ اس کو علمی

(۱) تراجم علماء حدیث ہند ص: ۳۶۱ (۲) ترجمان دہلی مجریہ ۱۵/ جولائی ۱۹۶۴ء

ماحول میں بدلنے کی پوری کوشش کرتے، جب آپ ۸/ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ کو ریواں تشریف لے گئے تو وہاں کی تعلیمی حالت کو دیکھ کر بہت دکھ ہوا، آپ نے اپنی چار تقریروں میں مسلمانوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے پر ابھارا اور ترغیب دلائی، خاص کر درگاہ میں جو جلسہ ہوا اس میں تقریبا تین، چار، ہزار مسلمان اکٹھا ہوئے تھے، ڈھائی گھنٹے تقریر کی جو بہت پسند کی گئی، ایسی تقریر یہاں کے مسلمانوں نے کبھی نہیں سنی تھی، آپ کی تحریک پر ایک انجمن بنام انجمن اہلحدیث کا قیام عمل میں آیا اور اسی انجمن کے ماتحت خیر العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا گیا، ایک طرف درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا تو دوسری طرف وعظ وتبلیغ کی مجلسیں بھی منعقد ہوتی رہیں۔(۱)

دینی خدمات انجام دینے، اور جماعت کی خدمت کرنے کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے، آپ مرکزی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن رکین تھے، اور ہر ضرورت کے وقت کانفرنس کی تعمیری خدمات کے لیے تیار رہتے تھے۔ مرکزی دارالعلوم کی تحریک وتاسیس میں آپ کی مخلصانہ مساعی کا بڑا دخل تھا۔

آپ صحیح معنی میں محی السنۃ اور قامع البدعۃ تھے، زہد وتقویٰ، دین داری اور پارسائی میں بہت آگے تھے۔

آپ تدریس کے ساتھ تحریر کا بھی ذوق رکھتے تھے، آپ کے مضامین جماعتی پرچوں میں برابر شائع ہوتے تھے، ان میں سے چند مضامین ہمیں دستیاب ہوئے ہیں، جن کے عناوین ذیل میں درج ہیں:

۱- مولانا عبداللطیف جونا گڑھیؒ (۲)

۲- مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کا انتقال بزم اہل حدیث سونی ہوگئی۔(۳)

(۱) پندرہ روزہ نور توحید لکھنؤ (۲) اہلحدیث امرتسر، دہلی مجریہ ۱۳۷۱ھ

(۳) الاعتصام لاہور مجریہ ۳/ فروری ۱۹۵۶ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- مولانا حافظ محمد ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (۱)

۴- جامعہ رحمانیہ سے سبکدوشی (۲)

۵- یوپی کانفرنس (۳)

دوسروں کی طرح آپ بھی آزادئ وطن کی تحریک میں شامل رہے، اور اہل حدیث لیگ کے سکریٹری بھی رہے جس کے لیے آپ نے بہت کچھ کیا۔ (۴)

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوبصورت، حسین اور قد آور تھے، مزاج میں شگفتگی تھی، شاہانہ طبیعت رکھتے تھے، آپ نے تجرد کی زندگی گذاردی، اگرچہ آپ کو کوئی صلبی اولاد نہیں تھی لیکن روحانی اولاد بہت زیادہ ہے، جن شاگردوں پر آپ کو ناز تھا ان میں سرفہرست یہ ہیں:

۱- مولانا حافظ محمد ابوالقاسم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۵ھ)

۲- مولانا قاری عبدالوہاب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ)

۳- مولانا قاری عبیدالرحمٰن بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۴ھ)

آپ مہمان نوازی، فیاضی، اور اقرباء نوازی میں ممتاز تھے۔ آپ کو احباب کی خاطرداریوں میں بڑا لطف آتا تھا، مغرب بعد کمرے میں احباب کی مجلسیں جمتی تھیں، دینی پروگرام بنتے تھے، علمی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی، محنتی اور خوش گلو بچوں کو بہت زیادہ انعامات سے نوازتے تھے، آپ نے اپنی پوری زندگی کتاب اللہ کے لیے وقف کردی تھی۔

۲/ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۲/ جولائی ۱۹۶۴ء روز یکشنبہ کو بوقت سوا تین بجے دن آپ پر عین اس حالت میں کہ اپنے عزیز شاگردوں کو قرآن مجید پڑھا رہے

(۱) پندرہ روزہ نور توحید لکھنؤ ۱۳۷۰ھ　(۲) ترجمان دہلی ۱۵/ فروری ۱۹۶۰ء
(۳) ترجمان دہلی ۱۵/ فروری ۱۹۶۲ء　(۴) اہلحدیث امرتسر ۲۹/ دسمبر ۱۹۳۳ء

تھے کہ دل کا دورا پڑا، اور اتنا شدید کہ موصوف غش کھا کر گر گئے، فوراً بچاؤ کی تدبیر ہونے لگی، دس پندرہ منٹ بعد آپ نے آنکھیں کھولیں لیکن اس کے بعد ہی حالت بگڑنے لگی، اور دوسرا دورہ پڑا مشکل سے بیس منٹ گذرے ہوں گے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ ''اناللہ وانا الیہ راجعون۔''

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں (۱)

آپ کی نماز جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالآخر بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸۳ء) نے پڑھائی تھی اور تدفین حاجی حافظ عبدالرحمٰن صاحب ؒ کے قبرستان سکرا باغ میں ہوئی۔

(۱) ترجمان دہلی یکم اگست ۱۹۶۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حافظ بشیر الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۹۶ھ= ۱۸۷۹ء)

نام ونسب:

مولانا حافظ سید بشیر الدین احمد بن شہید الدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن مولانا شاہ عبدالاعلی بنارسیؒ، آپ کا شجرۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۶ھ میں بنارس کے مشہور علاقہ محلّہ سرائے گوبردھن چیت گنج میں ہوئی اور یہیں نشو ونما بھی ہوئی۔

تعلیم:

آپ کا گھرانہ شریف دیندار اور علمی گھرانہ تھا، آپ نے جن اساتذہ سے از ابتداء تاانتہا تعلیم حاصل کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱-آپ کے والد ماجد مولانا شہید الدین احمد بنارسیؒ (م ۱۳۳۷ھ)

۲-مولانا رحمٰن علی صاحب قاضی ریاست ریواں

۳-مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ وغیرہ۔

آپ بلا کے ذہین تھے، بچپن ہی میں آپ نے قرآن پاک حفظ کرلیا اور اپنے والد ماجد مولانا شہید الدین احمد بنارسیؒ (۱۳۳۷ھ) کے ساتھ ریواں چلے گئے اور وہیں اپنے والد ماجد اور مولانا رحمٰن علی صدیقی (م ۱۳۰۵ھ) سے ابتدائی نحو، صرف اور ادب کی بعض کتابیں پڑھیں، پھر اپنے والد کے ہمراہ اپنے وطن مالوف بنارس تشریف لائے، علوم وفنون کی تکمیل کی، اور مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م ۱۳۲۲ھ) سے حدیث کی کتابیں پڑھیں، منشی اور کامل کے امتحانات میں شریک ہوکر اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے، انگریزی تعلیم ایف،اے تک حاصل کی۔

فراغت کے بعد کئی سال تک مدرس رہے، بعدازاں بلرام پور، اعظم گڈھ اور لکھیم پور کے ہائی اسکولوں میں ہیڈ مولوی کے منصب پر فائز ہوکر تدریسی خدمات انجام دیں، پھر مشن کالج گورکھپور میں ہیڈ مولوی کے عہدہ پر رہ کر کچھ دنوں کام کرنے کے بعد وہاں کے پروفیسر ہوگئے۔

تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ اچانک ثقل سماعت کا عارضہ لاحق ہوا جس کے باعث سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوگئے اور مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ دارانگر بنارس میں درس دینے لگے۔

آپ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے، آپ کی تصنیفی یادگار میں ''بشیر اللغات'' (عربی، اردو، انگریزی) نگارستان اردو، مفرد المجموع، سنبلستان اردو، تفرق اسلام، معجزۂ شق القمر اور عقدانامل قابل ذکر ہیں۔ معجزہ پر سرسید احمد خاں نے تنقید کی تھی، قیام بنارس کے دوران سرسید احمد خاں مورکی کوٹھی سے چیت گنج آتے اور مولانا سے عصر سے مغرب تک تبادلۂ خیال فرماتے۔

مولانا شعروشاعری کا بھی اچھا مذاق رکھتے تھے، آپ قوی الحفظ، ذہین وفطین، سادگی پسند، متواضع، بااخلاق اور ہمدرد انسان تھے، لوگوں کو اپنی ضمانت پر قرض دلایا کرتے تھے جس کے عوض اپنا مکان اور اثاثہ کھودیا فقروفاقہ کی زندگی بسر کی، صبر آزما وقت بھی آیا، مگر اپنی عزت نفس اور خودداری کے آبگینہ کو ہر طرح سے سنبھال کر رکھا اور مرضی مولیٰ پر ہمیشہ صابر وشاکر رہے، ۶۰/ سال سے زائد عمر پائی، آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا۔

مراجع

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند،ص:۳۵۲

(۲) گلدستۂ بنارس ۱۸۸۰ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر جاوید اعظم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۶۹ھ=۱۹۵۰ء وفات: ۱۴۳۳ھ= ۲۰۱۱ء)

نسب نامہ:

ڈاکٹر جاوید اعظم بن عبدالعظیم بن عبدالحق بن حافظ عبدالرحمن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

آپ محلّہ مدن پورہ شہر بنارس میں ۶/رجب ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۵/اپریل ۱۹۵۰ء بروز منگل پیدا ہوئے، آپ کا گھرانہ دین داری، تموّل اور سخاوت وفیاضی میں اپنی مثال آپ تھا، آپ کے پردادا حاجی حافظ عبدالرحمٰن (م ۱۹۳۵ء) نہایت متقی، پرہیزگار اور غریب پرور انسان تھے۔ توکل، بے نیازی اور سادگی ان کی فطرت تھی، بنارس کے بڑے تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، اپنی صاف گوئی، راست بازی، خوش معاملگی کی بناء پر وہ ''التاجر الصدوق'' کے صحیح مصداق تھے۔

ایسے دین دار گھرانے میں ڈاکٹر جاوید اعظم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی اور نشوونما پائی۔

تعلیم وتربیت:

ڈاکٹر صاحب موصوف نے ابتدائی اور عربی کی جماعت رابعہ تک کی تعلیم بنارس کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ مدن پورہ میں حاصل کی۔ پرائمری درجات میں ماسٹر عبدالحمید صاحب جون پوری، قاری احمد سعید صاحب بنارسی اور مولانا ابوالخیر صاحب فاروقی آپ کے اہم اساتذہ میں تھے، مولوی رابع تک کی تعلیم مولانا عزیز احمد صاحب ندوی، مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی، مولانا قرۃ العین صاحب سے حاصل کی۔

موصوف جس سال جماعت رابعہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اسی سال جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا افتتاح ہوا۔ رابعہ (مولوی) سے اوپر کی جماعت (عالمیت، فضیلت) جامعہ سلفیہ منتقل ہوگئی، چنانچہ عالمیت اور فضیلت کی تعلیم جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ہوئی۔

فراغت کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ گئے اور کلیۃ الدعوۃ واصول الدین میں داخلہ لیا اور ویزا کے سلسلے میں آپ کو اردن کا سفر بھی کرنا پڑا۔

۱۳۹۷ھ میں آپ نے کلیۃ الدعوۃ واصول الدین سے ''لیسانس'' کی ڈگری حاصل کی ''لیسانس'' کی سند حاصل کرنے کے بعد دراسات علیا کی تعلیم مکۃ المکرّمہ میں ہوئی، ماجستر (ایم اے) میں رسالہ کا موضوع تھا: دراسة وتحقيق "المقنع فی علوم الحديث لابن الملقن"۔

ڈاکٹر صاحب کو اپنے ماجستر کے رسالہ ''المقنع'' کے لیے مصر کا سفر کرنا پڑا، اس سفر کے دوران وہاں کے علمی اداروں، مکتبات اور اہم شخصیات سے ملنے کا موقع ملا۔

دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کے رسالہ کا موضوع تھا: دراسة وتحقيق "الجزء الثامن من كتاب الإحسان فی تقريب صحيح ابن حبان"۔

جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرّمہ سے ماجستر (ایم اے) اور دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کی اعلیٰ سندیں حاصل کیں، بنارس میں اسلامیات میں ام القریٰ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کرنے والے آپ دوسرے شخص تھے۔

تاریخ اور مقام فراغت:

۱- عالمیت ۱۳۹۰ھ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- فضیلت ۱۳۹۲ھ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس
۳- لیسانس ۱۳۹۷ھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
۴- ماجستر ۱۴۰۳ھ جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرّمہ
۵- دکتوراہ ۱۴۱۳ھ جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرّمہ سعودی عرب

سند اجازہ:

شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ الرحمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۴ھ) نے ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب کو اجازت حدیث کی جو سند عطا کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

”إن الأخ الشيخ جاويد أعظم بن عبدالعظيم من أهالي مدنفوره، بنارس الهند، طلب مني الإجازة برواية الحديث ووصل سنده بسند أئمة الحديث من أصحاب الصحاح وغيرهم، وقد أسعفته بمطلوبه، تحقيقا لظنه ومرغوبه وإن كنت لست أهلا لذالك، ولكن تشبها بالأئمة الأعلام السابقين الكرام، فأقول وبالله التوفيق: إني قد أجزت الأخ الشيخ جاويد أعظم بن عبدالعظيم المذكور أن يروي عني جميع ما تصح لي روايته من كتب الصحاح الستة وغيرها من الكتب المؤلفة فى الحديث وأصوله وأجزته أيضا أن يروي عني مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح.....الخ

۲۸/صفر ۱۴۱۱ھ = ۱۹/ستمبر ۱۹۹۰ء عبیداللہ الرحمانی المبارکپوری

اس سند اجازہ سے ڈاکٹر صاحب موصوف رحمہ اللہ کو شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ الرحمانی رحمہ اللہ سے نہ صرف یہ کہ شرف تلمذ حاصل ہوا بلکہ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر

صاحب کو بزرگ علماء کرام سے کتنی محبت اور لگاؤ تھا اور علوم دینیہ سے کس قدر دلچسپی تھی۔

ہندوستان کے مشہور اساتذہ کرام:

ہندوستان کے مشہور اساتذہ کرام ہیں: (۱) مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی (م ۱۹۷۸ء) (۲) مولانا شمس الحق سلفی (م ۱۹۸۶ء) (۳) مولانا عبدالمعید بنارسی (م ۱۹۸۰ء) (۴) مولانا عبدالوحید رحمانی رحمہ اللہ (م ۱۹۹۷ء) (۵) ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ (م ۲۰۰۹ء) (۶) مولانا محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ (م ۲۰۰۹ء) (۷) مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ (م ۲۰۱۳ء) (۸) مولانا عابد حسن رحمانی رحمہ اللہ (۲۰۰۹ء)۔

عرب اساتذۂ کرام:

(۱) شیخ حماد الانصاری (۲) شیخ صالح العراقی (۳) شیخ عبداللہ الغنیمان (۴) ڈاکٹر ربیع ہادی المدخلی (۵) شیخ علی مشرف العمری (۶) شیخ رمضان ابوالعزّ (۷) ڈاکٹر عبدالعظیم الشناوی (۸) شیخ محمود عبدالوہاب فائد (۹) شیخ محمد محمد ابوفرحہ (۱۰) شیخ حسن مقبول (۱۱) شیخ یوسف النجار (۱۲) شیخ عبدالعزیز البہنسی (۱۳) شیخ عبدالکریم المراد (۱۴) شیخ صالح الحیسن (۱۵) شیخ محمد المجذوب (۱۶) ڈاکٹر احمد محمود الاحمدی (۱۷) ڈاکٹر محمد ابوزھو (۱۸) ڈاکٹر مصطفیٰ امین الثازی (۱۹) ڈاکٹر احمد نور سیف (۲۰) شیخ سید احمد (۲۱) ڈاکٹر عبدالمہدی عبدالقادر عبدالہادی۔

فراغت کے بعد مشغلہ:

ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب متمول گھرانے کے فرد تھے اور خود بھی مالدار تھے، اگر چاہتے تو کاروبار سے لگ جاتے لیکن فراغت کے بعد موصوف نے درس وتدریس کو پسند فرمایا، طلبہ، اساتذہ اور علما سے اپنا ربط برقرار رکھا اور زندگی کے آخر تک یہ سلسلہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری رکھا۔

دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد سعودی عرب کے شہر دمام میں كلية الآداب للبنات، جامعة الملك فيصل بن عبد العزيز میں تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے، آپ نے صحاح ستہ کے منتخبات پڑھائے، تدریس کا یہ سلسلہ ۱۴۱۴ھ سے لے کر ۱۴۳۰ھ تک برقرار رہا۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں لگ بھگ ایک سال تک تدریس کا فریضہ انجام دیا اور موطأ امام مالک جیسی حدیث کی اہم کتاب اپنے درس میں رکھی۔

جامعہ سے آپ کا گہرا لگاؤ:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے آپ کو بڑی محبت، گہرا لگاؤ اور تعلق تھا، آپ جامعہ کی ترقی اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے اور بہتر بنانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، آپ نے مملکت سعودی عرب میں چھتیس سال کی زندگی میں جامعہ کا تعارف کرانے میں اہم رول ادا کیا، آپ کی گراں قدر خدمات کو ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔

جامعہ کے مادی تعاون کے ساتھ ساتھ معنوی تعاون کا بھی آپ نے خیال رکھا، علما و مشائخ سے بہتر سے بہتر تعلقات بنائے رکھا، جامعہ کی سنٹرل لائبریری کو آپ نے بیش از بیش قیمتی، معیاری اور مراجع کی کتابوں سے مالا مال کیا جو آپ کا ایک عظیم اور تاریخی کارنامہ ہے۔

اکتوبر ۲۰۱۰ء میں جامعہ کی مجلس نے آپ کو جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا صدر منتخب کیا۔ جنتا سیوا اسپتال کے ذمہ داروں نے بھی آپ کو مئی ۲۰۱۱ء میں باتفاق رائے اسپتال کا صدر منتخب کیا۔

دعوت و تبلیغ اور خطابت:

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو دعوت و تبلیغ اور خطابت کا بھی شوق تھا، آپ مستقل کسی

مسجد کے خطیب تو نہیں تھے، لیکن گاہے بگاہے خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے، میں نے آپ کا سب سے پہلا خطبۂ جمعہ زمانہ طالب علمی میں حافظ ظہور کی مسجد میں سنا، **"انفاق فی سبیل اللہ"** کے موضوع پر اچھے انداز میں خطاب فرما رہے تھے، مسجد اہلحدیث للہ پورہ میں بھی آپ نے خطبۂ جمعہ دیا، ادھر چند ماہ پہلے میرے ساتھ بھدوہی کے ایک سفر میں تشریف لے گئے تھے وہاں بھی آپ نے خطبۂ جمعہ دیا، آپ کو شوق ضرور تھا لیکن جسمانی مجبوری کی وجہ سے بہت کم خطبہ دیا کرتے تھے۔ عیدگاہ فاطمان روڈ للہ پورہ، بنارس میں غالباً ۱۹۷۸ء میں جب جماعت اہلحدیث کا عمل دخل ہوا تو اس کے سب سے پہلے امام عیدین آپ ہی تھے، آپ کے بعد جناب مولانا عبدالقدوس رحمہ اللہ نے امامت کا فریضہ انجام دیا۔ بعدہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ امام عیدین ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے بعد ۱۹۸۴ء سے خاکسار کو امام عیدین مقرر کیا گیا۔ ۲۹/مئی ۲۰۱۱ء کو سعیدیہ لائبریری کے میدان میں تبلیغی اجتماع تھا، جس کی صدارت آپ نے فرمائی اور عوام کو بہترین انداز میں خطاب فرمایا۔

کانفرنس، سیمینار اور اجلاس عام میں شرکت آپ کا معمول تھا، باہمت اس قدر تھے کہ دور دراز علاقوں کا سفر کر لیتے تھے، ادھر ڈاکٹر رحمہ اللہ نے دہلی، مدراس، نیپال وغیرہ کا سفر اسی مقصد کے لیے کیا تھا، مدراس کا سفر دراصل آنکھ چیک کرانے کے لیے کیا تھا آپ کو آرام کی ضرورت تھی پھر بھی الحاج احسان اللہ صاحب (۱) کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مدراس کی مسجد مبارک میں لوگوں کو

(۱) آپ مدراس کے معزز اور مالدار گھرانے کے ایک فرد ہیں، بڑے شفیق و مہربان، سخی و فیاض اور با اخلاق و ملنسار ہیں علماء کے بڑے قدرداں اور مہمان نواز ہیں، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو جب مدراس کا سفر کرنا تھا تو سفر سے پہلے الحاج احسان اللہ صاحب کو اطلاع کر دی گئی تھی کہ جامعہ سلفیہ بنارس کے صدر محترم مدراس تشریف لے جا رہے ہیں، موصوف نے ڈاکٹر صاحب کے مدراس پہنچنے پر ان کا ان کے شایان شان استقبال کیا اور بڑی پر تکلف ضیافت فرمائی اور بڑے احترام و اکرم کے ساتھ پیش آئے۔ =

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا جامع اور پر مغز خطاب فرمایا۔

جامعہ کے قاعۃ المحاضرات میں ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب رحمہ اللہ کا آخری خطاب بروز جمعرات بتاریخ ۲۷/۱۰/۲۰۱۱ء کو ہوا، جو کہ ایک خاص پروگرام کے طور پر منعقد کیا گیا تھا جس کی صدارت خود ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے فرمائی تھی۔

آپ نے اپنے اس اجتماع میں طلبہ کو بصیرت افروز خطاب سے نوازا، آپ نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے دہشت گردی کے متعلق فرمایا کہ دہشت گرد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور نہ ہی مسلمان دہشت گرد ہو سکتا ہے، کیونکہ مسلمان ایک ایسے مذہب کا پابند ہے جس کی تعلیمات میں دور دور تک بھی ظلم و بربریت کا نام نہیں ہے۔ نیز جس مذہب کا درس ہی امن و شانتی اور انصاف پسندی کا ہو تو پھر وہ اور اس کے ماننے والے کیسے دہشت گرد ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ملک میں کچھ لوگ امن کی فضا کو مکدر کرنے کے درپے ہیں اور اس کے بعد اس کا تعلق اسلام کے ماننے والوں کی طرف منسوب کرکے خاص پروپیگنڈے کے تحت چند ہونہار نوجوان کو گرفتار کرکے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا جاتا ہے۔

= یہی حال الحاج شیخ احسان اللہ صاحب کے بھائی الحاج شیخ عبداللہ رحمہ اللہ کا تھا۔ بڑے خلیق، ملنسار، سلفیت کے حامی اور علماء کے قدرداں تھے، نوّر اللہ مرقدہ و جعل الجنة مثواه۔

دراصل یہ لوگ بزرگ باپ کے پروردہ ہیں، شیخ احسان اللہ صاحب کے دادا الحاج شیخ اسماعیل رحمہ اللہ انتہائی خلیق، ملنسار اور سخاوت و فیاضی میں اپنی مثال آپ تھے اور شیخ احسان اللہ صاحب کے والد محترم حاجی عبدالعزیز رحمہ اللہ شرافت و مروت اور سخاوت و فیاضی میں یکتا تھے، ان کا پورا گھرانہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا صحیح مصداق ہے۔

مجھے چند سالوں سے جامعہ سلفیہ کی طرف سے سفارت پر مدراس جانا ہوتا ہے، الحاج احسان اللہ صاحب جو کمپنی کے ذمہ دار ہیں، بڑی محبت سے پیش آتے ہیں، جامعہ سلفیہ کے تعاون کا خاص اہتمام کرتے ہیں، مدراس میں مسجد مبارک کا پورا انتظام و انصرام یہی خاندان کرتا ہے۔ جزاهم الله خيرا الجزاء۔

اخیر میں ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کے حق میں دعاء خیر کی اور اس کے ساتھ ہی اپنے خطاب کا بھی اختتام کیا۔

اخلاق وعادات:

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل بڑے خوش اخلاق ملنسار اور مرنجان مرنج شخصیت کے مالک تھے، بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے، ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۳ء تک مدینہ میں قیام کے دوران کئی بار مکہ جانے کا اتفاق ہوا قیام وطعام کا انتظام آپ ہی کرتے تھے۔ آپ کے یہاں مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری اور کئی دیگر علمائے کرام بھی مہمان ہوتے جب ڈاکٹر صاحب بنارس تشریف لاتے تو جامعہ سلفیہ کے مخصوص و بزرگ علمائے کرام کو کبھی عصرانہ اور کبھی عشائیہ پر بلاتے اور بڑی پرتکلف دعوت کرتے، صاحب زادے عبدالمحسن کی شادی میں بنارس کے ہر علاقہ کے لوگوں کو دعوت دی تھی، بنارس اور مضافات کے لوگوں نے بڑی تعداد میں ولیمہ میں شرکت کی تھی، جزاه الله خيرا۔

بیماری اور وفات:

ڈاکٹر صاحب موصوف رحمہ اللہ بیمار تو رہا کرتے تھے، آپ کو شوگر کا مرض تھا، علاج بھی برابر جاری تھا، معمول کے مطابق روزانہ جامعہ تشریف لاتے اور مختلف جگہوں میں ہونے والے امتحان کا جائزہ لیتے لیکن ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ آپ آناً فاناً اس دار فانی سے رخصت ہو جائیں گے۔

۲۶/محرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۲/دسمبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات حسب معمول جامعہ تشریف لائے اور مسجد کے تہ خانہ میں جہاں طلبہ کا امتحان ہو رہا تھا کافی دیر تک بیٹھے رہے، جب امتحان ختم ہوا تو دھوپ میں بیٹھ کر اساتذہ کے ساتھ محو گفتگو تھے، ظہر کی نماز جامعہ میں ادا کی، اس کے بعد گھر تشریف لے گئے، سب کچھ ٹھیک تھا، رات کو سینے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکلیف اٹھی اور دھیرے دھیرے بڑھتی گئی، نماز فجر کے وقت ایمبولنس آئی تا کہ اسپتال لے جایا جائے لیکن اس کی نوبت نہ آئی اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اس طرح آپ ۲۷/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳/دسمبر ۲۰۱۱ء بوقت ۶/بجے صبح جان جان آفریں کے حوالہ کردی، إنا لله و إنا إليه راجعون۔

اسی روز بعد نماز مغرب جناب مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس نے مدن پورہ روڈ پر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں شرکت کے لیے دہلی سے مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا اصغر علی سلفی حفظہ اللہ، مئو، مبارکپور کے مدارس کے علماء کرام جامعہ کے طلبہ واساتذہ کرام بنارس ومضافات بنارس سے کافی تعداد میں لوگ جنازہ میں شریک تھے۔ ۷/بجے شام اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں سپرد خاک کردئے گئے۔ اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله۔

ملک کے مختلف حصے میں آپ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے پسماندگان میں بیوی ایک لڑکا اور چھ لڑکیاں ہیں ماشاءاللہ آپ نے بھرا پرا خاندان چھوڑا ہے۔

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالمحسن حفظہ اللہ لیسانس کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد دام میں اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

نوٹ: ڈاکٹر صاحب سے متعلق بعض اہم معلومات آپ کے صاحبزادے عبدالمحسن صاحب نے فراہم کیں۔

مولانا سید جلال الدین احمد ہاشمی جعفری، بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۲۱ھ=۱۸۰۶ء وفات: ۱۲۷۹ھ=۱۸۶۳ء)

مولانا سید جلال الدین احمد ہاشمی، جعفری، بنارسی رحمۃ اللہ علیہ بنارس کے مشہور مقام چیت گنج کے محلّہ سرائے گوبردھن (۱) میں ۱۲۲۱ھ میں پیدا ہوئے، آپ ایک ایسے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جس میں کئی پشتوں تک علم کا چراغ روشن تھا۔

آپ کے والد محترم مولانا شاہ عبدالاعلیٰ (م ۱۲۷۴ھ) کی شادی ۱۲۲۰ھ میں ہوئی، شادی کے ایک سال بعد ۱۲۲۱ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، ابھی آپ کی عمر عزیز کا ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا کہ آپ کی والدۂ محترمہ اپنے مالک حقیقی سے جاملیں۔

نسب نامہ:

آپ جعفری وہاشمی کی نسبت سے مشہور ہیں آپ کا پورا شجرہ اس طرح ہے:

(۱) مولانا کے آبائی مکان پر ان کے ایک دور کے رشتہ دار عظمت محی الدین مرحوم کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا، وہاں بہت سارے پرانے خطوط ملے، ان خطوط میں پتہ اس طرح لکھا ہوا تھا: محلّہ مولویانہ، چیت گنج، محمد آباد۔

واضح رہے کہ بنارس کا پرانا نام محمد آباد تھا، مشہور مغل بادشاہ اکبر نے اپنے عہد حکومت میں بنارس کا نام محمد آباد رکھا تھا، مولویانہ کی وجہ تسمیہ یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ کے والد مرحوم، خود آپ اور آپ کے جتنے بیٹے اور پوتے تھے سب کے سب عالم دین اور بعض حافظ قرآن اور ساتھ ہی ساتھ عصری تعلیم سے بھی آراستہ تھے، غرض کہ پورا خاندان ہی مولوی، عالم تھا اس لیے اس محلّہ کا نام سرائے گوبردھن کے ساتھ مولویانہ بھی مشہور ہوا۔

مولانا کا وہ خاندان جہاں صدیوں علم وعمل کا چرچا، اور علماء کرام کا مرکز تھا، قال اللہ اور قال الرسول کی صدائے دلنواز بلند ہو رہی تھی، افسوس کہ آج وہاں سوائے ایک مسجد کے اور ایک دو مسلمان کے مکان کے سب پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے، ایک مدرسہ تھا، مدرسہ محمدیہ کے نام سے وہ بھی کھنڈر بن گیا ہے ایسے موقع پر یہ شعر یاد آتا ہے:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا جلال الدین بن مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بن مولانا حاجی شاہ کریم اللہ بن شاہ ظہور محمد بن شاہ جلال بن قاضی شاہ غلام مصطفیٰ بن قاضی شاہ قیام الدین بن شاہ عبداللہ بن قطب الأ قطاب شاہ محمد غوث گوالیاری بن شاہ خطیر الدین ظہور آبادی بن شاہ عبداللطیف بن خواجہ معین الدین قتال بن خطر الدین بن بایزید بن خواجہ فرید الدین عطار نیشاپوری بن ابوسعید بن صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حضرت حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہ۔(۱)

تعلیم وتربیت:

آپ کی نشو ونما اور تعلیم وتربیت بنارس میں ہوئی، اپنے والد محترم مولانا عبدالاعلیٰ بنارسیؒ (م۱۲۷۴ھ) اور مولانا احمد اللہ صاحب محدث بنارسیؒ سے اکثر علوم متعارفہ کی تحصیل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے کانپور و دہلی تشریف لے گئے، دہلی میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۶ھ) سے درسیات کی تکمیل کی، پھر مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ (م۱۲۸۶ھ) سے حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی، عمل بالحدیث اور اتباع سنت کا ولولہ بھی انہیں بزرگوں کے فیض صحبت سے پیدا ہوا۔(۲)

مولانا عبدالحئی لکھنویؒ آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”ثم اسند الحديث من الشيخ عبدالحق بن فضل الله العثمانى النيوتينى، واقتدى به فى رفض التقليد و العمل بالنصوص الظاهرة“(۳)

شیخ عبدالحق بن فضل اللہ عثمانی نیوتینی سے سند حدیث حاصل کی، ترک تقلید اور ظاہری نصوص پر عمل کا ولولہ بھی انہیں کی صحبت میں پیدا ہوا۔

(۱) تذکرۃ الاعلیٰ، ص:۳۰ (۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۳۴۵
(۳) نزهة الخواطر ۷/۱۳۶

مشغلہ:

تکمیل تعلیم کے بعد غازی پور میں حکومت سے وابستہ بعض اشخاص کے اتالیق مقرر ہوئے، پھر شہر بنارس میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، ایک مدت تک کوئنس کالج بنارس میں مدرس اعلیٰ رہے، آپ کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے، بڑے بڑے انگریز حکام نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا ہے۔

اعزاز واکرام:

آپ ہر دل عزیز تھے، بڑے رعب و دبدبہ اور وقار کے مالک تھے، لوگ آپ کا بڑا احترام کرتے تھے، وائسرائے کے دربار میں آپ کے لیے خاص کرسی لگتی تھی، ایسے اعزاز واحترام کے باوجود تواضع وانکساری اور استغناء کا یہ عالم تھا کہ اپنے لیے عہدہ کی ترقی ناپسند فرمائی۔(۱)

ذہانت وفطانت:

آپ متقی، پرہیزگار، پابند شریعت، عالم باعمل، قناعت پسند اور بے حد ذہین و فطین تھے، آپ کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ رمضان کے مہینہ میں ایک پارہ دن میں یاد کرتے اور رات کو تراویح میں سنا دیتے، چنانچہ مولوی رحمان علیؒ فرماتے ہیں: ”عامل بالحدیث ومتبع سنت نبوی قانع ومتقی بود، جید الحافظہ آں چناں بود کہ دریک روز یک پارہ کلام مجید حفظ نمودہ وقت شب بماہ رمضان بتراویح می خواند“۔(۲)

آپ پابند شریعت، عالم باعمل اور اسلامی تعلیمات ورروایات کے بڑے دلدادہ تھے، خاندان میں مہر فاطمی کا رواج آپ ہی کے سعی اور کوشش سے ہوا، دینیات کی طرف

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۳۴۶
(۲) تذکرہ علمائے ہند، ص:۴۱، تراجم علماء حدیث ہند، ص:۳۴۶، مرقع بنارس، ص:۲۴۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی توجہ بہت زیادہ رہی۔(۱)

آپ نے ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں حصہ لیا مگر حکومت وقت کی گرفت سے بچ گئے، اخبار آفتاب ہند مجریہ ۱۲/ جولائی ۱۸۵۲ء لکھتا ہے کہ ''آپ انگریزوں کے دشمن اور جنگ آزادی کے سپاہی ومجاہد تھے۔

مناظرہ:

آپ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ حامی سنت ماحی بدعت اور مناظر بھی تھے، سنت کے خلاف کسی چیز کو گوارا نہیں فرماتے تھے، چنانچہ فاتحہ خلف الامام کے سلسلے میں مولانا خرم علی صاحب سے آپ کا مناظرہ مشہور ہے، اسی موضوع پر آپ نے فارسی زبان میں رسالہ ''فاتحة الصواب في قراء ة فاتحة الكتاب'' محرم ۱۲۵۶ھ میں تصنیف فرمایا، پھر اسی کا خلاصہ اردو زبان میں زبدۃ الالباب کے نام سے فرمایا جو مطبع سعید المطابع دار انگر بنارس سے شائع ہوئی۔(۲)

تصانیف:

آپ کی تصنیفات میں فاتحۃ الصواب و زبدۃ الالباب کے علاوہ حسب ذیل کتابیں بھی ہیں:

زبدۃ القوانین، انبساط عبارۃ الکافیہ بالبیان الشافیہ، فرہنگ اخوان الصفا، قواعد اردو، القول المنصور، رکعات تراویح۔(۳)

اولاد:

آپ کی شادی اپنے ننہیال موضع آٹھ گھروا (سیدواڑہ) قصبہ بتھری ضلع غازی پور میں ہوئی تھی، جس سے چار اولاد ہوئی، نام ذیل میں درج ہے:

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۳۴۶ (۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۳۴۵

(۳) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۳۴۶، و اخبار آفتاب ہند

(۱) مولانا حمید الدین احمد (۲) مولانا سعید الدین احمد (۳) مولانا مجید الدین احمد (۴) مولانا شہید الدین احمد۔ ماشاء اللہ سبھی صاحب علم وفن گذرے ہیں۔(۱)

وفات:

یہ آفتاب علم وفن اٹھاون سال کی عمر پا کر ۱۲۷۹ھ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، إنا لله و إنا إليه راجعون.

موت التقى حياة لا انقطاع لها
قد مات قوم وهم في الناس احياء

(۱) تذکرۃ الاعلی، ص:۱۳،۱۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حبیب اللہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۰۴ھ=۱۸۸۶ء وفات: ۱۳۹۹ھ=۱۹۷۸ء)

نام ونسب: مولانا حبیب اللہ بن محمد فضل

آپ علوی پورہ کے مشہور محلّہ دوسی پورہ بنارس میں تقریباً ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں ہوئی، جامع مسجد گیان واپی میں مولوی واعظ الرحمٰن صاحب دینی تعلیم دیتے تھے، آپ نے فارسی اور عربی کی تعلیم کچھ دنوں تک ان سے بھی حاصل کی، اس کے بعد گھر سے بلا اطلاع کہیں چلے گئے اور اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، آپ نے الہٰ آباد عربی وفارسی بورڈ سے مولوی کی ڈگری حاصل کی اور مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران جامعہ صولتیہ میں حدیث پڑھی اور عالم کی سند حاصل کی۔(۱)

آپ شروع میں غالی قسم کے حنفی تھے، اور فراغت کے بعد مذہب حنفی کی ترویج و اشاعت کرتے رہے، اپنے موقف پر سختی سے قائم تھے اور اسی کو حق سمجھتے تھے، جب مولانا حیات اللہ صاحبؒ کا ۱۹۳۹ء میں انتقال ہوگیا تو اس علاقے میں ایک قسم کا خلا محسوس کیا جانے لگا، مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسیؒ (م۱۹۴۹ء) نے بڑھیادائی کی مسجد میں ایک میٹنگ طلب کی اور اس میں مولانا حبیب اللہ صاحب کو مدعو کیا، مولانا تشریف لائے، سیف بنارسیؒ (م۱۹۴۹ء) نے کہا کہ آپ قرآن وسنت کو مانتے ہیں تو اس کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے ، اگر آپ کو اس مذہب (مذہب اہلحدیث) کے حق ہونے میں کسی قسم کا شبہ ہوتو اپنے شکوک وشبہات کو پیش کیجئے، ان شاء اللہ آپ کو تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔سیف بنارسیؒ (م۱۹۴۹ء) کی مخلصانہ اور

(۱) بروایت جناب ڈاکٹر حاجی محمود صاحب

ہمدردانہ گفتگو سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مولانا کو شرح صدر ہوا اور آپ اہل حدیث ہوگئے۔ اہل حدیث ہوجانے کے بعد آپ نے مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م۱۹۴۹ء) سے خوب خوب علمی استفادہ فرمایا اور کتاب وسنت کا مطالعہ شروع کردیا اور آپ دین محمدی کے بےلوث خادم، سنت کے شیدائی اور مبلغ ہوگئے۔اشاعت توحید وسنت کے لیے اپنی زندگی وقف کردی اور تمام عمر دین حق کی تبلیغ میں لگے رہے۔(۱)

تبلیغ دین سے شوق اور دلچسپی کے ساتھ ساتھ دنیا سے استغنا وبے نیازی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کہتا کہ مولانا آج فلاں مقام پر تبلیغی پروگرام ہے اس میں آپ کی شرکت ناگزیر ہے، آپ فوراً تیار ہوجاتے اور گھر کا سارا کام کاج چھوڑ دیتے اور تبلیغ دین کے لیے نکل جاتے پیسے نہ ہوتے تو پیدل چل دیتے اور اپنا وعدہ پورا کرتے۔آپ کو نہ دنیاوی حرص وطمع تھی نہ لالچ۔

جناب عبداللہ صاحب جون پوری فرماتے ہیں کہ مولانا جون پور میں ایک شادی کی تقریب میں شریک ہوئے جس میں وعظ ونصیحت کا پروگرام بھی تھا، گھر والے تقریب میں الجھ گئے اور مولانا کی جانب سے غافل ہوگئے، ادھر مولانا بغیر کہے سنے وہاں سے بنارس کے لیے نکل پڑے، آپ کے پاس کرایہ کے لیے پیسہ تک نہ تھا اس لیے اپنی چھتری ایک بنیا کی دوکان پر گروی رکھ کر پیسے لیے اور بنارس کی راہ لی، جب اہل خانہ تقریب کی مشغولیات سے فارغ ہوئے اور مولانا کو تلاش کرتے کرتے بازار آئے تو پتہ چلا کہ مولوی صاحب اپنی چھتری گروی رکھ کر گھر تشریف لے گئے، لوگوں نے بنیا کو پیسے دے کر چھتری واپس لی اور جب مولانا دوبارہ تشریف لائے تو اہل خانہ نے معذرت کی، مولانا نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔

دعوت وتبلیغ کی راہوں میں بےشمار پریشانیاں ہیں، مصائب ومشکلات کا سامنا

(۱) بروایت عبدالرحمٰن دوسی پورہ، بنارس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا پڑتا ہے، ان سب کے باوجود ہمارے اسلاف اور بزرگان دین نے ہنستے اور مسکراتے ہوئے اس مقدس فریضہ یعنی فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو انجام دینے کی انتھک کوشش کی، جس کی ادائیگی کی بنیاد پر اس امت کو خیر امت کا لقب ملا۔ لیکن آج تمام تر سہولیات وذرائع اور کثرت افراد کے باوجود تبلیغ دین کی طرف وہ توجہ نہیں جس کا یہ مقدس فریضہ متقاضی ہے، ذمہ داران جماعت اور علماء کرام کو اس جانب توجہ مبذول کرنی چاہئے۔

مولانا کے تبلیغی مراکز:

مولانا اکثر وبیشتر مرزاپور، گھوسیا، لوہتہ، بھدوہی، ببری، بجرڈیہہ اور جون پور کے مختلف دیہی علاقوں میں دعوت وتبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جن جن علاقوں میں دعوت وتبلیغ کے لیے آپ کی آمد ورفت تھی وہاں آپ نے اچھے اثرات چھوڑے اور آپ کی کوششوں سے بہت سے لوگوں نے مسلکِ سلف کو قبول کیا۔

جناب حاجی محمد زکریا صاحب ساکن بجرڈیہہ فرماتے ہیں کہ مولانا حبیب اللہ ان علاقوں کا تبلیغی دورہ زیادہ کرتے تھے جن علاقوں میں مولانا حیات اللہؒ (م۱۹۳۹ء) جایا کرتے تھے، آپ مولانا کی زبان سے سنا ہوا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ’’ایک مرتبہ تبلیغ کے لیے آپ گھوسیا تشریف لے گئے وہاں سے جب واپس ہوئے تو راستے میں سخت بھوک محسوس ہوئی، مولانا کے پاس صرف ایک چونّی تھی مولانا نے بھڑ بھونج کی دوکان سے بھنے ہوئے چنے خریدے اور چونی اس کے حوالہ کی، دکان دار نے کہا کہ مولانا چونی نقلی ہے، کہا بھائی میرے پاس اس کے علاوہ پیسہ نہیں ہے اور یہ کہتے ہوئے بھونا واپس کردیا، گھوسیا سے علوی پورہ (بنارس) تک کافی لمبی مسافت طے کرنی تھی وہ بھی بھوکے رہ کر، مولانا سوچ رہے تھے کہ اگر کوئی یکہ بان مل جاتا تو اس سے کرایہ طے کرکے بیٹھ جاتا اور گھر پہونچ کر کرایہ ادا کردیتا، حسن اتفاق سے ایک یکہ

بان مل گیا کرایہ طے ہوگیا اور مولانا سوار ہوکر چل پڑے، راستے میں یکہ بان سے بات چیت ہونے لگی، یکہ بان نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ مولانا نے بتلایا کہ تبلیغ کی غرض سے گھوسیا آیا تھا تو یکہ بان نے کہا کہ ہم لوگ تو مولانا حیات اللہ صاحبؒ (م۱۹۳۹ء) کو مانتے ہیں، وہ بڑے بزرگ، دین دار اور نیک تھے، دعوت و تبلیغ کا فریضہ انہوں نے خوب انجام دیا اور کتاب وسنت کی تعلیم کو پھیلایا اللہ ان کو جنت نصیب کرے، مولانا نے یکہ بان کی بات سننے کے بعد فرمایا کہ میں ان کا قریبی رشتہ دار ہوں، بس یکہ بان یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور مولانا کو گلے سے لگایا، اور راستے میں خوب کھلایا، پلایا اور بخیر وعافیت گھر تک پہونچا دیا اور کرایہ نہیں لیا، مولانا نے بہت اصرار کیا، لیکن اس نے کہا میں مولانا کے رشتہ دار سے پیسہ لوں یہ نہیں ہوسکتا‘‘ جس وقت میں نے یہ واقعہ سنا تو میری زبان سے بے ساختہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانگی ہوئی یہ دعا نکل پڑی ’’رب إنّي لما أنزلت إليّ من خير فقير‘‘۔(۱)

دعوت وتبلیغ کا کام بڑی محنت ومشقت کا طالب ہے، راحت پسندی اور عیش کوشی سے یہ کام نہیں ہوسکتا، ہمارے اسلاف اور بزرگان دین نے اس راہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں، آج ہندوستان میں قال اللہ اور قال الرسول کی جو صدائے دل نواز مشام جاں کو معطر کررہی ہے، اور کتاب وسنت کی روشنی میں جو فتاوے پوچھے جارہے ہیں وہ انھیں علماء کرام اور بزرگان کی انتھک کوششوں اور بے لوث تبلیغی خدمات کا ثمرہ ہیں۔

آپ مقامی طور پر بڑھیا دائی کی مسجد کے مستقل خطیب تھے اور ۱۹۳۹ء سے ۱۹۶۰ء تک آپ نے باقاعدہ خطابت کا فریضہ انجام دیا، جب مولانا علی احمد بنارسیؒ (م۱۹۸۷ء) نے جمعہ کا خطبہ دینا شروع کردیا تو مولانا نے فرمایا اب آپ ہی خطبہ دیا

(۱) القصص: ۲۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں، پھر مولانا مختلف دیہی علاقوں میں جانے لگے بعد میں آپ اکثر وبیشتر گھوسیا میں خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے اور وہاں عیدین کے امام بھی تھے، اہل گھوسیا آپ کی بڑی قدر کرتے تھے، خصوصاً حاجی محمود صاحب آپ کے بڑے قدرداں تھے۔

جب آپ حنفی سے اہل حدیث ہوئے تو بڑی سختی اور پابندی سے سنت پر عمل پیرا رہے، اس سلسلے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ بالکل نہیں کی، آپ نماز جنازہ باآواز بلند پڑھاتے، اسی طرح آپ کتاب وسنت پر سختی سے عمل پیرا تھے۔

راقم نے غالباً ۱۹۷۴ء میں مولانا موصوف کو ایک تقریب نکاح میں نکاح پڑھاتے دیکھا تھا، خطبۂ نکاح کے بعد آپ نے مختصر تقریر کی تھی جس میں نکاح کی افادیت اور اہمیت پر روشنی ڈالی تھی، آپ کے انداز بیان سے دینی غیرت وحمیت کا پتہ چلتا تھا۔

آپ بڑے خوددار اور غیور تھے، ان میں دینی غیرت وحمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اسی لیے آپ کی دعوت وتبلیغ بڑی ہی مؤثر ہوتی تھی، آپ کی تبلیغی کوششوں سے بہت سے لوگ خوش خیال ہوگئے اور عقائد میں قدرے اصلاح ہوگئی، پیر پرستی، قبر پرستی اور تعزیہ پرستی سے تائب ہوگئے اور کچھ لوگ اعلانیہ اہل حدیث ہوگئے۔

اہل حدیث مذہب قبول کرنے والے افراد کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱- جناب رحمت اللہ صاحب

۲- جناب عبداللہ صاحب

۳- جناب محمد اسلم صاحب وغیرہ(۱)

مناظرہ:

اخبار اہل حدیث دہلی مجریہ یکم و ۱۵/مئی ۱۹۵۷ء میں آپ کے ایک مناظرہ کا

(۱) بروایت جناب ماسٹر حمید اللہ صاحب جون پوری

حال بیان کیا گیا ہے، راوی ماسٹر حمید اللہ صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں:

موضع گڑہر ڈاک خانہ کج گاؤں ضلع جون پور میں چند لوگوں کے علاوہ باقی پورا گاؤں حنفی المذہب تھا اور کچھ لوگ ایسے تھے جو اہل حدیث تو نہیں تھے لیکن اہلحدیثوں سے نفرت بھی نہیں کرتے تھے اور حق کے متلاشی تھے، اسی بستی میں ایک پیر صاحب عرصہ سے حلوا مانڈا کھاتے آرہے تھے اور خوب نذرانہ وصول کرتے تھے اور اہل حدیثوں کو خارج از اسلام بتلاتے تھے، جب گاؤں والوں میں سے کسی اہلحدیث سے بحث ہوتی اور گاؤں والے جواب نہ دے پاتے تو کہہ دیتے کہ پیر صاحب جب تشریف لائیں گے تب وہ جواب دیں گے۔ اتفاق سے ۴، ۵/ مارچ ۱۹۵۷ء کو موضع گڑہر میں پیر صاحب آہی گئے، ان لوگوں نے ان کے سامنے مذہب اہل حدیث کے متعلق گفتگو شروع کی اور یہ بھی کہا کہ پیر صاحب اگر آپ کہیں تو ماسٹر حمید اللہ (م ۲۰۰۶ء) جو اہل حدیث شخص ہیں ان کو بلوائیں، آپ اس کے سامنے مذہب اہل حدیث کو نیا مذہب اور اہل حدیثوں کو خارج از اسلام ثابت کردیں تب تو ٹھیک ہے ورنہ ہم لوگ آپ کی باتوں کو غلط سمجھیں گے اور مذہب اہل حدیث کو برحق سمجھیں گے، پیر صاحب نے ناک بھوں چڑھا کر کہا فوراً آدمی بھیج کر بلاؤ تاکہ میرے سامنے حق وباطل کا فیصلہ ہوجائے ورنہ تم سب بہک جاؤ گے، اسی وقت بستی والوں نے فوراً میرے پاس ایک آدمی روانہ کیا اور کہا کہ پیر صاحب آئے ہوئے ہیں آپ تشریف لے چلیں، حمید اللہ صاحب نے پوچھا کیا پیر صاحب رہیں گے یا چلے جائیں گے کہا نہیں ابھی تو وہ دو ہفتے تک رہیں گے تب حمید اللہ صاحب نے فرمایا کہ ۸/ مارچ کو بعد نماز عشاء ان شاء اللہ آؤں گا۔

حسن اتفاق سے مولوی حبیب اللہ ؒ ۷/ مارچ بروز جمعرات منڈیاہوں میں مل گئے، سارا قصہ بیان کیا اوران کو بھی اپنے ساتھ گڑہر چلنے پر تیار کرلیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸/ مارچ کو دس بجے مع مولوی حبیب اللہ بنارسیؒ اپنے گھر سے چلے، گوپال پور میں جو موضع گڑہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے جمعہ کی نماز ادا کی، بعد نماز گوپال پور کے دو اہل حدیث اور ساتھ ہوگئے، جب سب لوگ گاؤں میں پہونچے اور پیر صاحب کو معلوم ہوگیا کہ اہل حدیث حضرات آگئے تو بے حد گھبرا گئے، گھبراہٹ و پریشانی کا یہ عالم تھا کہ ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھا سکے، جب پیر صاحب سے درخواست کی گئی کہ مناظرہ کے لیے وہ لوگ تیار ہیں آپ تشریف لے چلیں تو حواس باختہ ہوکر کہا تم لوگ کرایہ اور خرچ کا انتظام کرو میں جاکر چند مولویوں اور کچھ کتابیں لے کر آؤں گا تب مناظرہ کروں گا، لوگوں نے پوچھا پیر صاحب! کیا آپ مولوی نہیں ہیں؟ جب آپ علم نہیں رکھتے تو ہم لوگوں کو کیوں مرید کرتے ہیں، آخر آپ کیسے پیر ہیں جو دوسرے مولویوں کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں، یہ لوگ واپس آکر کہنے لگے کہ پیر صاحب تو بھاگ رہے ہیں تو حمید اللہ صاحب نے کہا کہ آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ کون حق پر ہے؟ گاؤں والوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگ سمجھ گئے، جب گاؤں والوں کو معلوم ہوا کہ اہل حدیثوں کے ساتھ مولوی حبیب اللہ بنارسیؒ بھی ہیں تو ایک بار پھر پیر صاحب سے درخواست کی اور زور لگایا کہ پیر صاحب لیجئے کرایہ آپ جون پور جاکر مولوی لے آئیں، انہوں نے کہا کہ مزید روپیہ دو تو ہم جائیں گے اس پر لوگوں کو غصہ آگیا اور لعن طعن کی بوچھار پیر صاحب پر شروع کردی، آخر گاؤں کے لوگوں نے سب کو روکا، رات میں مولانا کی سنت نبوی کے موضوع پر بڑی زوردار تقریر ہوئی، مولانا بنارسیؒ کی تقریر سے اہل گڑہر بہت متاثر ہوئے اور آئندہ بھی اپنے یہاں آنے کی استدعا کی اور پیر صاحب کا نذرانہ بند کردیا، اس طرح اہلحدیثوں کی فتح ہوئی، مولانا موصوف تقریر کے ساتھ تحریر کا بھی ذوق رکھتے تھے، ماہنامہ رسالہ ''الفلاح'' مجریہ نیا چوک بنارس میں آپ کبھی کبھار مضامین بھی لکھا کرتے تھے، آپ نے اپنی زندگی

کتاب وسنت کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کردی تھی۔

دین کی خدمت کرتے ہوئے بالآخر حق کا یہ داعی ۶ بج کر ۲۰ منٹ بوقت شام بروز چہارشنبہ ۱۹۷۸ء میں اپنے مالک حقیقی سے جاملا، نماز جنازہ مولانا عبدالوحید سلفی صاحبؒ سابق ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم، بنارس (م ۱۹۸۹ء) نے بعد نماز ظہر پڑھائی، اور اپنے خاندانی قبرستان واقع سالار پورہ میں مدفون ہوئے، اللھم اغفرله وارحمه۔

مراجع

(۱) اخبار ''اہلحدیث'' دہلی مجریہ یکم، و ۱۵/ مئی ۱۹۵۷ء
(۲) رسالہ ''الفلاح'' مجریہ نیا چوک، بنارس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم حیات اللہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۷۶ھ=۱۸۵۹ء وفات: ۱۳۵۸ھ=۱۹۳۹ء)

مولانا حکیم حیات اللہ بن رمضان بن صفی اللہ بنارسیؒ۔

آپ بنارس شمالی کے محلّہ دوسی پورہ کے ایک متوسط گھرانے میں تقریباً ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی، محلّہ کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ کو عربی وفارسی تعلیم کے لیے شاہی مسجد گیان واپی میں داخل کردیا گیا اور تقریباً ۱۸۸۰ء میں آپ تعلیم سے فارغ ہوئے، ۱۸۸۲ء میں مولانا محمد سعید محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۴ء) بنارس تشریف لا چکے تھے، آپ کی تبلیغی سرگرمیاں جاری تھیں، لوگ کتاب وسنت سے قریب ہورہے تھے، تقلیدِ جامد کا طلسم ٹوٹ رہا تھا، حسن اتفاق کہ آپ کی ملاقات محدث بنارسیؒ سے ہوگئی اور ان کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے آپ کے اندر کتاب وسنت کا ذوق پیدا ہوگیا، آپ مولانا سے بخاری شریف کا درس لینے لگے، آپ کے والد بزرگوار کو قطعاً یہ پسند نہیں تھا کہ آپ محدث بنارسی کی صحبت میں بیٹھیں یا حدیث کا درس سنیں اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اور آپ کے والد حنفی تھے اور آپ کے والد کو اس بات کا خوف تھا کہ محدث بنارسیؒ کی صحبت میں رہنے سے کہیں یہ اہل حدیث نہ ہوجائے، لیکن رکاوٹوں اور بندشوں کے باوجود آپ محدث بنارسیؒ سے حدیث کا درس لیتے رہے، آپ نے بخاری شریف کی جلد کو توڑ دیا اور جب کاروبار کے لیے چوک جانے لگتے تو دو ورق اپنی صدری یا اپنی چادر میں چھپا لیتے اور کمپنی گارڈن میدا گن میں جاکر بخاری شریف کا درس لیا کرتے، دھیرے دھیرے آپ مستقل طور پر مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ کے گھر جانے لگے اور انھیں سے بخاری شریف پڑھی اور اہل حدیث ہوگئے۔

فراغت کے بعد کاروبار میں لگ گئے لیکن تبلیغ سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے، تبلیغی جذبہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اخلاص کا یہ عالم تھا کہ انجام کی پرواہ کئے بغیر جہاں چاہتے چلے جاتے اور لوگوں کو کتاب وسنت کا پیغام سناتے۔

آپ سنت کے شیدائی اور بدعت کے سخت مخالف تھے، مقامی طور پر آپ مستقل مسجد بڑھیادائی (۱) کے خطیب تھے، اور آپ نے اسی مسجد میں پندرہ شعبان کی شب میں تبلیغی پروگرام شروع کیا جو آج تک جاری ہے، ہر جمعرات کو بڑی بازار میں کبیر مختار کے میدان میں کھڑے ہوجاتے اور گھنٹوں تقریر کرتے رہتے، بڑھیادائی کی مسجد میں جمعہ پڑھانے کے بعد بھی نیچی باغ گھنٹہ گھر چلے جاتے اور سڑک پر کھڑے ہوکر تقریر کرنے لگتے۔ کچھ دنوں تک آپ نے عیدگاہ اہل حدیث شکرتالاب کی امامت بھی کی، ۱۸۹۱ء میں آپ نے بڑھیادائی مسجد کی توسیع کرائی جس میں رئیس بنارس حاجی حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ کا بھی بھرپور تعاون شامل رہا۔ (۲)

''اہل حدیث امرتسر'' میں قاری احمد سعیدؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ''آپ بنارس کے مشہور اور پرانے واعظ اور والد ماجد مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ کے اولین تلامذہ میں سے تھے، اشاعت توحید وسنت کے لیے اپنی زندگی گویا وقف کرچکے تھے، اور تمام عمر اس کی تبلیغ میں لگے رہے۔'' (۳)

قاری صاحب مرحوم کے مذکورہ بیان سے مولانا کے اخلاص، اور جذبۂ اشاعت

(۱) **مسجد بڑھیادائی کی وجہ تسمیہ:** مولانا حیات اللہ صاحبؒ کے خاندان میں ایک خاتون تھیں جو رشتے میں مولانا کی دادی ہوتی تھیں، انتہائی نیک اور خدمت گذار تھیں اسی وجہ سے ان کو بڑھیادائی کا لقب ملا، اس نیک خاتون نے اپنی گاڑھی کمائی سے ایک زمین خریدی تھی جس پر مسجد تعمیر ہوئی، جس کو اس بوڑھی خاتون کی طرف منسوب کرکے مسجد بڑھیادائی کہا جانے لگا۔

(۲) بروایت حاجی ڈاکٹر محمود صاحب ساکن دوسی پورہ

(۳) اہل حدیث امرتسر، مجریہ ۶/ اکتوبر ۱۹۳۹ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کا پتہ لگتا ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دین کی اشاعت، توحید کا بول بالا اور مذہب حقہ کی ترویج کا کس قدر شوق اور جذبہ تھا۔

آپ کے تبلیغی جذبے کا یہ عالم تھا کہ اپنے دوست حاجی حسن کو ساتھ لے لیتے اور بنارس سے باہر چلے جاتے، آپ عام طور سے مرزا پور، جون پور، بنی پور، گھوسیا، لوہتہ، بجرڈیہہ وغیرہ میں سے کسی ایک جگہ چلے جاتے، اور گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کرتے اور تبلیغ شروع کر دیتے۔

ماسٹر عبدالحمید جون پوری رحمہ اللہ (سابق مدرس جامعہ رحمانیہ بنارس) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”آپ اکثر و بیشتر جون پور کے مختلف علاقوں میں تشریف لاتے تھے، تبلیغ کے بڑے شوقین تھے، شیریں بیان واعظ تھے، قرآن وسنت کی روشنی میں تقریر کیا کرتے تھے، تقریر میں بڑی تاثیر ہوا کرتی تھی، دوران تقریر سکوت وسناٹا ہوتا اور پورے مجمع پر چھا جاتے، خود اپنا پیسہ خرچ کرتے بلکہ بسا اوقات لوگوں میں شیرینی بھی اپنے ہی پیسے سے تقسیم کرتے۔“

ماسٹر صاحب کا کہنا ہے کہ جون پور کے مختلف گاؤں اور دیہات میں اہلحدیثیت مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ اور مولانا حیات اللہ بنارسیؒ کی تبلیغی کوششوں سے پھیلی ہے۔

۱-رہٹی ۲-پوریوں ۳-کوٹھواں ۴-مخدوم پور ۵-پالی ۶-چراری ۷-بدلہ پور ۸-شدنی ۹-اونچنی کلاں، کراکت وغیرہ میں آج جو اہل حدیث نظر آرہے ہیں انھیں بزرگوں کی تبلیغی کوششوں کا ثمرہ ہے، جب تک آپ حیات تھے اپنے مختلف ساتھیوں کے ساتھ تبلیغ کی غرض سے برابر آتے رہے۔

ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ جون پور رہٹی میں مدرسہ کا نام مکتب اسلامیہ تھا، ماسٹر اشرف جون پوریؒ نے بمبئی سے لکھا کہ مدرسہ کا نام بدل دیا جائے اور اپنی پسند کے چند نام بھی بھیجے لیکن میں نے سوچا کہ مولانا حیات اللہؒ نے مدرسہ کو فروغ دیا ہے

اور اس کی ترقی کے لیے کام کیا ہے، اس لیے میں نے ان کے نام پر مدرسہ کا نام چشمۂ حیات رکھ دیا۔

بجرڈیہہ کے حاجی محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بجرڈیہہ میں سب بریلوی تھے، اہل حدیثوں کا کوئی وجود نہ تھا لیکن مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ اور مولانا حیات اللہؒ کی تبلیغی کوششوں سے لوگ اہل حدیث ہوئے اور اب تو ماشاء اللہ اہل حدیثوں کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے اور اس وقت بجرڈیہہ میں جماعت کی سات مسجدیں ہیں۔

موصوف کی تصانیف میں دو کتابوں کا پتہ چلتا ہے ”ثبوت رفع الیدین من فعل نبی الثقلین“ پندرہ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ ہے جو سلیمانی پریس مچھودری سے شائع ہوا ہے۔ دوسرا کتابچہ ”قرأت خلف الامام“ کے موضوع پر ہے اور مسودے کی شکل میں موجود ہے۔

مولانا حیات اللہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے مخلص، بے لوث اور دیندار تھے، کتاب و سنت کی تبلیغ کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا۔ آپ نے ۱۹۲۴ء میں حج کیا ۱۹۳۸ء کے اوائل میں فالج کا حملہ ہوا، علاج ومعالجہ کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ آخر وقت موعود آپہونچا اور اکتوبر ۱۹۳۹ء میں بعمر ۸۰/ سال دار فانی سے دار بقاء کو سدھار گئے، آپ کی نماز جنازہ مناظر اسلام مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ نے پڑھائی، اور اپنے خاندانی قبرستان مقبرہ دوسی پورہ میں مدفون ہیں۔

مرحوم نے ۲/لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں، لڑکوں میں ڈاکٹر حاجی احمد اور ڈاکٹر حاجی محمود ہیں جو دوسی پورہ اپنے آبائی مکان میں مطب چلا رہے ہیں اور ثانی الذکر بڑھیا دائی کی مسجد میں امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔(۱)

(۱) مولانا کے بارے میں بعض معلومات عبدالرحمٰن اور امتیاز احمد دوسی پورہ نے فراہم کیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حمید الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۲۵۰ھ=۱۸۳۴ء وفات:۱۳۰۸ھ=۱۸۸۰ء)

نام ونسب:

مولانا سید حمید الدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن شاہ عبدالاعلیٰ بن مولانا کریم اللہ بن شاہ ظہور بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، آپ کی ولادت ۱۲۵۰ھ میں بنارس کے مشہور علاقہ محلّہ سرائے گوبردھن چیت گنج میں ہوئی اور یہیں نشوونما پائی، آپ کا گھرانہ شریف، دیندار اور علمی تھا۔

تعلیم:

آپ نے علوم وفنون کی تحصیل اپنے دادا مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بنارسی (م۱۲۷۴ھ)، اپنے والد ماجد سید جلال الدین احمد بنارسی (م۱۲۷۹ھ) اور مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۸۶ھ) سے کی فن طب کی کتابیں حکیم نعمت علی صاحب سے پڑھیں، اور مزید ترقی علم اور تکمیل فنون کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے گئے۔

درس وتدریس:

تکمیل علوم کے بعد آپ سب سے پہلے ''پٹنہ'' میں سب ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر مامور ہوئے، پھر اپنے والد ماجد سید جلال الدین احمد بنارسیؒ کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر کوئنس کالج (گورنمنٹ انٹر کالج) میں مدرس ہوگئے، وہاں ایک طویل عرصہ تک پڑھایا، اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔

علماء کا مرکز:

آپ کا گھرانہ علم دوستی، سخاوت وفیاضی اور علماء کی قدردانی میں اپنی مثال آپ

تھا، ہندوستان کے نامی گرامی علماء کرام جب بنارس تشریف لاتے تو آپ ہی کے دولت کدہ پر قیام فرماتے، مولانا عبدالعزیز مچھلی شہری رحمۃ للہ علیہ (م۱۳۲۴ھ) مولانا محمد ابراہیم بن ناظر عبدالعلی صاحب آروی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۱۹ھ) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۳۷ھ) وغیرہ اجلۂ علماء اہل حدیث آپ ہی کے یہاں فروکش ہوتے، خوب علمی چرچا ہوتا۔

اتباع سنت:

آپ بڑے نیک، متقی، پرہیزگار اور تہجد گذار تھے، طبیعت میں تواضع کے ساتھ نفاست پسندی تھی، آپ کا ہر عمل اتباع سنت کا نمونہ تھا، رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، عامل بالحدیث تھے، بدعات وخرافات سے سخت تنفر تھا، اپنے استاد مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہمیشہ رہا کرتے تھے آپ خود فرماتے کہ ''میں نے قرآن سے لے کر آخر تک سب کچھ مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا ہے، اور ہمیشہ ان کی خدمت میں رہا'' اپنے والد ماجد کی طرح عمل بالحدیث کا خاص ولولہ رکھتے تھے، عمل کی طرف زیادہ راغب تھے بایں وجہ کوئی تصنیفی خدمات انجام نہ دے سکے۔ بنارس کی مشہور عیدگاہ فاطمان (۱) آپ کی یادگار ہے۔

اولاد:

موصوف کثیر الاولاد تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ لڑکیاں اور چار لڑکے عطا فرمائے، لڑکوں کے نام یہ ہیں (۱) رشید الدین احمد (۲) نصیر الدین احمد (۳) نذیر الدین احمد (۴) منیر الدین احمد۔

(۱) جو اس وقت کاشی ودیاپیٹھ کے پچھم جانب لب روڈ واقع ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات:

۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں دارفانی سے دار بقا کو سدھار گئے، اللھم اغفرله وارحمه، اور بنارس کی مشہور قبرستان ''باغ فاطمان'' میں مدفون ہوئے۔

مراجع

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند،ص:۳۴۸
(۲) تذکرہ مشائخ بنارس،ص:۶۸
(۳) عظمت محی الدین ساکن سرائے گوبردھن نے بعض تفصیل فراہم کی۔

مولانا حیات محمد بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۷۹ھ=۱۸۶۲ء وفات: ۱۳۴۱ھ=۱۹۲۳ء)

نسب نامہ:

مولانا حیات محمد بن شاہ فقیر محمد بنارسی کی ولادت باسعادت ۱۲۷۹ھ میں شمالی بنارس کے محلّہ ہنومان پھاٹک میں ہوئی، یہیں نشوونما پائی اور تعلیم حاصل کی۔

تعلیم:

فارسی اور طب کی کتابیں حکیم خدا بخش بنارسیؒ سے پڑھیں، عربی ادب اور علم منطق کی کتابیں مولانا علی جواد (مجتہد شیعی) بنارسی سے پڑھیں، فقہ، اصول فقہ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب حنفی بنارسیؒ اور قطب الدین حنفی بنارسیؒ سے استفادہ کیا، اور دیگر علوم حکیم بدرالدین بنارسیؒ سے حاصل کئے۔

آپ شروع میں حنفی تھے اور فراغت کے بعد مذہب حنفی کی ترویج واشاعت کرتے رہے اور اسی پر سختی سے قائم تھے، اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوئی، شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، حدیث کا درس لیا اور اہل حدیث ہوگئے۔

شیخ الحدیث سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ کس طرح پیش آیا اسے حاجی ثناء اللہ مرحوم جو مولانا کے ہاتھ پر اہل حدیث ہوئے تھے، مولانا کی زبانی سنا ہوا واقعہ یوں بیان فرماتے تھے:

''میں نے ایک روز خواب دیکھا کہ کشتی میں دریا کا سفر کررہا ہوں، ایک بزرگ تشریف لائے انہوں نے کہا میاں حیات محمد اپنی کتاب کسی اور کو سنا دیجئے، اس کے بعد مولانا کی آنکھ کھل گئی، اس زمانے میں دہلی حدیث کا مرکز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کا درس حدیث جاری تھا، بے شمار طالبان حدیث آپ سے استفادہ فرما رہے تھے، مولانا کے ذہن میں آیا کہ چلو میاں صاحب کی خدمت میں چلا جائے، آپ کمخواب کی تجارت کرتے تھے، آپ نے اپنا کاروبار بند کر دیا اور سارا اثاثہ فروخت کر کے طلب حدیث کے لیے سفر دہلی کی تیاری کرنے لگے، آپ نے ایک ٹٹو خریدا اور اس سے سفر کرتے ہوئے مرکز علم حدیث دہلی پہونچے، میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، میاں صاحب نے آپ کی بڑی عزت افزائی فرمائی، آپ ان کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہ کر فیض یاب ہوتے رہے، آپ نے سند حدیث حاصل کی، اللہ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی اور اہلحدیث ہو گئے''۔(۱)

مولانا ابویحیٰ امام خاں نوشہرویؒ اپنی کتاب ''تراجم علماء حدیث ہند'' کے ص:۳۶۵ پر رقمطراز ہیں:

''مولانا حیات محمدؒ حضرت میاں صاحب دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تفسیر اور حدیث کی تمام کتابیں پڑھ کر ۱۳۱۰ھ میں سند حاصل کی، آپ نے شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی محدثؒ (م ۱۳۲۷ھ) سے بھی حدیث کی سند لی اور اہل حدیث بن کر بنارس واپس آئے۔''

آپ کے اساتذہ میں قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہریؒ (م ۱۳۲۴ھ) کا نام نامی بھی ملتا ہے۔ مولانا حیات محمد بنارسیؒ نے قاضی صاحبؒ سے ۱۳۱۱ھ میں سند اجازہ حاصل کی، اس سلسلے میں قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہریؒ فرماتے ہیں:

"قد سمع منّی اولًا مسلسلًا هذا الحديث (يعنى حديث

(۱) بروایت مولانا حکیم دیدار احمد صاحب مظہری قطبن شہید، بنارس

"الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالىٰ ارحموا من فى الأرض يرحمكم من فى السماء) المولوى حيات محمد البنارسى فأجزته ان يرويه عنى بالشروط المعتبرة عند المهرة وأسأل الله سبحانه أن يعيننى وإياه على كلمة الإخلاص و التقوىٰ فى السر والعلانية وأن يختم لنا بخير وصلى الله عليه وآله وسلم أجمعين، والحمد لله رب العالمين، وكان ذلك فى شعبان ١٣١١ھ الف وثلث مائة واحدى عشرة من الهجرة.

كتبه محمد بن عبد العزيز الجعفرى المدعو بشيخ محمد بخطه، المكلل بالأولوية فى المسلسل بالأولية للقاضى الفاضل المسند الأوحد العلامة الشيخ محمد الهاشمى الجعفرى القاضى فى بهوپال."

درس وتدریس:

فراغت کے بعد آپ نے دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس کو اپنا مستقل مشن بنالیا تھا گویا آپ نے اپنی زندگی دعوت وتبلیغ اور کتاب وسنت کی اشاعت کے لیے وقف کر دی، آپ بی بی راجا سلطانہ رضیہ بیگم کی شاہی مسجد (۱) (واقع لب روڈ چوک بنارس) میں متولی کی اجازت سے درس دیا کرتے تھے، ہر علم وفن کی کتابیں پڑھانے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

تبلیغی سرگرمیاں:

حاجی ثناء اللہ صاحب مرحوم فرماتے تھے ''مولانا اپنے علاقہ میں تنہا اہل حدیث

(۱) شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ) کا قافلہ جس وقت بنارس وارد ہوا تھا اسی مسجد میں مقیم تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، تقلید جامد کا دور دورہ تھا، لوگ بدعات وخرافات اور شرک میں مبتلا تھے، قبر پرستی، پیر پرستی اور تعزیہ داری مسلمانوں کا عام معمول تھا، ایسے وقت میں مولانا تنہا مرد مجاہد کی حیثیت سے میدان میں آئے اور توحید کا علم بلند کیا، کتاب وسنت کی اشاعت کی اور ہر باطل کا مردانہ وار مقابلہ کیا، قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دل نواز بلند کی، اس سلسلے میں بڑی پریشانیاں، مشکلات اور مصائب وآلام سے دور چار ہونا پڑا پھر بھی آپ چٹان کی طرح جمے رہے اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کی۔(۱)

مولانا نوشہرویؒ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

''آپ شیریں بیاں واعظ اور خوش الحان مقرر تھے، آواز بہت باریک تھی، مدن پورہ کی جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب تھے۔''

مولانا موصوف عامل بالحدیث، سلفیت کے پرجوش داعی اور مبلغ تھے، پوری عمر کتاب وسنت کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں گزاردی، آپ احیاءِ سنت کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے، سنت کی مخالفت گوارہ نہ تھی، شرک اور بدعت سے سخت متنفر تھے، بیشتر اوقات کتاب وسنت کے مطالعہ میں مصروف رہتے، مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م۱۹۰۴ء) کے دست بازو رہے، آپ کی تبلیغ سے بے شمار لوگوں کو فائدہ پہنچا اور بہت سے لوگ شرک وبدعات سے تائب ہو کر کتاب وسنت کے عامل اور پکے مؤحد بن گئے۔

اس پیکر اخلاص، حامی سنت، ماحی بدعت کے بارے میں مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس فرماتے ہیں:

''آپ کو کباب اور ارہر کی دال بہت پسند تھی جب آپ جمعہ پڑھانے کے لیے تشریف لاتے تو رئیس بنارس حاجی حافظ عبدالرحمنؒ (م۱۹۳۵ء) خاص

(۱) بروایت جناب مولانا حکیم دیدار احمد صاحب بنارس

طور سے اس دن آپ کے لیے آپ کے پسندیدہ کھانے کا اہتمام کرتے، اس زمانے میں آپ کو مدن پورہ سے پندرہ روپئے مشاہرہ بھی ملتا تھا جب لوگوں نے کہا کہ آپ کی تنخواہ میں دو روپئے کا اضافہ کیا جاتا ہے تو آپ نے بڑی بے نیازی سے فرمایا: میرا کام پندرہ روپئے میں چل جاتا ہے، مزید رقم بڑھانے کی ضرورت نہیں، یہ تھے ہمارے اسلاف جو دنیا سے کس قدر بے نیاز تھے۔''

تصنیف:

مولانا درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، آپ کی تصانیف میں ''فاتحہ خلف الامام'' اور ''سیر دہلی'' کا پتہ چلتا ہے۔(۱)

آپ کا ایک اور رسالہ مجھے دستیاب ہوا جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا نام ''جمع المسائل والعقائد لمشتهری جامع الشواهد'' ہے جس میں احناف کے ۷۵/ مسائل حنفی کتابوں سے اور اسی کے بالمقابل اہل حدیث کے مسائل کو حدیث کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ پرنٹر سلیمانی پریس محلّہ گائے گھاٹ بنارس سے طبع ہوا ہے، یہ رسالہ مجھے جناب مولانا حکیم دیدار احمد صاحبؒ سے حاصل ہوا۔

وفات:

کتاب وسنت کا یہ شیدائی باسٹھ سال کی عمر میں ۱۹/ شوال ۱۳۴۱ھ مطابق ۵/ جون ۱۹۲۳ء کو اس دار فانی سے دار بقاء کو ہمیشہ کے لیے کوچ کر گیا ''إنا لله وإنا إليه راجعون''۔ اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله۔

مولانا نے زندگی کے آخری دنوں میں وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد میری کتابیں جامعہ رحمانیہ مدن پورہ، بنارس میں دے دی جائیں، چنانچہ آپ کی

(۱) رسالہ رفیع الأخبار ص:۱۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد ان کی تمام کتابیں جامعہ رحمانیہ میں آ گئیں۔(۱)

اولاد:

تراجم علماء حدیث ہند میں مولانا نوشہرویؒ نے بروایت مولانا سیف بنارسیؒ مولانا حیات محمدؒ کے صرف ایک بیٹے کا تذکرہ کیا ہے اور اس کو بھی علم سے بے بہرہ لکھا ہے، اس کے برخلاف قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہریؒ نے اپنے رسالہ ''المکلل بالاولویة فی المسلسل بالاولیة'' میں اپنی سند اجازہ کا ذکر کرتے ہوئے، آخر میں خود اپنے قلم سے مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ کیا ہے:

'' ثم سمع منی هذا الحديث مسلسلاً أوّلا زينت الله بن المولوی حيات محمد السابق ذكره وكذا ابنه الآخر المسمیٰ بـ سلامت الله فأجزتهما أن يروياه عنی بالشروط المعتبرة عند المهرة۔

وأسأل الله أن يوفقنا جميعا للعمل بالسنة فی الحيات ويختم بخير عندالممات و يدخلنا الجنة من فضله آمين، و الحمدلله رب العالمين و صلی الله علیٰ محمد وآله وسلم أجمعين، وكان ذلك فی آخر جمادی الأخری من ۱۳۱۲ھ من الهجرة، وكتبه محمد بن عبدالعزيز الجعفری المدعو بشيخ محمد بخطّه۔''

مذکورہ بالا عبارت سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ مولانا حیات محمدؒ کے دو بیٹے تھے جن کا نام زینت اللہ اور سلامت اللہ تھا بلکہ یہ بھی پتہ چلا کہ دونوں نے قاضی صاحبؒ سے سند اجازہ بھی حاصل کیا تھا۔

مولانا سیف بنارسیؒ کی یہ تحریر کہ: ''مولانا حیات محمدؒ کا صرف ایک لڑکا وہ بھی

(۱) بروایت جناب مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب

بے علم ہے۔'' ان کی اپنی ذاتی معلومات کے ساتھ مقید ماننی لازم ہے جس کے بالمقابل قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہریؒ کی تحریر کردہ سند والی عبارت اپنی جگہ بالکل معتبر اور ثابت شدہ ہے، ایک خاص توجہ طلب بات یہ ہے کہ مولانا محمد بن عبدالعزیزؒ کی سند والی تحریر مذکور جس وقت لکھی گئی ہے یعنی ۱۳۱۲ھ میں اس وقت مولانا سیف بنارسیؒ کی عمر کا پانچواں سال چل رہا تھا، اس عمر میں عام طور سے لوگ شعور و احساس میں پختہ نہیں ہوتے ہیں، اس زمانے کی جو بات آدمی کئی سالوں کے بعد باشعور ہونے پر قلمبند کرے گا اس طرح کی بعض بنیادی باتوں کا ذکر چھوٹ جانا مستبعد نہیں بلکہ عین قرین قیاس ہے، خصوصاً جب کہ لکھنے والے کے پیش نظر اختصار ہو، والله أعلم بحقيقة الحال۔

مذکورہ بالا تحریر کی تائید ہنومان پھاٹک کے جناب امیر اللہ صاحب بھی کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مولانا کے لڑکے عالم تھے۔

مجھے ہنومان پھاٹک مولانا کے دولت کدہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ اب مولانا کے نواسے وغیرہ ہیں لیکن وہ سب کتاب و سنت کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں، افسوس کہ آپ کی کوئی یادگار باقی نہیں رہی۔

مراجع

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص:۳۶۵
(۲) رسالہ رفع الاخبار، ص:۱۶
(۳) المکلل بالاولویۃ فی المسلسل بالاولیۃ، ص:۳۰،۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم دیدار احمد مظہری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۳۵ھ= ۱۹۱۶ء وفات:۱۴۱۷ھ=۱۹۹۷ء)

نام ونسب:

آپ کا نام دیدار احمد تھا، گھر کے لوگ محبت و پیار میں بابو کہا کرتے تھے۔آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: دیدار احمد بن سردار جان محمد بن سردار لعل محمد۔مولانا کی ولادت شمالی بنارس کے محلّہ سلیم پورہ میں ہوئی، محلّہ سلیم پورہ بشیشر گنج سے متصل ہے۔

تعلیم وتربیت:

آپ کی ابتدائی تعلیم محلّہ کے مدرسہ اور گھر پر ہوئی، آپ طالب علمی کے زمانہ سے ہی بحث وتحقیق کا ذوق وشوق رکھتے تھے، آپ نے نحو، صرف اور حدیث کی ابتدائی کتابیں اپنے استاد مولانا محمد صدیق جنگل ٹولہ والے سے پڑھی، جب آپ مولانا محمد صدیق سے درس لینے لگے تو محلّہ کے کچھ لوگوں کو بڑا ناگوار گزرا اور انہوں نے آپ کے والد محترم سے شکایت کردی کہ آپ کا لڑکا فلاں جگہ پڑھنے جاتا ہے اور وہ اہلحدیث ہیں یہ بھی اہلحدیث ہو جائے گا، مولانا خود فرماتے تھے کہ جب میری شکایت ہوئی تو میں نے وہاں جانا چھوڑ دیا اور دل میں یہ سوچ لیا کہ ٹھیک ہے اب میں انہی کے ادارہ میں تعلیم حاصل کر کے ان لوگوں کو دکھلاؤں گا، چنانچہ میں نے مظہر العلوم میں داخلہ لے لیا، میں درس کے لیے حدیث کا خوب مطالعہ کر کے جاتا تھا، اساتذہ سے بحث ومباحثہ ہوتا کئی کئی دن اسباق بند رہتے، دوسرے طلبہ مجھے ملامت کرتے لیکن میں اپنی بحث وتحقیق کی روش سے باز نہ آتا، درس نظامیہ کی تکمیل مظہر العلوم ہی میں کی لیکن عمل بالحدیث پر قائم رہا، آپ نے حکمت کی تعلیم بھی حاصل کی اور طبابت کو اپنا پیشہ بنایا۔

مشغلہ:

تحصیل کے بعد مستقل درس وتدریس کا سلسلہ تو نہ تھا لیکن انفرادی طور پر لوگ آپ سے استفادہ کرتے، چونکہ آپ نحو، صرف، فقہ، حدیث اور علم الفرائض میں مہارت رکھتے تھے، اس لیے مختلف فن سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق مولانا سے استفادہ کرتے، کوئی فرائض کا درس لیتا تو کوئی نحو، صرف، پڑھتا، تو کوئی حدیث میں سبق لیتا، علمی ذوق کے پیش نظر مولانا اکثر وبیشتر علماء کرام سے بھی ملتے، چنانچہ آپ جامعہ سلفیہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا شمس الحق صاحب سلفی اور مولانا محمد رئیس صاحب ندوی کے پاس اکثر وبیشتر مسائل کی تحقیق کے لیے تشریف لاتے اور کئی کئی گھنٹہ علمی تذکرے ہوتے کسی زمانہ میں بنارس میں پالن حقانی صاحب تشریف لائے تھے اور کئی روز ان کا تقریری پروگرام چلتا رہا، انھوں نے آخری دن تقلید کے اثبات میں تقریر فرمائی تھی تو مولانا ان سے ملے اور مباحثہ کے لیے وقت مانگا اور کہا کہ ہم بحث ومباحثہ کے لیے تیار ہیں، تقلید کا ثبوت قرآن وحدیث سے کہیں نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ کرامؒ نے اس کا حکم فرمایا ہے، لیکن سوائے ٹال مٹول کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

پیشہ:

آپ کا پیشہ طبابت تھا اور آپ مطب چلاتے تھے اور اس میں بڑے کامیاب تھے، معجون وغیرہ خود تیار کرتے تھے، ہومیو پیتھک علاج میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے، رات اور دن میں جب بھی کسی مریض کو ضرورت پڑتی مولانا اپنے مطب میں تشریف لاتے اور اس کو دوا دیتے، خدمت خلق کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، مطب میں آنے والے مریض کو صوم وصلاۃ کی تلقین فرماتے، بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے روکتے، مطب کے وقت آپ کے یہاں چھوٹے چھوٹے بچے قرآن مجید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی پڑھتے، اس طرح بہت سے لوگوں نے قرآن پڑھ لیا۔

علمی وتبلیغی سرگرمیاں:

مولانا طبابت کرنے کے باوجود قرآن وحدیث اور فقہ وفرائض کا برابر مطالعہ کرتے رہے، فقہ حنفی پر آپ کی بڑی نظر تھی، اور فتاوی آپ کا روزمرہ کا معمول تھا، مسائل کے استدلال میں بروقت قرآن وحدیث پڑھتے، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے کہ قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس کے معتدبہ حصے کو یاد بھی رکھنا چاہئے خصوصا ان مقامات کا یاد رکھنا ضروری ہے جن سے مسائل کا استنباط ہوتا ہو، ہمارے اسلاف اور بزرگان دین کا جنہوں نے دین اسلام کی خدمت کی ہے نہ معلوم کتنے لوگ ان کی کاوشوں سے سدھرے اور سیدھی راہ پہ لگ گئے یہ حال تھا کہ صحاح ستہ کی حدیثیں یاد رہا کرتی تھیں کتنے تو حافظ قرآن کی طرح حافظ حدیث بھی تھے، اور آج کے اس پرفتن اور پرآشوب دور میں علم فی الصدور کم اور علم فی السطور کا رواج زیادہ ہے۔

مولانا کے پاس لوگ مسائل کے حل کے لیے آتے، اور دور دور سے میراث کا مسئلہ بھی پوچھنے آتے، آپ علم المیراث میں بڑے ماہر تھے، اس لیے میراث میں کئی کئی بطن کا حساب لگانا آپ کے لیے نہایت آسان تھا۔

ہمارے جامعہ سلفیہ میں میراث کے خصوصی مفتی مولانا محمد حنیف صاحب مدنی رحمہ اللہ (م ۲۰۱۲ء) سے مسئلہ میراث میں تبادلۂ خیالات فرماتے، مولانا میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ حصول علم اور تحقیق مسائل کے لیے علماء کی طرف رجوع کرنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے، بلکہ اس کو فخر سمجھتے تھے، میں نے اپنے استاذ مولانا محمد رئیس صاحب ندوی رحمہ اللہ کے پاس بارہا ان کو مختلف مسائل پر بحث ومباحثہ اور گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ گھنٹوں مولانا کے پاس رہتے اور استفادہ کرتے۔

آپ درس وتدریس، فقہ وفتاوی کے ساتھ ساتھ تبلیغی سرگرمی بھی جاری رکھے ہوئے تھے، مسجد اہل حدیث پٹھانی ٹولہ کے مستقل خطیب تھے اور گاہے بگاہے درس قرآن وحدیث بھی دیا کرتے تھے۔ مسجد اہلحدیث پٹھانی ٹولہ کے صدر بھی تھے، اور مسجد کے انتظامات میں آپ کی رائے کو اولیت حاصل ہوتی۔

آپ حامی سنت اور ماحی بدعت تھے، معاشرے میں اسلامی تعلیم کو رواج دینا اور منکر کا ازالہ کرنا آپ کی کوشش ہوا کرتی تھی، آپ مناظر تھے مخالف سے فورا مناظرہ کرنے پر تیار ہو جایا کرتے تھے، اس طرح کے کئی ایک واقعات پیش آئے لیکن مخالف کو جرأت وہمت نہ ہوئی، آپ کی آواز باریک تھی، لیکن جب مسئلہ مسائل کی بحث چھڑتی تو آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات نرینہ اولاد اور ایک لڑکی عطا فرمائی تھی، آپ کے لڑکوں میں، مولوی فیض الحسن سلفی اور بدر الحسن سلفی جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس سے فارغ ہیں اول الذکر میرے رفیق درس رہے ہیں، کاروبار میں مصروف ہیں اور مولوی بدر الحسن سلفی اپنے آبائی پیشہ میں لگے ہوئے ہیں اور مسجد اہل حدیث پٹھانی ٹولہ کے خطیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ایک بار ۱۹۸۸ء میں حج بیت اللہ کی توفیق عطا فرمائی تھی۔

علالت اور زندگی کے آخری ایام:

یوں تو مولانا کئی بار سخت بیمار ہوئے، ۱۹۹۶ء رمضان المبارک کے مہینہ میں شدید بیمار ہو گئے تھے، بڑا ہسپتال میں داخل کرنا پڑا جس سے اہل خاندان کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ جانبر نہ ہو سکیں گے لیکن بحمد اللہ شفایاب ہو گئے۔

آپ کو نزلہ کا مرض اکثر وبیشتر رہتا خصوصا سردی میں نزلہ آپ کے دماغ پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتر جاتا، رات کو کافی پریشان رہتے اور بیٹھ کر رات گزارتے۔

شوال ۱۴۱۷ھ میں آپ نے اپنی زندگی کا آخری خطبۂ جمعہ توحید کی اہمیت پر دیا تھا، شوال کا دوسرا اور تیسرا جمعہ آپ نہ پڑھا سکے لیکن جمعہ کی ادائیگی کے لیے آپ مسجد تشریف لے گئے اور نماز جمعہ ادا بھی کی، اس کے بعد اپنے دولت کدہ پر تشریف لائے، مغرب کے بعد آپ نے مطب میں دوا بھی دی، عشاء کی نماز بھی ادا کی، ۹/ بجے شب میں کوئی دوا لینے آیا آپ مطب میں آئے اور دوا بھی دی، پھر آرام کرنے کے لیے اوپر چلے گئے، تقریبا ۱۲/ بجے شب میں طبیعت خراب ہوئی اپنے بیٹے بدرالحسن سے کہا کہ فلاں فلاں دوا لاؤ، دوا کے استعمال سے آپ کو سکون ہوا، لیکن تھوڑی دیر بعد طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور پھر کسی دوا نے کام نہ کیا، ۲۰/شوال ۱۴۱۷ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۹۷ء شب میں تین بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اللهم اغفرله وارحمه۔

تجہیز وتکفین:

ظہر سے قبل آپ کے بیٹے مولوی فیض الحسن سلفی اور مولوی بدرالحسن وغیرہ نے غسل دیا، نیشنل انٹر کالج کے میدان میں بعد نماز ظہر دو بجے جنازے کی نماز مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی شیخ الجامعہ (مرکزی دارالعلوم) نے پڑھائی، اور ۲۰/شوال ۱۴۱۷ھ ڈھائی بجے دن میں تکیہ موتی جھیل میں مدفون ہوئے۔

مراجع

(۱) ذاتی معلومات

(۲) شخصی استفسارات

مولانا ریاض الدین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۷۹ھ=۱۹۶۰ء وفات: ۱۴۳۶ھ=۲۰۱۵ء)

مولانا ریاض الدین بن حاجی جمال الدین بن محمد الیاس مدن پورہ بنارس کے ایک مشہور اور مالدار گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ان کے والد محترم کی مالتی باغ میں بنارسی ساڑی کی مشہور فرم جمال سلک پیلیس تھی، اب ان لوگوں کی مستقل رہائش تلبھا نڈیشور سے متصل بھٹی مالتی باغ میں ہے، جب تمام بھائیوں کے کاروبار الگ ہوگئے تو مولانا ریاض الدین نے اپنی فرم کا نام ''ریاض ساریز'' رکھا، آپ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کاروبار کرتے تھے، اخیر میں کلکتہ ان کی تجارت کا خاص مرکز ہوگیا۔

موصوف کی ولادت شہر بنارس کے محلّہ مالتی باغ میں یکم جنوری ۱۹۶۰ء میں ہوئی اور یہیں نشو ونما پائی۔

تعلیم:

آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں ہوئی اور درجہ پانچ تک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جامعہ رحمانیہ کے شعبۂ عربی میں داخلہ لیا اور ثانویہ ثانیہ (مولوی) تک تعلیم مکمل کی، عالمیت کے لیے آپ نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس میں داخلہ لیا اور عالمیت تک تعلیم حاصل کی۔

مشغلہ:

تعلیم کے بعد آپ نے بنارسی ساڑی کی تجارت شروع کی، رب العالمین نے کاروبار میں برکت دی، تجارت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام بھی کرتے رہے، دوست واحباب، خویش واقارب کو عقیدہ سلف کی دعوت دیتے اور نماز پنجگانہ کی سخت تاکید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے، خود بھی نماز کے پابند تھے، کبھی کبھار مسجد باگڑ بلی میں امامت بھی کرتے تھے، پنجاب کے سفر میں آپ نے کئی بار خطبۂ جمعہ دیا۔

آپ خوش طبع اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک، با اخلاق وملنسار تھے، ہر خاص وعام کی ضیافت کرتے، باہمت اور نڈر انسان تھے، مشکل سے مشکل وقت میں نہ گھبراتے بلکہ مدمقابل سے ڈٹ کر گفتگو کرتے، چونکہ آپ کا واسطہ ہر طرح کے لوگوں سے تھا اور آپ سب کی مدد کے لیے فوراً تیار ہوجایا کرتے تھے، اس لیے آپ سماجی کارکن کی حیثیت سے بھی جانے پہچانے جاتے تھے۔

ناظم اعلی عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ کے مشیر اور جامعہ سلفیہ کے بہی خواہ تھے، جامعہ کے کاموں میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔

روزنامہ انقلاب بنارس آپ کے بارے میں رقمطراز ہے: سماجی کارکن مولوی ریاض الدین کا پچپن سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، موصوف کو دو دن پہلے دل میں شکایت ہوئی، ان کو پرائیویٹ اسپتال میں داخل کیا گیا، یہ پہلا ہارٹ اٹیک تھا، جس سے وہ جانبر نہ ہوسکے اور داعی اجل کو لبیک کہا، تجارت کے ساتھ سماجی کاموں میں مصروف رہتے تھے اور تعلیمی اداروں سے بھی وابستہ تھے۔

مرض ووفات:

۳؍رمضان ۱۴۳۶ھ بروز اتوار جامعہ سلفیہ میں دعوتی پروگرام اور افطار کا انتظام تھا، مولانا اس میں شریک تھے، افطار اور کھانے کے بعد سب کچھ ٹھیک تھا، لوگوں سے گفتگو اور بات چیت بھی ہوئی، دس بجے رات میں اچانک طبیعت بگڑ گئی، اسپتال میں داخل کیا گیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا، ۴؍رمضان ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۲؍جون ۲۰۱۵ء بروز سوموار ۹؍بجے شب میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے دن بعد نماز عصر مولانا احسن جمیل صاحب مدنی کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور مولانا اپنے

آبائی قبرستان واقع ریوڑی تالاب میں مدفون ہوئے۔ اللھم اغفر له وارحمه۔

آپ نے پسماندگان میں اپنی اہلیہ، ایک لڑکا، دو لڑکیاں اور والدین کو غمزدہ چھوڑا۔

مراجع

(۱) روزنامہ "انقلاب" بنارس
(۲) ریکارڈ جامعہ سلفیہ بنارس
(۳) ذاتی معلومات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سعید الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۲۵۲ھ=۱۸۳۶ء وفات:۱۲۹۳ھ=۱۸۷۶ء)

نسب نامہ:

مولانا سعید الدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن مولانا شاہ عبدالاعلی بن مولانا شاہ کریم اللہ بن شاہ ظہور ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب (۱) حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔

مولانا سعید الدین احمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۵۲ھ میں بنارس میں ہوئی اور یہیں نشو ونما پائی۔

تعلیم:

آپ نے علوم وفنون کی تحصیل اپنے والد ماجد مولانا سید جلال الدین احمد (م ۱۲۷۹ھ) اور مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۶ھ) سے کی، آپ کو مسلسل بالاولیۃ کی سند مولانا قاضی محمد بن عبدالعزیز زینبی مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ) سے حاصل ہوئی تھی۔

آپ بڑے ذہین وفطین تھے، ہر فن میں مہارت رکھتے تھے، شعروشاعری سے بھی آپ کو دلچسپی تھی اور فن طب میں کمال حاصل تھا، عربی زبان کے بہترین ادیب تھے، اس کے علاوہ دوسرے علوم وفنون پر بھی دسترس تھی۔

درس وتدریس:

تکمیل علوم کے بعد آپ سب سے پہلے سیتا پور میں منصب تدریس پر فائز ہوئے، کچھ دنوں وہاں تدریسی فریضہ انجام دینے کے بعد لکھنؤ تشریف لے گئے اور

(۱) پورا نسب نامہ آپ کے والد محترم مولانا جلال الدین احمد ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

وہاں کے کسی اسکول میں مدرس مقرر ہوئے، پھر لکھنؤ سے اپنے وطن مالوف بنارس آگئے اور یہاں کوئنس کالج (گورنمنٹ انٹر کالج) میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

اتباع سنت کا جذبہ:

آپ بڑے نیک، متقی، پرہیز گار اور فیاض تھے، بیشتر اوقات قرآن مجید کی تلاوت، مطالعہ حدیث اور کتب بینی میں گزارتے تھے، آپ کا ہر عمل اتباع سنت کا نمونہ تھا، بنارس کی شاہی مسجد جس میں آمین بالجہر کی ممانعت تھی آپ نے وہاں بھی سنت پر عمل کرتے ہوئے آمین بالجہر کہی، رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، عامل بالحدیث تھے، سنت کی اتباع میں لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اتباع سنت کے ہی پیش نظر آپ نے اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے غسل میت دیا، اور اپنے لیے یہ وصیت فرما گئے تھے کہ تین چادروں میں کفنایا جاؤں۔

تصانیف:

شعروشاعری، طبابت اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو لکھنے کا بھی اچھا ذوق تھا، آپ کی تصانیف میں تین کتابیں زیادہ مشہور ہیں ''لغات القرآن، منہاج الفردوس اور راہ نجات''۔

وفات:

اکتالیس سال کی عمر میں ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں آپ دار فانی سے دار بقاء کو سدھار گئے۔ ''إنا للہ و إنا إلیہ راجعون'' اور بنارس کے مشہور قبرستان ''باغ فاطمان'' میں مدفون ہوئے، اولاد میں ایک صاحبزادے مولانا کبیر الدین احمد تھے۔

مراجع

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص:۳۴۷، مطبع جید برقی پریس دہلی سن طباعت ۱۹۳۸ء
(۲) ماہنامہ رسالہ ظریف ۱۲/ جون ۱۸۸۰ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شہیدالدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۶۷ھ=۱۸۵۰ء وفات: ۱۳۳۷ھ=۱۹۱۸ء)

نام ونسب:

مولانا شہیدالدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بنارسی۔ آپ کا شجرۂ نسب علی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۷ھ میں بنارس کے مشہور علاقہ محلّہ سرائے گوبردھن چیت گنج میں ہوئی، اور یہیں نشوونما بھی ہوئی، آپ کا گھرانہ شریف دیندار اور علمی گھرانہ تھا، آپ نے جن اساتذہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی ان میں میاں جی عبدالرب جونپوری اور مولوی محمد بخش بنارسی شامل ہیں، پھر اپنے بڑے بھائی مولانا حمیدالدین احمد بنارسی (م۱۳۰۸ھ) کے زیرنگرانی جملہ درسی کتابیں پڑھیں، البتہ بعض کتبِ احادیث مولانا عبدالحق محدث بنارسی (م۱۲۸۶ھ) سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ریاست ریواں کے ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی کے عہدہ پر فائز ہوئے اور مسلسل چھ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اپنے وطن عزیز بنارس تشریف لائے اور کوئنس کالج بنارس میں مدرس اوّل کے عہدہ پر تقرری ہوئی۔ ۲۴/سال تک اس کالج میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ اخیر میں آپ تھیا سوفیکل کالجیٹ اسکول بنارس میں ہیڈ مولوی مقرر ہوگئے، پانچ سال تک آپ اس اسکول میں درس دیتے رہے۔

آپ کو رفاہ عام کے کاموں سے بھی دل چسپی تھی، خویش واقارب اور فقراء ومساکین کی اعانت کا خاص خیال رکھتے، تعمیر مساجد جیسے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ چنانچہ ریاست ریواں کے قیام کے دوران وہاں کی عیدگاہ کا اہتمام

وانصرام آپ کی دوامی یادگار ہے۔

مولانا موصوف متواضع، منکسرالمزاج، بااخلاق، ملنسار، بےنفس اور بےلوث تھے، آپ کے ان ہی مکارمِ اخلاق سے متاثر ہوکر حنفی، اہل حدیث، سنّی اور شیعہ غرض ہرفرقہ کے لوگ آپ کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آپ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی کافی دلچسپی رکھتے تھے، آپ نے لوگوں کی اصلاح اور بچوں کی تعلیم وتربیت کی خاطر بہت سے دینی رسالے اور کورس کی کتابیں ترتیب دیں، جن میں سے بعض سرکاری نصاب میں شامل ہوئیں۔

مولانا کے ایک رشتے دار نعمت محی الدین سے میں نے ملاقات کی وہ ہکل گنج میں قیام پذیر ہیں، انہوں نے مولانا کی ایک تصنیف ''حنفی وہابی کی پہچان'' عنایت فرمائی، جس میں مولانا کی تالیفات کی فہرست بھی ہے جو پچیس ہیں۔ ان کے اسماء ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

(۱) الف ہائے اردو (۲) قرآن کی الف بے (۳) عمدۃ لغات القرآن (۴) وعظ نماز (۵) وعظ روزہ (۶) ترکیب تہجد (۷) تحفۃ الحفاظ (۸) نکاح بیوگان (۹) بشارت سودخواران (۱۰) انوار حج بیت اللہ (۱۱) انوار زیارت بیت رسول اللہ ﷺ (۱۲) دستور العمل للطلاب (۱۳) مناکحت شیعہ وسنّی (۱۴) گنجینۂ قواعد اردو (۱۵) قواعد ریختہ (۱۶) شہید القواعد (اردو) (۱۷) شہید اللغات (۱۸) اسہل القواعد (فارسی) (۱۹) تشریح مأتہ عامل (۲۰) معلم اللسانین (فارسی عربی) (۲۱) رسالہ تذکیر وتانیث (اردو) (۲۲) تسہیل میزان الصرف (۲۳) حنفی وہابی کی پہچان (۲۴) تسہیل القواعد (فارسی) (۲۵) قواعد القرآن۔

آپ کی علمی یادگاروں میں ایک تصنیف ''رسالہ تذکیر وتانیث'' ہے جو اردو داں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقہ کے لیے نہایت مفید ہے، یہ کتاب ۴۶/صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۳۰۷ھ میں مطبع اکسیر اعظم مقیم گنج بنارس سے شائع ہوئی ہے، کتاب کے اخیر میں خود نوشت قطعۂ تاریخ تحریر ہے۔

ہوگئیں تذکیرین ثانیین رقم
جن کا اردو میں بہت پڑتا ہے کار
بہر گل چینیٔ تاریخ اے شہید
کہہ اسے باغ ادب کی نو بہار (۱۳۰۴ھ)

آپ کی دوسری مشہور و مایۂ ناز کتاب ''عمدۃ لغات القرآن'' ہے جو ۱۶۶/صفحات پر مشتمل ہے، اس میں پورے قرآن شریف کے کل اسم و فعل حرف مع معنی اردو میں درج ہیں، یہ کتاب مطبع رزاقی کانپور میں طبع ہوئی ہے، مولانا نے یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں تالیف کی، اس کا تاریخی نام ''عمدۃ لغات القرآن'' رکھا، اور کتاب کے اخیر میں خود قطعۂ تاریخ تحریر فرمایا۔

خدا نے کیا فضل جب بے حساب
تو میں نے لکھی ہے یہ نادر کتاب
سن عیسوی کے لیے کہا بے گماں
رکھا نام عمدہ لغات قرآن (۱۹۰۱ء)

۲۳/محرم الحرام ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۱۹۱۸ء کو آناً فاناً اچانک اسکول میں دورانِ تدریس اس دار فانی سے دار جاودانی کو سدھار گئے، ''إنا لله و إنا إليه راجعون''۔ تاریخ وفات درج ذیل جملہ سے نکلتی ہے۔ ''حق نے مغفرت کی'' (۱۹۱۸ء)، آپ کی تدفین حسین پورہ کے قبرستان میں عمل میں آئی۔

رب ذوالجلال والاکرام نے آپ کو ایک ہونہار ذہین و فطین بیٹا عطا کیا تھا جو

حافظ مولوی بشیر الدین احمد کے نام سے موسوم ہوئے۔

مراجع

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۵۰
(۲) حنفی وہابی کی پہچان، ص: ۱۶
(۳) عظمت محی الدین ساکن سرائے گوبردھن نے بعض تفصیل فراہم کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالأحد بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۱۲ھ=۱۸۹۴ء وفات: ۱۳۸۱ھ= ۱۹۶۱ء)

مولانا عبدالأحد بن حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی محلّہ مدن پورہ، شہر بنارس میں ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے، آپ کا گھرانہ دین داری، تمول اور سخاوت وفیاضی میں اپنی مثال آپ تھا، آپ کے والد ماجد حاجی حافظ عبدالرحمٰن (م۱۹۳۵ء) نہایت متقی، پرہیزگار اور غریب پرور انسان تھے، توکل و بے نیازی اور سادگی ان کی فطرت تھی، بنارس کے بڑے تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، اپنی صاف گوئی، راست بازی، خوش معاملگی کی بناء پر وہ ''التاجر الصدوق'' کے صحیح مصداق تھے۔

ایسے دین دار گھرانے میں مولانا عبدالاحد بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی اور نشوونما پائی، آپ کی تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ (موجودہ جامعہ رحمانیہ) میں ہوئی، آپ نے اپنے لائق و فائق اور ماہر علوم وفنون استاد مولانا محمد منیر خاں بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۴۵ء) کے زیر نگرانی اپنی تعلیم مکمل کی۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد تجارت میں مشغول ہوگئے، مولانا اگرچہ بہت بڑے رئیس اور کاروباری انسان تھے، تاہم دین داری، اخلاق ومروت ان کی کتابِ حیات کا روشن اور نمایاں باب تھا، دینی غیرت، اسلامی حمیت، علوم دینیہ سے شیفتگی اور اس کے نشر واشاعت کے لیے مخلصانہ جذبات سے مرحوم کا سینہ معمور تھا، کاروباری مصروفیتوں کے باوجود آپ نے عرصۂ دراز تک متواتر جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ میں نماز فجر کی امامت بڑی مستعدی وپابندی سے فرمائی، خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب وہ آیات آجاتیں جن میں دوزخ اور حشر ونشر کا بیان ہوتا تو آپ پر رقت

طاری ہوجاتی، ان کا کاروبار عبادت اور ذکر الٰہی میں ہرگز مانع نہیں ہوتا تھا۔(۱) آپ بسا اوقات جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ میں جمعہ کا خطبہ بھی دیا کرتے تھے، آپ کی تقریر کا ایک خاص انداز ہوتا تھا، تقریر بڑی سلجھی ہوا کرتی تھی، علماء کرام سے آپ کے قریبی تعلقات تھے، مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کو بنارس لانے والے آپ ہی تھے۔

آپ درمیانی اور متوسط قد وقامت کے آدمی تھے، کشادہ پیشانی، گورا رنگ، چہرے پر داڑھی آپ کی شخصیت کو بارونق بنائے رکھتی تھی۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے مع اہل وعیال بیت اللہ شریف کا حج کیا، آپ دوسری بار ۱۹۵۳ء میں خانۂ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

مولانا کاروباری مصروفیتوں کے باوجود قرآن وحدیث اور دینی کتابوں کا مطالعہ برابر جاری رکھتے تھے، دینی کاموں میں دلچسپی لیتے تھے، علم اور اہل علم کے قدردان تھے، آپ طویل عرصہ تک جامعہ رحمانیہ کے منصبِ صدارت پر فائز رہے، اس وقت سکریٹری آپ کے برادر خرد مولانا عبدالمتین بنارسی رحمہ اللہ (م۱۹۶۴ء) تھے، آپ مسلم اسکول للہ پورہ کے بھی صدر رہے، جب اس میں بعض انتظامی خرابیاں پیدا ہوگئیں تو اس میں الجھنے کے بجائے اس کی صدارت سے دستبردار ہوگئے۔

تقسیم ملک سے سب سے زیادہ نقصان جماعت اہلحدیث کا ہوا، لیکن مدارس سے تدریس اور مساجد وجمعیتوں سے اصلاح وتبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، بنارس کی جماعت اہلحدیث کی بھی تعلیمی وتبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں اور مدرسہ رحمانیہ جس کے صدر موصوف تھے دن ورات خدمت دین متین میں لگا رہا۔ قابل قدر اساتذہ کرام کی ایک اچھی ٹیم تھی جو تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتی تھی اور

(۱) پندرہ روزہ ترجمان، دہلی، یکم اگست ۱۹۶۱ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت کا پیغام گاؤں گاؤں اور شہر شہر عام کرتی تھی، ایک وقت وہ آیا جب جماعتی تنظیم کا احیاء ہوا نومبر ۱۹۶۱ء نوگڈھ کے تاریخی اجتماع میں بزرگان جماعت کی دیرینہ آرزو یعنی ایک مرکزی دارالعلوم کے قیام کی تجویز کو زیر عمل لانے کی تدابیر پر غور ہوا، مولانا اور ان کے دونوں بھائیوں (مولانا عبدالمتین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی عبدالحق صاحب خزانچی رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے خاندان کی دلی آرزو تھی کہ یہ قطعہ آراضی (جس پر آج مرکزی دارالعلوم قائم ہے) دینی علوم کا مرکز بن جائے، چنانچہ مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ (م ۱۹۸۱ء) پندرہ روزہ ترجمان دہلی کے تأسیس نمبر میں مولانا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”رؤسائے مدن پورہ بنارس میں حضرت مولانا عبدالاحد صاحب مرحوم نمایاں خصوصیات کے مالک تھے، مرکزی دارالعلوم بنارس کے لیے ان کے یہ الفاظ ہمیشہ یادرہیں گے کہ ”ہم لوگ اس زمین کو دینی علوم کی منڈی بنانا چاہتے ہیں“۔ (۱)

مولانا اگرچہ تأسیس سے پہلے ہی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزو پوری کردی، آج مرکزی دارالعلوم بنارس نہ صرف یہ کہ قائم ہے بلکہ عرب وعجم کی علمی دنیا میں اپنا ایک مقام بنا چکا ہے، سیکڑوں طالبان علوم نبوت اس چشمۂ صافی سے سیراب ہوکر ملک وبیرون ملک میں کتاب وسنت کی نشرواشاعت میں سرگرم عمل ہیں۔

مولانا میں اسلامی غیرت وحمیت اور جماعتی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بنتے اور ان کا بھرپور تعاون کرتے، مساجد ومدارس میں بے دریغ خرچ کرتے، اور جماعت کے پریشان حال، مظلوم اور بے سہارا لوگوں کے لیے آپ کی تجوری کا منھ کھلا ہوا تھا، چنانچہ لوہتہ کے

(۱) پندرہ روزہ ترجمان کا تأسیس نمبر یکم و ۱۵/ جنوری ۱۹۶۴ء

جناب محمد ایوب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہتہ میں صرف ایک گھر اہلحدیث ہوا تھا، مخالفین طرح طرح سے ستاتے، پریشان کرتے، کبھی کبھار لاٹھیوں اور خطرناک ہتھیاروں سے وار کرتے، اور الٹے تھانہ میں رپورٹ درج کرادیتے، ہم پریشان حال لوگ عبدالستار مجاہد (م ۱۹۷۶ء) کے ساتھ آتے مولانا کاریگروں کے ہجوم یا کسی مشغولیت میں ہوتے ہم لوگوں کو دیکھتے ہی سب چھوڑ دیتے اور حال چال پوچھتے، اور جس طرح کے تعاون کی ضرورت ہوتی فوراً تعاون کرتے اور کہتے جب بھی ضرورت ہو فوراً آؤ، اسی طرح آپ جماعت کے ہر علاقہ کے ضرورت مند کی ضرورت پوری کرتے اور تعاون فرماتے تھے۔

آپ صوبائی کانفرنس اہلحدیث یوپی کے اہم رکن تھے، اور ہمیشہ اس کے ساتھ مالی تعاون کیا کرتے تھے۔ (۱)

۱۳/ مارچ ۱۹۵۵ء میں بجرڈیہہ کی انجمن اہلحدیث کا چوتھا سالانہ جلسہ ہوا تھا جس میں علماء کرام کی بصیرت افروز تقریریں ہوئی تھیں، اسی روز مدرسہ احیاء السنہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا، سب سے پہلی اینٹ مولانا نے اپنے دست مبارک سے رکھی تھی۔ (۲)

مولانا نے ”حافظ عبداللہ صاحب رحیم آبادی نومسلم کا وصیت نامہ“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو اخبار اہلحدیث، دہلی میں ۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۷۴ھ مطابق پندرہ فروری ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تحریر کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ (۳)

مولانا آخری عمر میں مرض شکم میں مبتلا ہوگئے، علاج میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی، مگر مرض لاعلاج تھا، نقاہت اور کمزوری میں اضافہ ہوتا گیا، چند روز موت وحیات کی

(۱) اخبار اہلحدیث، دہلی، یکم جون ۱۹۵۴ء (۲) اہلحدیث، دہلی، ۱۵/ اپریل ۱۹۵۵ء

(۳) اخبار اہلحدیث، دہلی مجریہ ۱۵/ فروری ۱۹۵۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشمکش میں مبتلا رہ کر سنیچر واتوار کی درمیانی شب میں ایک بجے دارِ فانی چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون۔ دوسرے دن ۲۳/ جولائی ۱۹۶۱ء مطابق ۶/صفر ۱۳۸۱ھ دس بجے دن میں مولانا عبدالمتین رحمۃ اللہ علیہ نے مدن پورہ روڈ پر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں ہر علاقہ کے لوگ کافی تعداد میں شریک تھے۔ ۱۱/ بجے دن میں آپ اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ اللهم اغفرله وارحمه ووسعه مدخله۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ صاحبزادے عطا فرمائے، جن میں ایک حافظ قرآن، ایک ڈاکٹر، ایک عالم دین ہیں۔ مولانا عبدالقدوس صاحب حفظہ اللہ عالم دین اور باذوق شاعر ہیں، ان کا مجموعۂ کلام ''گفتار نسیم'' کے نام سے جامعہ سلفیہ سے حال ہی میں شائع ہو کر ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل کر چکا ہے۔ مولانا جامعہ سلفیہ کے نائب صدر اور اپنے والد کے سچے جانشین ہیں۔

مراجع

(۱) بعض معلومات مولانا عبدالقدوس صاحب نسیم بنارسی نے فراہم کی۔

مولانا عبدالآخر بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۲۳ھ = ۱۹۰۵ء وفات: ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء)

نام ونسب:

مولانا عبدالآخر بن مولانا محمد سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ کنجاہی، پنجابی، بنارسیؒ۔

آپ نے شہر جنوبی کے مشہور محلہ دارانگر کے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اور یہیں پرورش پائی۔ آپ مولانا محمد سعید محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ) کے سب سے چھوٹے فرزند تھے، مولانا محدث بنارسیؒ کی وفات کے چند ماہ بعد ۱۸/محرم الحرام ۱۳۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ اپنے والد بزرگوار مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م ۱۳۲۲ھ) کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ میں تعلیم حاصل کی، جن لائق وفائق اساتذہ کرام سے آپ نے تعلیم حاصل کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا سید عبدالکبیر بنارسیؒ (م ۱۳۳۱ھ)، مولانا عبدالمجید بنارسیؒ (م ۱۳۵۶ھ)، مولانا سید نذیر الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسیؒ (م ۱۳۵۲ھ) اور اپنے برادر بزرگ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (۱۳۶۹ھ) سے تمام علوم وفنون کی کتابیں پڑھ کر جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو گئے اور وہیں سے فراغت حاصل کی۔

مشغلہ:

تحصیل علم سے فراغت کے بعد دانا پور (بہار) کے مدرسہ اہل حدیث میں مدرس مقرر ہوئے، ایک عرصہ تک وہاں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وطن مالوف بنارس لوٹ آئے اور مدرسہ سعیدیہ اسلامیہ دارانگر میں احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتسلیم کا درس دینے لگے، کچھ عرصہ بعد مولانا اسی مؤقر ادارہ کے ناظم ہوگئے اور تدریس کا سلسلہ منقطع ہوگیا پھر تادم حیات منصب نظامت پر باقی رہے، انتقال سے چندسال قبل فریضۂ نظامت کی ذمہ داری اپنے برادرزادہ جناب مولوی عبدالمنان بن مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے سپرد کردی جسے وہ بحسن خوبی انجام دیتے رہے۔

تبلیغ وخطابت:

موصوف مولانا سیف بنارسیؒ (م۱۳۶۹ھ) کے چھوٹے بھائی تھے، اور آپ کے خاندان نے کتاب وسنت کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں، دعوت وتبلیغ میں بھی اس خاندان کی بے نظیر خدمات ہیں، مولانا بھی تبلیغی میدان میں بڑی مہارت رکھتے تھے، اور جہاں بھی رہے دعوت وتبلیغ کے فرائض سے کبھی غافل نہ رہے، مدرسہ سعیدیہ کے عرصہ تک ذمہ دار تھے، اس لیے وہاں ہونے والے تبلیغی پروگرام کے اکثر و بیشتر آپ ہی منتظم ومنصرم ہوتے۔

مولانا دارانگر مسجد اہل حدیث کے خطیب بھی تھے، علاوہ ازیں جماعت کی دوسری مسجدوں میں خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے، راقم نے ان کی ایک سے زائد تقریریں مسجد کمال شاہ (کھجوروالی مسجد) میں سنی ہے، جو انتہائی پرجوش اور مدلل ہوا کرتی تھی، آپ بآواز بلند تقریر فرماتے، اور آپ کی تقریر کتاب وسنت سے مرصع ومزین ہوا کرتی تھی۔

مرض ووفات:

کچھ دنوں تک آپ صاحب فراش رہے آخر وقت موعود آپہونچا، اور ۸/ جون ۱۹۸۳ء بوقت نماز عصر روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور اپنے مالک حقیقی سے

جاملے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

۸/ جون ۱۹۸۳ء بعد نماز عشاء مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۹۷ء) سابق شیخ الجامعۃ السلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان ''مان کی تکیہ'' میں مدفون ہوئے، اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

مراجع

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۳۶۲
(۲) بعض تفصیل جناب مولوی عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ سے معلوم ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالحکیم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۸۹ھ=۱۸۷۲ء وفات: ۱۳۶۰ھ = ۱۹۴۱ء)

نسب نامہ:

مولانا عبدالحکیم بن شاہ محمد عرف بھیّن بن شیر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

مدن پورہ شہر بنارس میں تقریباً ۱۸۷۲ء میں متمول اور دیندار خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کی علم دوستی، سخاوت وفیاضی اور علماء نوازی اپنی مثال آپ تھی، ہندوستان کے نامی گرامی علماء کرام جب بنارس تشریف لاتے تو آپ ہی کے دولت کدہ پر قیام فرماتے، علمی مذاکرہ اور جلسے کا اہتمام ہوتا، وعظ وارشاد کی محفلیں منعقد ہوتیں، آپ زھد وتقویٰ میں نمونۂ سلف تھے، آپ حافظ عبدالرحیم مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں، حافظ صاحبؒ اہل حدیثوں کی مقامی تنظیم انجمن مؤید السنۃ (تائید الاسلام) کے پہلے صدر تھے، اس تنظیم کو ہندوستان میں سلفیت کے فروغ کے لئے اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ ۱۹۱۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے صدر استقبالیہ تھے، ”اخبار اہلحدیث مجریہ ۲۴/ مارچ ۱۹۱۶ء کانفرنس کو کامیاب بنانے میں مختلف علماء کرام کا شکریہ ادا کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ ان سب کے روح رواں جناب حافظ عبدالرحیم صاحب ہیں جن کی دلی توجہ اور دعاء سحری کو اس حسنِ انتظام میں بہت کچھ اثر تھا۔“

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ ابتداء میں حنفی المسلک تھے، انجمن نوجوانان اہل سنت کے صدر یا سکریٹری تھے، مولوی عبدالحمید پانی پتی حنفی آپ کے پیر بھائی تھے اور آپ ہی کے دولت کدہ پر وہ قیام فرماتے تھے، دوسری جانب بنارس میں تبلیغی سرگرمیاں جاری تھیں، لوگ کتاب وسنت سے قریب ہورہے تھے، تقلید جامد کا طلسم ٹوٹ رہا تھا،

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی قبول حق کی توفیق عطا فرمائی اور آپ اہل حدیث ہوگئے، اہل حدیث ہونے کے بعد نہ صرف یہ کہ آپ کے روابط علماء سلف سے گہرے ہوگئے بلکہ آپ کا دولت کدہ ان کے قیام کا مرکز بن گیا، چونکہ ابتداء ہی سے تعلیم کی طرف رجحان تھا اور کچھ پڑھے لکھے بھی تھے اس لیے قبول حق کے بعد کتاب وسنت کو پڑھنے، سمجھنے اور اس کی تبلیغ کا شوق پیدا ہوا اور کافی عمر گذر جانے کے بعد آپ نے جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاںؒ (م ۱۹۴۵ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور منہج سلف کے مطابق علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

تجارت:

مولانا کا آبائی پیشہ تجارت تھا، سن شعور کو پہونچنے کے بعد آپ تجارت میں لگ گئے، اللہ نے خوب نوازا، مولانا اگرچہ مالدار اور کاروباری انسان تھے تاہم دین داری، اخلاق ومروت ان کی کتاب حیات کا روشن اور نمایاں باب تھا، اخبار اہلحدیث امرتسر مجریہ ۲/ مئی ۱۹۴۱ء آپ کے بارے میں رقمطراز ہے:

”مرحوم کاروباری بزرگ تھے مگر اپنے زہد وتقویٰ کے لحاظ سے نمونۂ سلف تھے، اسی لیے ان کی برادری نے ان کو امام صلاۃ بھی مقرر کیا تھا۔“

مدرسہ اور اس کی سرپرستی:

جب بنارس میں اہلحدیثیت کو فروغ ہوا تو ارباب جماعت نے شدت سے ایک ایسے مدرسہ کے قیام کی ضرورت محسوس کی جہاں پہ مستقل درس وتدریس ہو اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہے، چنانچہ طیب شاہ کی مسجد میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا اور مدرسہ کا نام ”مصباح الھدیٰ“ رکھا گیا، کچھ سالوں تک یہ مدرسہ مسجد ہی میں قائم رہا، چونکہ مسجد بے حد چھوٹی تھی اس لیے اس مدرسہ کو طیب شاہ کی مسجد کے پورب والے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکان میں منتقل کر دیا گیا جو بعد میں حاجی محمد صدیقؒ و حاجی محمد فاروقؒ کی ملکیت میں آ گیا۔اس عمارت کی منزل زیریں میں اساتذہ بچوں اور بچیوں کو دینی تعلیم دیتے تھے، بعد میں یہ مدرسہ اٹھ کر اس مقام پر گیا جہاں آج مولانا عبدالمجید حریریؒ کا مکان ہے، یہاں اس کو اور وسعت ہوئی اور اس کا نام مدرسہ عربیہ اسلامیہ رکھا گیا اور عرصہ تک اس میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، پھر جب ۱۹۳۳ء میں حاجی حافظ عبدالرحمٰنؒ (م ۱۹۳۵ء) نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ (موجودہ جامعہ رحمانیہ) کی عمارت تعمیر کرائی تو مدرسہ اسی عمارت میں منتقل ہو گیا اور درس و تدریس کا مستقل سلسلہ مع درجات بندی کے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے، فالحمدلله على ذلك۔

مولانا موصوف مدرسہ عربیہ اسلامیہ (موجودہ جامعہ رحمانیہ) کے ابتدائی دور کے نگراں اعلیٰ تھے، آپ کے اہتمام و سرپرستی میں مدرسہ شاہراہ ترقی پر رواں دواں تھا، آپ کا مدرسین پر کافی رعب اور طلبہ پر کنٹرول تھا، سب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے اور طلبہ سے شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے، اس طرح شب و روز گذر رہے تھے، مدرسہ کا تعلیمی و تبلیغی سلسلہ جاری تھا اور یہ سب کچھ بڑے خوشگوار ماحول میں ہو رہا تھا مگر کسی وجہ سے آپ مدرسہ کے نظم و نسق کی ذمہ داری سے علاحدہ ہو گئے، اس سلسلے میں مولانا عبدالمتینؒ کی ایک تحریر ملی ہے جس سے علیحدگی کی تائید ہوتی ہے۔ تحریر ذیل میں درج ہے:

جناب محترم مولوی صاحب   مدظلہ العالی

السلام علیکم

مدرسہ فنڈ کی پیٹی اب تک میرے یہاں رکھی ہوئی ہے اور معلوم ہوا کہ ابھی جناب نے فرمایا ہے کہ وہیں رہے گی، جیسا کہ زبانی عرض کیا جا چکا ہے جس خوبی کے ساتھ کام ہو رہا تھا وہ ہم لوگوں سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا، علاوہ اس کے جناب کا مدرسین

پر کافی رعب ہے جس کی وجہ سے وہ فرائض کی انجام دہی میں مستعد ہیں، اس لیے آپ سے باادب گزارش ہے کہ از راہ نوازش پیٹی کو رکھ لیں اور مدرسہ کو اپنے ہی نگرانی و اہتمام میں رکھیں، کسی نے اگر بے قاعدہ گفتگو جناب سے کی تو اس کی وجہ سے مدرسہ کیوں عتاب میں آئے، امید ہے کہ اس معروضہ کو منظور کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام علیکم

عبدالمتین

آپ وجیہ اور درمیانہ قد کے تھے، ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ نیک سیرت و خوبصورت تھے، آواز باریک تھی، تکلفات و عیش پسندی سے دور رہتے، اپنا ذاتی کام خود انجام دیتے، اخلاق کے بارے میں مؤقر جریدہ ”اہلحدیث امرتسر“ کا یہ اقتباس قابل ذکر ہے:

”مرحوم کاروباری بزرگ تھے مگر اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے نمونۂ سلف تھے، اسی لیے ان کی برادری نے ان کو امام صلاۃ بھی مقرر کیا تھا۔“

تبلیغی جذبہ:

آپ اپنے اہل و عیال، خویش و اقارب، دوست و احباب کو کتاب و سنت کی دعوت دیتے، بھلائی کا حکم کرتے، برائی سے روکتے، یہ ناممکن تھا کہ آپ کے سامنے کوئی خلاف شرع کام کیا جائے اور آپ خاموش رہ جائیں، آپ کا دل جذبۂ تبلیغ سے لبریز رہتا تھا، یہی وجہ تھی کہ سفر تجارت میں بھی اس مقدس فریضہ کو انجام دیتے تھے، چنانچہ آپ کے پوتے جناب عبدالقیوم صاحب آپ کی دین داری، تقویٰ شعاری کی شہادت خلیفہ عبدالرزاق شریف کالی کٹ والے کے واسطے سے بیان کرتے ہیں:

”میں اپنے کاروباری سفر میں تھا، عصر کی اذان ہو چکی تھی، دکان پر بیٹھا ہوا تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادھر سے خلیفہ عبدالرزاق شریف کا گذر ہوا، انہوں نے فرمایا: اذان ہوچکی ہے اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں، معلوم ہے آپ کس کے پوتے ہیں؟ آپ کے دادا مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نماز کے بڑے پابند تھے، نماز کے وقت لوگوں کو جگاتے تھے اور خاص طور سے نماز فجر میں لوگوں کو بیدار کرتے اور انگوٹھا ہلاتے جاتے''۔

آپ اپنے گھر میں ''وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها'' کی سچی تصویر تھے، دینداری کا یہ عالم تھا کہ بڑھاپے میں جب مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا بہت مشکل ہوگیا تھا پھر بھی وہ جماعت نہ چھوڑتے اور کسی نہ کسی طرح مسجد میں ضرور جاتے، جب حالت بہت کمزور ہوگئی تو آپ کے فرزند مولوی عبدالحی صاحب (م ۱۹۷۹ء) نے ان کو مسجد لے جانے اور لانے کے لیے ایک خادم مقرر کردیا تھا۔(۱)

جس طرح آپ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اسی طرح برائیوں سے بھی روکتے، منکر پر نکیر بھی فرماتے جیسا کہ اسلاف اور بزرگان دین کا طریقہ تھا، اس سلسلے میں آپ کے پوتے جناب عبدالقیوم صاحب دو واقعہ بیان کرتے ہیں جو نہایت سبق آموز ہیں پہلا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''عالمی جنگ کا زمانہ تھا، ہر انسان خبر سننے کا مشتاق تھا جس کے لیے ریڈیو کا ہونا ضروری تھا، آپ کے فرزند یعنی ہمارے والد محترم مولوی عبدالحی صاحبؒ (م ۱۹۷۹ء) نے بھی سوچا کہ ایک ریڈیو خریدلوں تاکہ کم از کم خبر سن سکوں، لیکن والد محترم کو یہ ڈر تھا کہ کہیں والد صاحب ناراض نہ ہوجائیں، اس لیے بہت احتیاط سے ریڈیو لایا گیا اور مکان کی پہلی منزل میں رکھا گیا، ایک روز ریڈیو کا بٹن آن کیا تو ریڈیو کی آواز مولانا موصوف کے کان میں پڑ گئی، آواز

(۱) بروایت مولانا عبدالوحید صاحب رحمانیؒ

کان میں پڑنی تھی کہ آپ اس قدر غضب ناک اور چراغ پا ہوئے کہ آپ دوسری منزل میں تھے تانبے یا پیتل کا لوٹا آپ کے ہاتھ میں تھا، غصے میں اس کو اس قدر زور سے پٹخا کہ لوٹا بیکار ہوگیا، آپ کا غصہ اس وقت تک ختم نہ ہوا جب تک ریڈیو گھر سے ہٹا نہ دیا گیا''۔

ریڈیو سے خبر سننا بظاہر کوئی غلط کام نہیں ہے لیکن دوسرے غلط پروگرام سنے جانے کا امکان تھا، اس لیے اس امکانی برائی کو ختم کیے بغیر آپ کو چین نہ آیا، آپ کو ریڈیو کی آواز سننا گوارا نہ تھی تو آپ ریڈیو کے وجود کو اپنے گھر میں کیسے برداشت کرسکتے تھے۔

آج ریڈیو کیا، گھروں میں ٹی وی ہے۔ وی سی آر ہے۔ ڈش ہے، یہ تمام چیزیں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے اوقات کو برباد کرتی ہیں بلکہ ان کے اندر دین بیزاری اور دین سے دوری پیدا کرتی ہیں اور فرائض کی ادائیگی سے غافل کرتی ہیں۔ چیزوں کا غلط یا صحیح استعمال اپنی جگہ پر ہے، لیکن عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن گھروں میں ٹی وی یا وی سی آر ہیں گھر کے بزرگ بے بس و لاچار ہیں، إلا ماشاءاللہ۔

دوسرا واقعہ جو بے حد سبق آموز ہے یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''منشی وکیل احمد صاحب ہمارے دادا مولانا عبدالحکیم کے زمانے میں ملازمت کرتے تھے، منشی وکیل احمد صاحب بظاہر نیک اور اچھے آدمی تھے لیکن داڑھی مونڈتے تھے، مولانا نے فرمایا: ''وکیل احمد اگر داڑھی نہ رکھنا ہو تو ملازمت کہیں اور تلاش کرلو اپنے یہاں میں کسی ایسے آدمی کو نہ رکھوں گا جو شرعی احکام کی پابندی نہ کرتا ہو''۔

مولانا کا یہ جملہ ''وکیل احمد اگر داڑھی نہ رکھنا ہو تو ملازمت کہیں اور تلاش کرلو' ان کی دینی و اسلامی غیرت وحمیت کا پتہ دیتا ہے اور اس سے نہ صرف مولانا کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینداری کا بلکہ ان کے پورے گھرانے کی دینداری کا پتہ چلتا ہے، ظاہر ہے جو اپنے ملازم کو بلا داڑھی دیکھنا پسند نہیں کرتا وہ اپنے گھر کے افراد کو بلا داڑھی کیسے پسند کر سکتا ہے، فی الواقع مولانا کا گھرانہ دینداری اور تقوی شعاری میں بلند مقام رکھتا تھا، مولانا مسجد اہل حدیث طیب شاہ کے خطیب تھے، خطبہ بڑا مؤثر ہوا کرتا تھا، قرآنی آیات پڑھتے اور احادیث رسول سناتے، ترجمہ وتشریح کر کے لوگوں کو مسائل بتلاتے تھے، آپ سے قبل طیب شاہ کے خطیب مولانا حیات محمدؒ (م ۱۹۲۳ء) جو ہنومان پھاٹک (علوی پورہ) سے تشریف لاتے تھے، حاجی حافظ عبدالرحمٰن صاحب (م ۱۹۳۵ء) ان کی بڑی قدر کرتے تھے، جمعہ کے روز ان کا پسندیدہ کھانا ارہر کی دال اور کباب بنواتے اور مولانا کو خوب کھلاتے پلاتے اور بے حد عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔

سخاوت وفیاضی:

مولانا بڑے سخی وفیاض تھے، جود وسخا آپ کا امتیازی وصف تھا، آپ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، نادار طلبہ، غریب اساتذہ اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بنتے اور ان کا بھرپور تعاون فرماتے، اور مظلوم وبے بس اور پریشان حال لوگوں کے لیے آپ کی تجوری کا منہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا، ایک نادار طالب علم کا تعاون کے سلسلے میں مولانا کے نام ایک خط بطور نمونہ پیش ہے:

بخدمت جناب مولوی مولانا عبدالحکیم صاحب / دام عنایتکم وحبکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ والمنہ عاجز مع الخیر ہے، اور خیر وعافیت مزاج وہاج آنجناب کا لیل ونہار بدرگاہ مستجاب الدعوات خواستہ وپرداختہ رہتا ہے۔

گزارش ضروری یہ ہے کہ اگر آپ للہ بندہ کا کچھ وظیفہ مقرر کردیں تو عین عنایت آپ کی ہو، اور ثواب دارین حاصل ہو، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی وسعت دی

ہے اس وجہ سے یہ تکلیف آپ کو دی ہے، ضرور بالضرور خدارا کچھ وظیفہ مقرر فرمادیں تاکہ عاجز کا کام چلے اور کچھ کتاب وغیرہ خرید لے اور زیادہ کیا ترقیم کروں جواب سے اس عریضہ کے کمترین کو معزز وممتاز فرماویں۔

والسلام

عاجز امانت اللہ عفی عنہ

از شہر دہلی پھاٹک حبش خاں مدرسہ میاں صاحب مرحوم

۱۴/ شعبان ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۸/ جون ۱۹۱۵ء

مذکورہ بالا خط سے مولانا کی غربا پروری اور نادار طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اس قسم کے کئی خطوط مجھے ملے ہیں جن میں تعاون کرنے کی درخواست یا زر تعاون بھیجنے کا ذکر ہے۔

احترام علماء:

مولانا عالم دین، صاحب بصیرت موحد، شیدائی سنت نبوی، تقوی شعار، کریم النفس، علماء نواز انسان تھے، آپ کا گھر علماء کرام کے قیام کا مرکز تھا، ہندوستان کے چوٹی کے علماء اہل حدیث تشریف لاتے اور آپ کے یہاں مقیم ہوتے، آپ کے یہاں ٹھہرنے والے چند علماء کرام کے اسماء گرامی نمونۃً درج ذیل ہیں:

۱- مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۵۳ھ)

۲- مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۸ء)

۳- مولانا عبدالتوابؒ علی گڈھی (۱) (   )

۴- مولانا حافظ عبداللہ رحیم آبادیؒ (م ۱۹۵۴ء)

(۱) تلاش بسیار کے بعد بھی آپ کے سن وفات کا سراغ نہ لگ سکا، آپ کی زندگی کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۹۳۲ء کے بعد ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵- مولانا عبدالسلام بستوی شیخ الحدیثؒ (م۱۳۹۴ھ)

مذکورہ بالا علماء کرام میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ کے روابط اس خاندان سے بہت گہرے تھے، جب بھی بنارس تشریف لاتے تو آپ ہی کے یہاں قیام فرماتے، آپ کی آمد پر سارا کاروبار بند ہو جاتا، موصوف آپ کی بڑی خدمت کرتے تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے:

"دیکھو عبدالحکیم دولت و ثروت اور خاندانی شرافت و وجاہت کے باوجود کس قدر با اخلاق، متواضع اور منکسر المزاج ہیں اور علماء کی خدمت کا کتنا جذبہ رکھتے ہیں"۔

آپ دو تین روز سے زیادہ قیام نہ فرماتے۔ اہالیان بنارس سے مولانا امرتسریؒ کے بڑے گہرے اور مخلصانہ تعلقات تھے۔ آپ اکثر بنارس تشریف لاتے، چنانچہ جب ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی تو بہار و بنگال کا دورہ کرتے ہوئے بنارس بھی تشریف لائے تھے، بنارس میں ۱۹۰۴ء میں ایک انجمن مؤید السنۃ کے نام سے قائم ہو چکی تھی جس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا اور انجمن مذکور کا نام انجمن اہل حدیث کے نام سے موسوم کر دیا، ۱۹۳۱ء میں بھی آپ بنارس تشریف لائے جیسا کہ مولانا عبدالمتینؒ (م۱۹۶۴ء) اپنی تحریر میں فرماتے ہیں:

"بحضور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ (م۱۹۴۸ء) اس کا اقرار کرتا ہوں کہ میں روزانہ بوقت صبح بعد نماز فجر قرآن مجید کے ایک رکوع کا ترجمہ مسجد میں لوگوں کو پوری پابندی کے ساتھ سنایا کروں گا، اور اس کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ کل کا خطبۂ جمعہ میں دوں گا اور بعد خطبہ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ وعظ فرمائیں گے........"۔(المرقوم ۶/اگست ۳۱ء)

۱۹۳۳ء میں بھی آپ ایک بار بنارس تشریف لائے، واقعہ یہ ہے کہ صوبہ بہار کے

مشہور شہر چھپرہ میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا اٹھارہواں سالانہ جلسہ ۸-۹/دسمبر ۳۳ء کو اور آل انڈیا اہل حدیث لیگ کا دوسرا سالانہ جلسہ ۱۰/دسمبر ۳۳ء کو ہونے والا تھا (چنانچہ ہوا) ان دونوں جلسوں کی شرکت کے لیے شیر پنجاب فاتح قادیان جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ (م۱۹۴۸ء) ۶/دسمبر کو بنارس سے گذرنے والے تھے، اراکین انجمن اشاعت الاسلام کے بے حد اصرار سے جناب ممدوح نے ایک شب کے لیے بنارس قیام فرمانا اور تقریر کرنا منظور فرما لیا تھا، اراکین انجمن نے مولانا کے وعظ کا اشتہار شائع کیا۔(۱)

مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم فرماتے ہیں:

"جب مولانا امرتسریؒ (م۱۹۴۸ء) ۱۹۳۳ء میں تشریف لائے تو سعیدیہ لائبریری کے میدان میں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا تھا، قاری عبدالوھاب (م۱۹۸۰ء) کی تلاوت پاک سے جلسے کا آغاز ہوا اور مولانا امرتسریؒ نے کتاب و سنت کی روشنی میں بڑی پر مغز اور مؤثر تقریر فرمائی تھی جس کا عوام پر بڑا اچھا اثر ہوا اور جامع مسجد اہل حدیث میں بھی فجر کی نماز کے بعد آپ نے منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو خطاب فرمایا تھا"۔

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ کے علماء سے بڑے بڑے تعلقات اور روابط تھے اکثر و بیشتر علماء کرام سے مراسلت رہا کرتی تھی، مراسلت کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ۱۷/جنوری ۱۹۱۵ء کو مولانا عبدالحکیمؒ کے پاس ایک خط لکھتے ہیں:

محبّ مکرم مولوی عبدالحکیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) نور اسلام بجواب ظہور امام، ص: ۷۴، ۷۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب خیریت سے ہوں، امید ہے کہ آپ بھی مع خاندان کے خیریت سے ہوں گے، مولوی محمد ابوالقاسم سلمہ بھی آج میرے ساتھ ہیں، مولوی منیر خاں صاحب ، مولوی عبدالمجید اور حافظ صاحب کو سلام علیکم۔

ابوالوفاء ثناء اللہ

جملہ اصحاب مدن پورہ بشمول محترم حافظ صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب و میرے پیر مولوی منیر خاں صاحب و مولوی عبداللطیف صاحب و مولوی عبدالمجید صاحب و حاجی عبدالرحمٰن مع برادران سلام عرض ہو۔

ابراہیم سیالکوٹی

مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے کچھ سالوں تک بنارسی کاروبار سے علاحدگی اختیار کرلی تھی اور مطب کرنے لگے تھے جس میں لوگوں کو ہومیو پیتھ دوا دیتے یا دیکھنے پر فیس لیتے تھے، کسی نے فیس لینا ناجائز بتلایا تو آپ نے حافظ عبداللہ غازی پوریؒ کو ایک خط لکھا جس میں فیس کی بابت دریافت کیا، حافظ صاحبؒ نے جو جواب دیا وہ تحریر ذیل میں درج ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عبداللہ

مولوی عبدالحکیم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا جوابی کارڈ پہونچا، اس کے قبل والا خط بھی پہونچ گیا تھا، چونکہ جواب طلب نہ تھا اس وجہ سے جواب نہیں گیا، میں بحمدہ تعالیٰ مع الخیر ہوں، اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو مع الخیر رکھے آمین! مولوی عبداللطیف صاحب سے فرمادیجئے کہ آپ جو فرماتے ہیں ”ماہر طبیب کو مریض سے فیس لینا شرعاً جائز نہیں ہے“ کیا اس میں کوئی نص

وارد ہے؟ اگر ہے تو وہ کون سی ہے، لدیغ والی حدیث سے جو صحیح بخاری وابوداود وغیرہ میں مروی ہے، ابوداود نے فیس لینا ثابت کیا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ابوطیبہ کو اجرت حجامت عطا فرمائی ہے۔ والسلام، میرا سلام مولوی عبداللطیف صاحب و حاجی حافظ عبدالرحیم صاحب و حافظ عبدالرحمٰن صاحب و مولوی منیر خاں صاحب و مولوی عبدالمجید صاحب و مصلیان مسجد کو قبول ہو۔

۱۵/ربیع الآخر ۳۳ھ

یوم سہ شنبہ، از لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عبداللہ

مولوی عبدالحکیم سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں بحمدہ تعالیٰ مع الخیر ہوں اور آپ سب لوگوں کی خیریت چاہتا ہوں، کل آپ کا ملفوف خط ملا جس سے حالات معلوم ہوئے اور آج مبلغ پچیس روپئے مرسلہ آپ کے بذریعے منی آرڈر پہونچے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

بعد نماز عید جس وقت روانگی کا قصد کروں گا اس کی اطلاع پہلے سے آپ کو دے دوں گا، انشاء اللہ تعالیٰ، میرا سلام سب صاحبوں کو قبول ہو۔

۲۴/رمضان المبارک ۳۳ھ

یوم شنبہ، لکھنؤ

سفر بیت اللہ:

مولانا عبدالحکیم بنارسیؒ کو زندگی میں دوبار زیارت بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، پہلا سفر حج ۱۸۹۸ء میں ہوا جس میں مع اہل وعیال تشریف لے گئے تھے، دوسرا سفر حج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۳۳ء میں ہوا جس میں حافظ عبدالرحمٰن (م ۱۹۳۵ء) وغیرہ بھی ساتھ تھے اور قافلہ میں سب ہی لوگ بال بچوں سمیت تشریف لے گئے تھے۔

شادی:

مولانا نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی سے دو بچیاں اور ایک بچہ پیدا ہوا جو دوران حج مکہ مکرمہ میں فوت ہوگیا، پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی کی، دوسری بیوی سے آپ کو صرف ایک لڑکا (عبدالحی) پیدا ہوئے۔

بیماری اور وفات:

مولانا آخری عمر میں ذیابیطس کے مریض ہوگئے تھے اور اسی مرض میں آخر کار ۲۶/ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۴/اپریل ۱۹۴۱ء بروز جمعرات داعی اجل کو لبیک کہا، إنا لله و إنا إليه راجعون، اور اپنے آبائی قبرستان ریوڑی تالاب میں بوقت شام سواچار بجے سپرد خاک کئے گئے۔ اللهم اغفر له وارحمه ووسع مدخله۔

مراجع

(۱) اخبار اہل حدیث امرتسر مجریہ ۲۴/مارچ ۱۹۱۶ء
(۲) اخبار اہل حدیث امرتسر مجریہ ۲/مئی ۱۹۴۱ء
(۳) ماہنامہ محدث بنارس مجریہ جنوری، فروری ۱۹۹۱ء
(۴) نور اسلام بجواب ظہور امام، ص: ۷۴، ۷۵ شائع کردہ انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ، بنارس۔
(۵) بیاض الحاج محمد صدیق صاحب مرحوم

مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۰۶ھ = ۱۷۹۱ء وفات: ۱۲۸۶ھ = ۱۸۶۹ء)

مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، آپ کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے، آپ بنارس میں تحریک اہل حدیث کے پہلے علم بردار اور سلفیت کے داعی و مبلغ تھے، سرزمین بنارس میں مسلمانوں کی آمد تقریباً پانچویں صدی ہجری میں شروع ہوچکی تھی، لیکن ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح یہاں بھی لوگ تقلیدی جمود اور فقہی مسالک کے جال میں جکڑے ہوئے تھے، اسلام کے نام پر غیر اسلامی رسم ورواج اس قدر زور پکڑ چکا تھا کہ اس کی وجہ سے کتاب وسنت پر دبیز پردے پڑ گئے تھے، قرآن وحدیث کی تعلیمات سے لوگ ناواقف تھے، عقیدۂ توحید کی اہمیت وحقیقت سے بالکل نابلد تھے اور شرک وبدعات میں مبتلا تھے، مقابر ومزارات اور بزرگوں کے آثار کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا، خانقاہوں کے گرد چکر لگانا مسلمانوں کے نزدیک اسلام کا بنیادی عقیدہ وعمل بن گیا تھا، مخلوقِ خدا ضلالت وگمراہی کے بھول بھلیوں میں بھٹک رہی تھی، ان حالات میں سرزمین بنارس میں جس نے دعوت حق کا اعلان کیا، تقلید جامد کی مخالفت کی، قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کی، کتاب وسنت پر عمل کرنے کی دعوت دی، اور عقیدے کی اصلاح کی وہ مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:

مولانا عبدالحق بن مولانا فضل اللہ بن محمد مبین العثمانی، النیوتینی ثم البنارسی۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ نیوتن (ضلع اناؤ) میں ۱۲۰۶ھ میں ہوئی، تاریخی نام "فضلِ رسول" رکھا گیا، جس سے سال پیدائش ۱۲۰۶ھ برآمد ہوتا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے والد ماجد مولانا فضل اللہ صاحب نے اپنا قدیم وطن ترک کر کے بنارس میں مستقل رہائش اختیار کرلی، آپ اپنے والد کی معیت میں بنارس آئے اور چیت گنج علاقہ کے محلّہ باغ بریار سنگھ (۱) میں سکونت اختیار کرلی (۲)، اس لیے مولانا عبدالحق محدث نیوتینی بنارسی دونوں نسبتوں سے مشہور ہوئے۔ (۳)

مشائخ واساتذہ:

آپ کو ایسے لائق و فائق، نابغۂ عصر اساتذہ اور ہم سبق ملے جس کی نظیر بنارس کے علما میں نایاب ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار مولانا فضل اللہ بنارسی (م ۱۲۵۶ھ) اور بنارس کے دوسرے علماء سے حاصل کی، چونکہ آپ کو ابتداہی سے طلب حدیث کا شوق تھا اس لیے آپ نے اس وقت کے مرکز علم حدیث دہلی کا رخ کیا، اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کے علمی خانوادے سے اکتساب علم حدیث کی سعادت حاصل کی۔

(۱) میں اپنے ایک کرم فرما ''شمیم احمد صاحب'' کے ساتھ محلّہ باغ بریار سنگھ کا محل وقوع دیکھنے کے لیے گیا، محلّہ باغ بریار سنگھ بڑی پیری سے لگا ہوا محلّہ ہے، اس وقت باغ بریار سنگھ میں مسلمانوں کے صرف دو تین مکانات ہیں اور ان کی اقتصادی اور دینی حالت ناگفتہ بہ ہے، باغ بریار سنگھ سے متصل محلہ بڑی پیری (جو نگر مہا پالیکا کی تقسیم سے پہلے باغ بریار سنگھ ہی کا علاقہ تھا جیسا کہ وہاں کے باشندوں نے بتلایا) میں مسلمانوں کے تقریبا بیس مکانات ہوں گے اور دو مسجدیں ہیں کچھ مکانات مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ہاتھ فروخت کردیا اور دوسرے علاقوں میں منتقل ہوگئے، بڑی پیری کی ایک مسجد کے بارے میں مقامی لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ مسجد کب تعمیر ہوئی تو بتایا کہ تقریبا دو سو سال پرانی ہے جس جگہ یہ مسجد واقع ہے اس سے کچھ فاصلے پر باغ بریار سنگھ کا محل وقوع ہے (نگر مہا پالیکا کی تقسیم کے مطابق) قرین قیاس ہے کہ اس مسجد سے محدث بنارسیؒ کا تعلق رہا ہوگا، اور اسی مسجد میں یا آپ کے مکان میں درسگاہ رہی ہوگی۔ اس علاقے میں دو قبرستان بھی ہیں اس میں پرانی اور خستہ قبریں ہیں جن میں سے بعض پر کتبہ لگا ہوا ہے جو اس بات کی غماز ہیں کہ یہ بنارس کی قدیم آبادی ہے۔

(۲) سراج السالکین مخطوط، ص: ۷۹، مؤلفہ مولانا بخش عابد عفی عنہ، وفیات الأعلام بر حاشیۂ نغمۂ دل مخطوط، ص: ۶۲، مؤلفہ صوفی عبداللہ بن محمد زاہد صدیقی۔ (یہ دونوں مخطوطے جناب سلام اللہ صدیقی صاحب کے پاس موجود ہیں)

(۳) جماعت مجاہدین، ص: ۲۸۴، کتاب منزل کشمیری بازار، لاہور۔ تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۴۴

آپ کے اساتذۂ کرام میں شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (م ۱۲۳۰ھ) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) شاہ اسماعیل شہید دہلوی (ش ۱۲۴۶ھ) اور مولانا عبدالحئی بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ) کے اسماء گرامی شامل ہیں، ہندوستان سے باہر آپ نے جن علماء اعلام سے اکتسابِ فیض کیا اور سند حاصل کی ان میں قاضی محمد بن علی شوکانی صاحب تفسیر فتح القدیر (م ۱۲۵۰ھ) قاضی عبدالرحمٰن بن احمد بن الحسن البھکلی (م ۱۲۸۱ھ) شیخ عبداللہ بن محمد بن اسماعیل الأمیر الیمانی (م ۱۲۴۲ھ) اور شیخ محمد عابد بن احمد علی سندھی (م ۱۲۵۷ھ) ہیں۔ (۱)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ) سے آپ نے حدیث کی سند حاصل کی، جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال الشوكاني: انی أجزت للشيخ العلامة أبی الفضل عبدالحق بن الشيخ العلامة محمد فضل الله المحمدی الهندی كثر الله تعالىٰ بمنه وكرمه فوائده، ونفع بمعارفه ما اشتمل عليه هذا الثبت الذی جمعته وسميته "اتحاف الأكابر باسناد الدفاتر" فليرو عنی ما اشتمل عليه من كتب الإسلام على اختلاف انواعها كما يراه فيه وهو اهلٌ لما هنا لك ولم أشترط عليه شرطا فهو أجلّ من ذلك وأعلىٰ.

حرر يوم الجمعة بتاريخ ۱۰/ جمادى الآخرة ۱۲۳۸ھ كتبه محمد بن علی الشوكانی۔ (۲)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کو مذکورہ سند

(۱) نزهة الخواطر، ج: ۷، ص: ۲۴۶، مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ طبعہ ثانیہ۔

(۲) ابجد العلوم، ص: ۸۷۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازہ میں ''الشیخ، العلامہ'' کہا ہے، اور روایت حدیث کے لیے نہ صرف یہ کہ آپ کو شرط سے مبرا کیا ہے، بلکہ آپ کو اس سے بہت بلند و برتر قرار دیا۔

اس سے مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت وجلالت کا پتہ لگتا ہے۔ قاضی عبدالرحمٰن بن احمد الحسن البھکلی نے روایت حدیث کی منظوم سند عطا فرمائی، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

وبعد فالله كثير المن — مَنّ علينا بالإمام السنى
أعنى أباالفضل حليف الصدق — الفاضل المبرور عبد الحق
محمد الهدى والطريقة — ووارث العلم على الحقيقة
جاء من الهند لأخذ العلم — عن أهله الأبرار أهل الفهم
طلبنى إجازةً يروى بها — عنى أحاديث النبى ذى البها
ولست أهلا أن اجيز إنما — حسن بى ظنا فكنت عندما
وعند هذا قد اجزته بما — يجوز لى أرويه عندالعلماء (۱)

شیخ عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے محی السنۃ قامع البدعۃ سید نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (م ۱۳۰۷ھ) کو اجازت حدیث کی جو سند عطا کی اس میں بھی آپ نے اساتذہ وشیوخ کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

''وبعد فإن الشيخ الفطن الذكى مولانا السيد صديق حسن نجل مولانا السيد أولاد حسن المحدث القنوجي نفع الله بعلومه كل ذكى وغبيٍّ وطلب منى اجازة عامة، ومثلى منه يطلب، ولست بأهل أن اجاز فكيف ان أجيز، ولكن الحقائق قد تخفى، وقد من الله على بالمثول عند أئمة السنة النبوية والسماع منهم للآثار

(۱) نزہۃ الخواطر، ج:۷، ص:۲۵۱

والأحاديث المصطفوية وأخذ الإجازات عنهم، فأولهم وأجلهم الإمام الهمام فخر الإسلام العالم الربّانى مولانا القاضي محمد بن على بن محمد الشوكاني، ألحقه الله بالسلف الصالحين ومتعنا ببركاته، آمين. وهو يروى عن عدة مشائخ وأسامى الكل مع اختلاف الطرق مندرجة فى إتحاف الأكابر باسناد الدفاتر فلا حاجة إلى إعادتها، والثانى وجيه الإسلام الورع التقى مولانا القاضى عبدالرحمن بن أحمد بن حسن البهكلى.... والثالث العلامة النحرير شيخنا ومولانا السيد عبدالله بن السيد محمد بن إسماعيل الأمير.... والرابع العلامة البهى وارث أحاديث النبى الأمى الشيخ العلامة محمد عابد بن أحمد على الواعظ الأنصارى الخزرجى السندى .... وقرأت أكثر كتب الحديث على أسوة المحدثين وارث علوم سيد المرسلين العلامة النبيل مولانا الشيخ محمد إسماعيل الشهيد تغمده اله بغفرانه المديد وعلى شيخى ومر شدى العلامة مولانا الشاه عبدالقادر أعلى الله درجاته وخصه بهباته وعلى أكمل العلماء وأفقه الفقهاء قدوة المحدثين عمدة الكاملين الشيخ العلامة مولانا الشاه عبدالعزيز الدهلوى قدس الله سرّه لطفه الخفى والجلى....فأقول إنى أجزت السيد المذكور وكثر الله تعالٰى فوائده جميع كتب الحديث ... وأوصيه بتقوى الله عزّوجل وإتباع الحق أينما كان ومع من كان والعمل بصحيح السنة ومجانبة البدعة والإستقامة على قدم الحق والصدق....

قاله بفمه وحرره بقلمه خادم السنة النبوية عبد الحق المحمدى

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عامله الله تعالىٰ بلطفه الخفى والجلى فى سلخ رجب سنة خمس وثمانين ومائتين وألف الهجرية انتهى۔"(۱)

ترجمہ: حمد وصلاۃ کے بعد مولانا سید اولاد حسن محدث قنوجی کے صاحبزادے فاضل لبیب مولانا صدیق حسن نے مجھ سے (روایت حدیث کی) عام اجازت طلب کی، حالانکہ مجھ جیسا آدمی ان سے اجازت طلب کرتا، اور میں تو اجازت دیئے جانے کا بھی اہل نہیں، چہ جائیکہ میں خود اجازت دوں، لیکن بعض اوقات اصلیت چھپ جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حقیر کو ائمہ سنت نبوی کی خدمت میں حاضری، ان سے حدیثیں سننے، اور اجازتیں حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ان میں سب سے اول اور مقدم عالم ربّانی، فخر اسلام، امام اجل مولانا قاضی محمد بن علی شوکانی ہیں، وہ کئی مشائخ سے روایت کرتے ہیں، ان سب کے نام اختلاف طرق کے ساتھ "اتحاف الأكابر باسناد الدفاتر" میں درج ہیں، اس لیے یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، دوسرے مولانا قاضی عبدالرحمٰن بن احمد بن الحسن البہکلی ہیں، اور تیسرے سید عبداللہ بن سید محمد بن اسماعیل الأمیر یمنی ہیں، اور چوتھے علامہ شیخ محمد عابد بن احمد علی سندی ہیں اور میں نے حدیث کی اکثر کتابیں علوم نبوی کے وارث اسوۂ محدثین علامہ جلیل مولانا شیخ محمد اسماعیل شہید تغمدہ اللہ بغفرانہ المدید، اور اپنے شیخ ومرشد مولانا عبدالقادر اعلی اللہ درجاتہ، اور علماء وفقہاء کے سرتاج، محدثین کاملین کے سرخیل مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس اللہ سرّہ سے پڑھیں۔ میں سید مذکور کو تمام کتب حدیث کی (روایت کی) اجازت دیتا ہوں اور انھیں تقویٰ الٰہی کے ساتھ اتباع حق کی نصیحت کرتا ہوں، حق جہاں بھی ہو اور جس کے ساتھ بھی اس کی اتباع کرنی چاہئے (اسی طرح) صحیح سنت پر عمل کرنے، بدعت سے بچنے اور حق وصداقت کی راہ پر

(۱) اتحاف النبلاء، ص: ۲۶۵، مطبع نظامی کانپور، ۱۲۸۸ھ

ثابت قدم رہنے کی نصیحت کرتا ہوں......

یہ (سب کچھ) سنت نبوی کے خادم عبدالحق محمدی نے اپنی زبان سے کہا اور یہ (سطریں) اپنے قلم سے لکھیں۔ (تاریخ آخر رجب ۱۲۸۵ھ)۔

سید احمد شہیدؒ سے تعلق:

مولانا عبدالحق محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ سید احمد شہید کی تحریک سے ابتدا ہی میں وابستہ ہوگئے تھے، جب حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا شاہ اسماعیل شہید ایک قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو اس میں مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ بھی شامل تھے، جیسا کہ مولانا غلام رسول مہر قمطراز ہیں:

"پورا قافلہ دس جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا، ہر جماعت ایک جہاز پر سوار ہوئی اور تمام جماعتوں کے لیے ایک امیر مقرر ہوگیا، جس جہاز کے امیر مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ مقرر کئے گئے تھے اس جہاز کا نام "فتح الباری" تھا، اس پر ستر افراد سوار تھے اور کپتان کا نام عبداللہ بلال عرب تھا۔"(۱)

شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ شیدائی سنت، نمونۂ سلف تھے، شرک وبدعات اور غیر شرعی رسوم کے سخت مخالف تھے اس لیے بدعات کی تردید اور غیر شرعی رسم ورواج کے ابطال میں سختی سے کام لیتے تھے، سفر حج میں بعض رفقاء سے مسئلہ تقلید پر باہم نزاع ہوگیا اس نزاع کا یہ اثر ہوا کہ جب سید احمد شہیدؒ کا قافلہ مدینۃ النبی پہنچا تو وہاں مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ نے غیر شرعی رسوم اور فاسد عقائد کے خلاف سخت تقریریں کیں جس کی شکایت حکومت سے کی گئی، حکومت نے آپ کے خلاف مقدمہ قائم کیا اور آپ کی گرفتاری عمل میں آئی، اس واقعہ کے سلسلے میں غلام رسول مہرؒ یوں رقمطراز ہیں:

"اس زمانے میں (حجاز کے) ارباب(۲) حکومت نجدیوں سے بیحد بگڑے

(۱) سید احمد شہید، ص: ۲۱۳، علمی پرنٹنگ پریس ۱۷، ہسپتال روڈ، لاہور

(۲) حجاز میں اس وقت ترکوں کی حکومت تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے ان کے ساتھ جنگ کو ختم ہوئے چند ہی سال گذرے تھے، اگر کوئی شخص موحّدانہ عقائد کی اشاعت میں ذرا سرگرم معلوم ہوتا اور بدعات ومحدثات کے رد میں سختی سے کام لیتا تو اسے ''وہابی'' سمجھ کر مواخذہ کیا جاتا اور ظلم وستم کا تختۂ مشق بنالیا جاتا، سید صاحب کے ساتھیوں میں شیخ عبدالحق محدث نیوتنوی بہت تیز مزاج تھے، وہ بعض مروجہ غیر شرعی مراسم کے رد وابطال میں ذرا تیزی سے کام لیتے تھے، جھٹ شکایت ہوئی کہ ''وہابی'' ہیں، چنانچہ ان پر مقدمہ قائم ہوگیا، مولانا عبدالحئی نے ضمانت دے کر انھیں چھڑایا اور مقدمے کی جواب دہی کے موقع پر بھی مولانا ہی نے عدالت سے بات چیت کی، اس طرح مولوی عبدالحق رہا ہوگئے۔(۱)

مولانا غلام رسول مہرؒ نے ''سید احمد شہید''(۲) کے شروع میں کچھ باتیں ''استدراک'' کے عنوان سے لکھی ہیں، اسی کے ذیل میں ایک بات یہ بھی لکھی ہے:

''مولوی عبدالحق کے خلاف مدینہ منورہ میں جو مقدمہ دائر ہوا تھا اس کے ذمہ دار مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی تھے، سید صاحب کلکتہ میں بحری سفر کا انتظام فرمارہے تھے تو ایک موقع پر مولوی عبدالحق اور مولوی رجب علی ومنشی مرزا جان لکھنوی کے درمیان تقلید وعدم تقلید پر بحث ہوئی تھی، سید صاحب کے رفقاء میں سے چند افراد، جن میں منشی فضل الرحمٰن بردوانی کا نام بہ تصریح مذکور ہے، مولوی عبدالحق کے ہمنوا تھے۔ اس بحث میں مولوی رجب علی کو جو رنجش پیدا ہوئی اس نے مدینہ منورہ پہنچ کر دعوے کی شکل اختیار کی، مولوی رجب علی چاہتے تھے کہ مولوی عبدالحق کی جگہ مولانا عبدالحئی اور شاہ اسماعیل کو اس قضیے میں الجھالیں۔ مولوی عبدالحئی نے سنا تو جوش میں آگئے اور قاضی سے کہا میں حنفی ہوں لیکن ہمارے یہاں معاملات میں کئی ایسی مثالیں

(۱) سید احمد شہید، ص:۲۱۳، علمی پرنٹنگ پریس ۱۷، ہسپتال روڈ، لاہور، جماعت مجاہدین، ص:۲۸۴

(۲) سیرت سید احمد شہید، مرتب: مولانا غلام رسول مہر طبع: ۱۹۵۷ء، کتاب منزل، کشمیری بازار، لاہور

ملتی ہیں کہ فتویٰ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین تینوں کے خلاف ہے، قاضی مثالیں سن کر چپ ہوگیا اور یہ قضیہ یوں ختم ہوا۔''

اہلحدیث اور سیاست کے مصنف مولانا نذیر احمد صاحب املوی رحمہ اللہ قمطراز ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:

الف—مولوی رجب علی سے مولانا شیخ عبدالحق بنارسیؒ کے ساتھ مسئلہ تقلید پر جو بحث ہوئی تھی وہ سفر حج کے موقع پر کلکتہ میں ہوئی تھی۔

ب—ابھی چند ہی سال گذرے تھے کہ حکومت حجاز اور نجدیوں میں جنگ ختم ہوئی تھی، اس کی وجہ سے حجاز کے ارباب حکومت نجدیوں سے ناراض تھے، موحدانہ عقائد کی تبلیغ اور بدعات کی تردید کرنے والے کو نجدی اور وہابی سمجھ کر گرفتار کرلیتے تھے۔ وہاں کی اس فضا سے سید صاحب کے رفقاء سفر میں سے ان علماء احناف نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جو شیخ عبدالحق بنارسیؒ سے اس لیے ناراض ہوگئے تھے کہ وہ تقلید کے قائل نہ تھے، انہی علماء نے مدینہ منورہ پہونچ کر وہاں کے حنفی حکام کے پاس شیخ عبدالحق صاحب کی شکایت کی، ان کو گرفتار کرایا اور ان پر مقدمہ قائم کرایا۔

ج—اس مقدمہ کے ذمہ دار مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی جونپوری تھے، بالفاظ دیگر مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی جونپوری حنفی تھے اور مسئلہ تقلید میں متشدد تھے، ورنہ حنفی تو مولانا عبدالحئی بھی تھے جنہوں نے شیخ عبدالحق کی ضمانت کی اور مقدمہ کی پیروی کرکے ان کو چھڑایا تھا۔

یہی مولوی اسلمی مدراسی ہیں جن کی بابت مہر صاحب نے ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولانا سید محمد علی رامپوری جب دوبارہ مدراس تشریف لے گئے تھے تو ان کے خلاف جن لوگوں نے ہنگامے برپا کیے اور ان کی ایذارسانی کے درپے ہوئے ان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مولوی اسلمی پیش پیش تھے۔(۱)

اس سے جہاں مولوی اسلمی کی ذہنیت کا پتہ لگتا ہے وہیں واضح طور پر یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ مولانا سید محمد علی رامپوری حنفی اور مقلد نہ تھے، ورنہ مولوی اسلمی ان کے مخالف اور درپے آزار نہ ہوتے۔

د-سید صاحب کے رفقاء میں سے چند افراد تقلید کی اس بحث میں مولانا شیخ عبدالحقؒ کے ہمنوا تھے جن میں منشی فضل الرحمٰن بردوانی کا نام بہ تصریح مذکور ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ منشی فضل الرحمٰن بردوانی بھی اہل حدیث تھے اور اس سفر حج میں سید صاحب کے ساتھ تھے۔

حج سے فراغت اور مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد مولانا شیخ عبدالحق یمن کے مشہور مقام صنعاء چلے گئے، وہاں امام شوکانی کا فیض علم جاری تھا، شیخ عبدالحقؒ ان کے تلمذ کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے اور ان سے حدیث کی سند حاصل کر کے ہندوستان واپس آئے۔(۲)

”اہل حدیث اور سیاست“ کے مذکورہ بالا بیان سے ان تذکرہ نگاروں کے قول کی مکمل تردید ہوجاتی ہے جنہوں نے شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ کے گرفتاری کا سبب ائمہ مجتہدین کی شان میں اہانت آمیز الفاظ اور نازیبا کلمات کا استعمال بتلایا ہے۔

تلامذہ:

مولانا شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ کے تلامذہ بھی علم وعمل کے چراغ، رشد وہدایت کے مینار، زہد وورع میں بے مثال اور اپنے علمی تبحر کی وجہ سے صدق وصفا اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھے۔ آپ کے چند اہم اور مشہور تلامذہ کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱-مولانا سید نواب صدیق حسن قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) جنہوں نے

(۱) ملاحظہ ہو جماعت مجاہدین ص ۱۸۵

(۲) ”اہل حدیث اور سیاست“ مؤلفہ مولانا نذیر احمد املویؒ ناشر ادارۃ البحوث بالجامعۃ السلفیۃ، بنارس

اپنے استاد شیخ عبدالحق محدث بنارسی سے بسند شوکانی اجازہ حاصل کیا، اور امام شوکانی کے افکار کو ہندوستان بھر میں پھیلایا، بلکہ امام شوکانیؒ کے نام پر بھوپال میں مدرسۃ الفکر قائم کر دیا، امام شوکانیؒ کی کتابوں پر حواشی اور شروح لکھے اور تہذیب وتنقیح کے بعد جدید ناموں سے ان کو شائع کیا۔

۲-مولانا قاضی محمد بن عبدالعزیز الزبیلی، مچھلی شہری (م ۱۳۲۴ھ) تراجم علماء حدیث ہند میں مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہرویؒ لکھتے ہیں: ”جب اپنے چچا صدر الصدور مولوی عبدالشکور صاحب کے ساتھ مکہ معظمہ گئے تو سند الوقت شیخ عبدالحق بنارسیؒ سے سند حاصل کی، محدث بنارسی کی شاگردی پر آپ کو بڑا ناز تھا، آپ ہی کی سند سے احادیث روایت کرتے، اس لیے کہ اپنے اس استاد کی وجہ سے آپ ایک ہی واسطہ سے امام شوکانیؒ کے شاگرد تھے۔(۱)

۳-مولانا عبدالعزیز محدث لکھنوی (م ۱۳۲۴ھ)

۴-مولانا وحید الزماں حیدرآبادی (م ۱۳۴۸ھ)

۵-مولانا امیر حسن سہسوانی (م ۱۲۹۱ھ)

۶-مولانا اسماعیل علی گڑھی (م ۱۳۱۱ھ)

۷-مولانا عبدالمنان وزیرآبادی (م ۱۳۲۴ھ)

۸-قاضی محمد طاہر مچھلی شہری۔

۹-مولانا بخش عابد (م ۱۳۱۵ھ)

۱۰-مولانا سید جلال الدین احمد جعفری بنارسی (م ۱۲۷۹ھ) اور ان کے درج ذیل تین صاحبزادے۔

۱۱-مولانا سید سعید الدین احمد جعفری بنارسی (م ۱۲۹۳ھ)

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۳۴۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲-مولانا سید حمید الدین احمد جعفری بنارسی (م ۱۳۰۸ھ)

۱۳-مولانا سید شہید الدین احمد جعفری بنارسی (م ۱۳۳۷ھ)

۱۴-مولانا عباس علی مرشد آبادی (۱)

تصانیف:

شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن افسوس کہ تلاش بسیار کے باوجود ان کی کوئی تصنیف دستیاب نہیں ہوسکی، البتہ سِیَر کی کتابوں میں جو آپ کا تذکرہ آیا ہے اس میں درج ذیل کتابیں مذکور ہیں:

۱-سفرنامہ حج، اس کتاب میں حج کے سفر کی داستان بیان کی گئی ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے، اس کا ذکر مجلّہ ''تعلیم الاسلام'' فیصل آباد مجریہ اکتوبر ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں آیا ہے۔

۲-اسانید الشیخ محمد عابد السندھی پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

۳-سفر یمن کے تعلق سے بھی ایک رسالہ ترتیب دیا، جس میں علامہ قاضی محمد بن علی شوکانیؒ سے اپنے لقاء کا شوق، شرف لقاء پھر ان کے یہاں دوران قیام اپنے ساتھ الطاف وعنایات اور درس کی خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے۔

۴-اسی طرح ایک رسالہ محمد بن اسماعیل امیر یمانی سے اپنی ملاقات کے بارے میں تالیف فرمایا جس میں امیر یمانی کی جانب سے خاطر ومدارات، الطاف وعنایات، اعزاز واکرام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری درخواست پر شیخ نے حدیث مسلسل بالاولیہ (حدیث رحمت) پڑھ کر سنائی اور اس کی اجازت سے نوازا، اور ساتھ ہی اپنی تمام مرویات کی اجازت مرحمت فرمائی، نیز بخاری شریف کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا، اس کے علاوہ میں نے ان کے ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' صحیح بخاری اور علم اصول کے درس میں شریک ہوکر اکتساب فیض کیا، شیخ یمانی نے یکم رجب ۱۲۳۸ھ کو جملہ کتب

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۳۱۶/۱۷

احادیث اور تمام فنون کی اجازت عطا فرمائی اور بے حد خوشی کا اظہار کیا، خوب خوب دعائیں دیں۔

۵-اس کے علاوہ ایک رسالہ اپنے استاد محترم شیخ قاضی عبدالرحمٰن البھکلی کی ملاقات کے بارے میں تصنیف فرمایا، جس میں شیخ کی خدمت میں طویل قیام، ان کے علم وفن، زہد وتقویٰ اور اتباع سنت وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ مسلسلات میں ''حدیث الرحمۃ المسلسل بالاولیۃ'' اور بہت ساری کتب احادیث پڑھنے کے بعد قرآن کریم کی تفسیر بھی پڑھی، شیخ نے تمام مرویات کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۶-ان رسائل کے علاوہ مولانا کی تصانیف میں ''الدر الفرید فی المنع عن التقلید'' بھی مشہور ہے۔(۱)

زیارت بیت اللہ اور وفات:

حب الٰہی کی کشش نے بار بار زیارت بیت اللہ کی سعادت بخشی چنانچہ آپ نے سات بار زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔(۲)

آپ کے شاگرد رشید قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری (م ۱۳۲۴ھ) کا بیان ہے کہ ''لم أر بعيني أفضل منه'' میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں پایا، قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ آخری سفر حج میں، میں شیخ کے ساتھ تھا، میری موجودگی میں بحالت احرام ''منیٰ'' میں ۸/ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ بروز پنجشنبہ آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور جمعہ کی رات میں بمقام ''باب مسجد خیف'' تدفین عمل میں آئی، بعض مؤرخین نے آپ کی تاریخ وفات ۱۲۸۸ھ بتلائی ہے۔(۳) ''فضل رسول'' سے سال وفات

(۱) نزهة الخواطر ۷/۲۵۱ (۲) حاشیۂ حیات وحید الزماں

(۳) ابجد العلوم، ص: ۸۷۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۸۶ھ برآمد ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ پر ایک افسوس ناک بہتان:

مولانا شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ متبع سنت اور سلفی العقیدہ عالم تھے، جیسا کہ ان کی سند سے پتہ چلتا ہے جو آپ نے مولانا سید نواب صدیق حسن خاں کو لکھ کر دی، لیکن بعض حضرات نے آپ کو زیدی شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ کے مسلک کی بابت یہ نہایت افسوسناک بہتان باندھا ہے کہ وہ مذھباً زیدی شیعہ تھے اور امیر شہید سید احمد بریلویؒ نے ان کو اپنی جماعت سے نکلوادیا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''امیر شہید نے ان کے رہنما کو جو محمد اسماعیل اور امام شوکانیؒ دونوں کا شاگرد اور زیدی شیعہ تھا اپنی جماعت سے نکلوا دیا۔'' (۱)

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حال ہی کے بعض حضرات نے اپنے ایک مخصوص وہمی نظریہ کی کڑیاں ملانے کو آپ کے متعلق ''زیدیت'' کا دھبہ لگایا ہے، لیکن یہ بہتان طرازی ہے، مولانا مسلکاً اہل حدیث تھے۔ (۲) اور مولانا مسعود عالم ندویؒ اسی کے جواب میں فرماتے ہیں:

''اہل حدیث'' عالموں کے جس رہنما کو مولانا (سندھی) زیدی شیعہ کہتے ہیں وہ شیخ عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی مہاجر مکی (م ۱۲۸۶ھ) ایک متبع سنت اور سلفی عالم ہیں، ان پر زیدیت اور شیعیت کا الزام عائد کرنا بڑا ظلم ہے، مولانا نے ان کا ذکر خیر مختلف جگہوں پر کیا ہے، دو موقعوں پر زیدی شیعہ اور ایک مقام پر نواب صدیق حسن خاں قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) کا استاذ بھی بتایا گیا ہے، لیکن نام لینے سے احتراز رہا، ہمیں

(۱) شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص:۱۰۶، اشاعت دوم نیز دیکھو اسی کتاب کا ص:۱۳۲

(۲) صحیفہ اہل حدیث کراچی مجریہ مارچ ۱۹۹۳ء

نہیں معلوم کہ امیر شہید نے انھیں کب جماعت سے نکلوا دیا تھا، کیا اس کا کوئی مستند ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟

اب رہا شیخ عبدالحق بن فضل اللہ پر زیدیت اور شیعیت کا الزام تو اس کی حقیقت ایک بہتان سے زیادہ نہیں۔ دیکھئے! کہیں ''مرغ قبلہ نما'' تو آپ کی ''ناوک افگنی'' کا نشانہ نہیں بن رہا ہے۔ (۱)

مدارس کا قیام:

بنارس عہد قدیم سے علم وفن اور تہذیب کا گہوارہ رہا ہے، مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ نے بھی اس شہر میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا، جو ''مدرسہ عبدالحق محدث بنارسیؒ'' کے نام سے مشہور تھا جس میں تاحیات آپ نے تدریسی فرائض انجام دیئے، اس مدرسے نے بہت سارے نامور علماء وفضلاء پیدا کئے نیز مدرسہ عالیہ عربیہ مئو کی تاسیس میں آپ شریک تھے جیسا کہ قاری احمد سعید (م ۱۳۸۴ھ) ''اخبار اہل حدیث دہلی' مجریہ یکم مئی ۱۹۵۱ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مدرسہ عالیہ کی بنیاد ۱۲۸۵ھ میں علامہ عبدالحق مہاجر مکہ معظمہ (بنارسی) (م ۱۲۸۶ھ) ومولانا فیض اللہ مئوی (م ۱۳۱۶ھ) ومولانا عبدالرحمٰن بنارسیؒ (م ۱۳۱۵ھ) جیسی بزرگ وبے مثال ہستیوں نے رکھی۔

مراجع

(۱) سراج السالکین مخطوط، ص:۷۹، مؤلفہ مولانا بخش عابد عفی عنہ، وفیات الأعلام بر حاشیۂ نغمۂ دل مخطوط، ص:۶۲، مؤلفہ صوفی عبداللہ بن محمد زاہد صدیقی۔ (یہ دونوں مخطوطے جناب سلام اللہ صدیقی صاحب کے پاس موجود ہیں)

(۱) ''مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے افکار پر ایک نظر، ص:۷۶'' دارالدعوۃ السلفیۃ شیش محل روڈ، تالیف: مولانا مسعود عالم ندویؒ۔ صحیفۂ اہل حدیث کراچی مجریہ ۱۱/ مارچ ۱۹۹۳ء، مجلّہ تعلیم الاسلام فیصل آباد مجریہ، اکتوبر ۱۹۹۳ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) جماعت مجاہدین، ص:۲۸۴، کتاب منزل کشمیری بازار، لاہور۔ تراجم علماء حدیث ہند، ص:۳۴۴

(۳) نزہۃ الخواطر، ج:۷، ص:۲۴۶، مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ طبعہ ثانیہ۔

(۴) ابجد العلوم، ص:۸۷۰

(۵) نزہۃ الخواطر، ج:۷، ص:۲۵۱

(۶) اتحاف النبلاء، ص:۲۶۵، مطبع نظامی کانپور، ۱۲۸۸ھ

(۷) سید احمد شہید، ص:۲۱۳، علمی پرنٹنگ پریس ۱۷، ہسپتال روڈ، لاہور

(۸) حوالہ مذکور، وجماعت مجاہدین، ص:۲۸۴

(۹) ''اہل حدیث اور سیاست'' مؤلفہ مولانا نذیر احمد املویؒ ناشر ادارۃ البحوث بالجامعۃ السلفیۃ، بنارس

(۱۰) ''مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے افکار پر ایک نظر، ص:۷۶'' دارالدعوۃ السلفیۃ شیش محل روڈ، تالیف: مولانا مسعود عالم ندویؒ

(۱۱) صحیفۂ اہل حدیث کراچی مجریہ ۱۱/ مارچ ۱۹۹۳ء، مجلّہ تعلیم الاسلام فیصل آباد مجریہ، اکتوبر ۱۹۹۳ء

مولانا عبدالحنان بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۴۴ھ = ۱۹۲۵ء وفات: ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۶ء)

نام ونسب:

مولانا عبدالحنان بن مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا محمد سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ کنجاہی، پنجابی، بنارسیؒ۔

آپ نے شہر جنوبی کے مشہور محلّہ دارانگر کے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اور یہیں پرورش پائی، آپ کا تاریخی نام محمد ظہور عالم رکھا گیا، جس سے تاریخ پیدائش ۱۳۴۴ھ برآمد ہوتی ہے۔

بچپن ہی میں آپ کے سر سے شفقت پدری کا سایہ اٹھ گیا، آپ کے والد مولانا عبدالرحمٰن صاحب عین شباب میں مرض ہیضہ میں مالک حقیقی سے جا ملے اور آپ یتیم ہوگئے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے بہترین سرپرستی نصیب ہوئی، آپ کی والدہ محترمہ سے مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء) نے نکاح کرلیا اس طرح آپ ان کے پروردہ اور ربیب ہوگئے، مولانا سیف بنارسیؒ نے مولانا عبدالحنانؒ اور ان کے تمام بھائیوں کا بڑا خیال رکھا، تعلیم وتربیت پر خاص توجہ فرمائی اور والد کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا۔

تعلیم وتربیت:

آپ کی ابتدائی تا مولوی کی تعلیم جامعہ رحمانیہ میں ہوئی، جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاںؒ (م ۱۹۴۵ء) بڑے مشفق استاد تھے، مولانا خود فرماتے ہیں کہ:

''مولانا منیر خاںؒ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب میرے بڑے ابا قاری احمد سعیدؒ (م ۱۹۶۴ء) مجھے مارتے تو آپ مجھے بچا لیتے اور اپنے ساتھ لے کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلے جاتے۔"

آپ کے جامعہ رحمانیہ کے اساتذہ میں مولانا عبیداللہ پیغمبرپوری مولانا عبدالغفارحسن رحمہ اللہ اور قاری احمد سعید صاحبؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام اساتذہ کرام تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا خاص خیال رکھتے تھے۔

مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ دارانگر میں آپ نے صحیحین کا درس اپنے مشفق ومربی چچا مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م۱۹۴۹ء) سے لیا، سنن اربعہ اور بعض دیگر کتابیں مولانا عبدالآخر (م۱۹۸۳ء) اور مولانا عبدالمجید بنارسیؒ (م۱۹۳۷ء) سے پڑھیں، آپ نے مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ سے ۱۹۴۷ء میں فراغت حاصل کی، آپ الٰہ آباد عربی وفارسی بورڈ کے چند امتحانات میں بھی شریک ہوئے تھے۔

مشغلہ:

فراغت کے بعد آپ نے کبھی تدریس وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا تو کبھی آپ تجارت میں مشغول ہوگئے، ۱۹۵۱ء سے ۱۹۹۵ء تک آپ کانپور میں رہ کر درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، کانپور میں قیام کے دوران وہاں کی جماعت میں بیداری کی روح پھونکی، مساجد میں درس قرآن وحدیث جاری کیا اور خود پابندی سے درس قرآن وحدیث دیتے رہے، علاوہ ازیں تعلیم اطفال کا بھی اہتمام فرمایا، کافی عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا، ۱۹۵۱ء سے ۱۹۹۵ء کے درمیان میں کئی بار آپ کانپور سے بنارس آئے، آپ بنارس میں مدرسہ احیاء العلوم جین پورہ اور مدرسہ محمدیہ نیا چوک میں بھی تدریسی فریضہ انجام دے چکے ہیں، ۱۹۹۵ء میں صحت کی خرابی کی وجہ سے آپ نے کانپور کو مستقل خیرباد کہہ دیا اور اپنے وطن مالوف بنارس چلے آئے۔

تین سال تک آپ واشنگ پاؤڈر کی تجارت کرتے رہے اور تجارت کے لیے بنگال اور آسام کا سفر زیادہ کرتے تھے۔

تبلیغ:

مولانا عبدالحنان صاحبؒ، مولانا سیف بنارسیؒ کے بھتیجے اور ربیب تھے اور سفر وحضر میں آپ کے رفیق اور خادم خاص تھے، سیف بنارسیؒ کے ساتھ اکثر وبیشتر مقامات میں ساتھ ہوتے اور تبلیغی تجربہ حاصل کرتے اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے، سیف بنارسیؒ کی رفاقت کی وجہ سے آپ تبلیغی میدان میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور جہاں بھی رہے دعوت وتبلیغ کے فریضہ سے کبھی غافل نہ رہے، کانپور میں خطبۂ جمعہ، عشاء وفجر بعد درس قرآن اور درس حدیث آپ کا روزمرہ کا معمول تھا، گاہے بگاہے کانپور میں جماعت کا تبلیغی پروگرام ہوتا تو اس میں بھی پوری طرح شریک رہتے بلکہ اکثر وبیشتر آپ ہی منتظم ومنصرم ہوتے، اسی طرح جب تک بنارس میں رہے کبھی دارانگر اور کبھی نئے چوک کی مسجد میں خطبہ جمعہ دیا کرتے، ایک وقت میں تو آپ نئے چوک کی مسجد کے خطیب ہوگئے تھے، لیکن یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہ چلا اور آپ کانپور والوں کے اصرار پر کانپور دوبارہ چلے گئے اور جب صحت زیادہ خراب ہوگئی تو آپ وہاں سے بنارس واپس چلے آئے۔

مضمون نگاری:

مولانا چونکہ علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لیے بیک وقت درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور مضمون نگاری سے آپ کو خاص شغف تھا، جماعتی رسالوں میں آپ کے وقیع اور معلومات سے پرمضامین شائع ہوا کرتے تھے، مولانا سیف بنارسی کے انتقال کے بعد رسالہ "نورتوحید" کے ایڈیٹر ایم، اے عقیل مئویؒ نے سیف الاسلام نمبر کے متعلق اعلان کیا تو مولانا عبدالحنانؒ نے بعنوان "حیات ابوالقاسم" آٹھ صفحات پر مشتمل ایک جامع مضمون ارسال فرمایا۔ مولانا عقیل مئویؒ ایڈیٹر رسالہ "نورتوحید" مولانا کے اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اگر یہ جامع مضمون پہلے آگیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تو بعض طول لا طائل مضمون میں کچھ ضروری اختصار کیا جاسکتا تھا۔"

حقیقت یہ ہے کہ مولانا سیف بنارسی کے حالات زندگی کے متعلق یہ پہلا جامع اور علمی مضمون تھا جس میں مولانا کی زندگی کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مرض ووفات:

پچھلے ایک سال سے آپ صاحب فراش تھے، کبھی کبھار روبصحت ہوتے تو تھوڑا چل پھر لیتے اور مسجد میں جاکر جمعہ و جماعت ادا کر لیتے اور خویش واقارب سے ملاقات کر لیتے ورنہ برابر گھر ہی پر رہتے۔

۱۹/ اکتوبر ۱۹۹۶ء مطابق ۵/ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ آپ کسی طرح زینے سے پھسل کر گر گئے، کافی چوٹ آئی، علاج برابر چلتا رہا، ساتھ ہی ان کے دو ہونہار بیٹے سلمان اور عمران برابر خدمت کرتے رہے لیکن مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا، وقت موعود آچکا تھا، فرشتۂ اجل نے پکارا اور آپ نے لبیک کہا، ۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲/ نومبر ۱۹۹۶ء ۲/ بج کر ۲۰ منٹ پر دن میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور اس طرح خاندان سعیدی کا یہ چراغ گل ہوگیا، إنا لله و إنا إليه راجعون۔

تدفین:

۲۰/ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۳/ نومبر ۱۹۹۶ء بوقت ۹/ بجے دن مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمہ اللہ شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم، بنارس نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان "مان کی تکیہ" میں مدفون ہوئے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

مراجع

(۱) آپ کے بارے میں معلومات آپ کے بھائی ماسٹر عبدالمنان ؒ نے فراہم کیں۔

مولانا عبدالحئی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۲۸ھ = ۱۹۱۰ء وفات: ۱۳۹۹ھ = ۱۹۷۹ء)

نسب نامہ:

مولانا عبدالحئی بن مولانا عبدالحکیم بن شاہ محمد عرف بھین بن شیر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

آپ مدن پورہ شہر بنارس میں ۱۹۱۰ء میں ایک متمول اور دین دار خاندان میں پیدا ہوئے، آپ علم دوست، سخی و فیاض اور علماء نواز تھے آپ کے والد محترم بھی نہایت دین دار اور متقی شخص تھے۔ چنانچہ "اہلحدیث امرتسر" آپ کے والد ماجد مولانا عبدالحکیم بنارسیؒ (م ۱۹۴۱ء) کے انتقال پر لکھتا ہے کہ "مرحوم کاروباری بزرگ تھے مگر اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے نمونہ سلف تھے، اسی لیے ان کی برادری نے آپ کو امام صلوۃ بھی مقرر کیا تھا، ذیابطیس کے حملے میں مغلوب ہوتے ہوتے آخر کار بتاریخ ۲۶/ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۴/ اپریل ۱۹۴۱ء کو داعی اجل کو لبیک کہا، آپ کے خلف الصدق مولوی عبدالحئی بقول "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے آثار پائے جاتے ہیں۔" (۱)

تعلیم:

آپ نے علوم وفنون کی تحصیل جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں اپنے مشفق اساتذۂ کرام کی نگرانی میں کی، آپ کے اساتذۂ کرام میں مولانا محمد منیر خاںؒ (م ۱۹۴۵ء) (۲) مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ (م ۲۰۰۷ء) وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

(۱) اہلحدیث امرتسر ۲/ مئی ۱۹۴۱ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارت:

مولانا کا آبائی پیشہ بنارسی ساڑی کی تجارت تھا، تحصیل علوم کے بعد اپنے والد ماجد کے ساتھ تجارت میں مصروف ہوگئے اللہ تعالیٰ نے خوب نوازا، تجارت اور اولاد، دونوں میں برکت عطا فرمائی۔

سعیدیہ لائبریری کی نگرانی:

سعیدیہ لائبریری جب بازار سدانند میں تھی اس وقت لائبریری کا نام اسلامیہ لائبریری تھا اور اس کے سکریٹری آپ ہی تھے آپ کے زمانہ میں لائبریری کا نظام بڑا عمدہ تھا اور بڑی بیش بہا اور نادر کتابیں تھیں۔

آپ صوم وصلوۃ اور شعائر اسلامی کے سخت پابند تھے اور اپنے بچوں اور خویش و اقارب کو بھی اسی کی تلقین کرتے تھے، اخیر عمر تک مسجد میں با جماعت نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔

بنارس کے مشہور معالج ڈاکٹر عبدالعلی ماہر امراض صدر آپ ہی کے فرزند ہیں آپ کے دوسرے لڑکے مولوی ابوسعید سلفی جامعہ سلفیہ سے فارغ اور اچھی صلاحیت کے مالک ہیں۔ جمعیۃ الشبان المسلمین مدن پورہ بنارس نے ان کی ایک کتاب ''سود کی تباہ کاریاں'' شائع کی ہے، ان دنوں اپنے کاروبار میں مصروف ہیں، آپ کے پوتے مولوی عبیداللہ ناصر سلفی بھی جامعہ سلفیہ سے فارغ ہیں انتہائی ذہین اور باصلاحیت ہیں، ان کی دو کتابیں ''توشۂ مومن'' اور ''پیغام حرم'' منظر عام پر آچکی ہیں، موصوف جامع مسجد اہلحدیث (طیب شاہ) مدن پورہ میں عرصہ سے درس حدیث دے رہے ہیں، اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے۔

احترام علماء:

آپ کا گھرانہ علم دوستی، سخاوت وفیاضی اور علماء کی قدردانی میں اپنی مثال آپ

تھا، آپ خود علماء کے قدرداں تھے۔ علماء سے اچھے تعلقات رکھتے تھے، جب علماء کرام بنارس تشریف لاتے آپ ہی کے گھر قیام فرماتے۔

مندرجہ ذیل علماء خاص طور سے آپ کے دولت کدہ پر قیام فرماتے:

۱- مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۳ھ)

۲- مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۸ء)

۳- مولانا عبدالتواب رحمۃ اللہ علیہ

۴- مولانا حافظ عبداللہ رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۵۴ء)

۵- مولانا عبدالسلام بستوی شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ)

سفر بیت اللہ:

مولانا عبدالحئی صاحب بنارسیؒ کو زندگی میں دوبار زیارت بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، پہلا سفر حج ۱۹۳۷ء میں کیا اور دوسری بار ۱۹۵۸ء میں بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

شادی:

مولانا نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی سے تین بچے اور دو بچیاں پیدا ہوئیں، دوسری بیوی سے ۱۱/ بچے بچیاں پیدا ہوئیں۔

بیماری اور وفات:

مولانا آخری عمر تک چلتے پھرتے رہے ایک روز صبح اٹھے ہاتھ منہ دھو رہے تھے کہ اچانک گر گئے اور اٹھا کر بستر پر لایا گیا، دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ بالآخر سنیچر ۲۹/ جمادی الآخرۃ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۶/ اپریل ۱۹۷۹ء میں اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

نماز جنازہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانیؒ سابق شیخ الجامعہ (مرکزی دار العلوم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنارس نے پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان ریوڑی تالاب میں سپرد خاک کئے گئے۔
اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله۔

مراجع

(۱) ذاتی معلومات
(۲) شخصی استفسارات
(۳) آپ کے صاحبزادے الحاج عبدالقیوم صاحب نے بعض اہم معلومات فراہم کیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مئوی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۱۳۱۵ھ=۱۸۹۷ء)

مولانا عبدالرحمٰن باب اللہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن ضلع اعظم گڈھ ہے، آپ قصبہ مئو (۱) کے محلّہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے، آپ کی سن پیدائش کا سراغ نہیں لگ سکا۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم محلّہ کے مدرسہ اور گھر پر ہوئی، اس کے بعد مدرسہ غفاریہ رسڑا میں داخل ہوکر عبداللہ مئوی اور مولانا ولی محمد گھوسی کی رفاقت میں مولانا تراب علی لکھنوی سے علوم کی تحصیل کی، بعدازاں دہلی تشریف لے گئے وہاں شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۰ھ) کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند فراغت حاصل کی۔

مشغلہ:

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد شہر بنارس میں مسجد گیان واپی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور ایک طویل عرصہ تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، مسجد بی بی راجا واقع چوک بنارس میں بھی منصب امامت وخطابت پر فائز رہے، آپ نے تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ کپڑے کی تجارت بھی شروع کردی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ انہیں گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے آپ نے مستقل بنارس میں رہائش اختیار کرلی، یہیں اپنے بعض لڑکے اور

(۱) سابق وزیراعلیٰ یوپی نرائن دت تیواری کے دور حکومت میں قصبہ مئو کو ضلع کی حیثیت دی گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکیوں (۱) کی شادی بھی کی، آپ کے دو بچے تھے (۱) محمد سلیمان (۲) ولی اللہ۔ آج بھی موصوف کا خاندان بنارس میں اپنے آبائی مکان دالمنڈی میں آباد ہے، اور مولانا کے پڑپوتے جناب ڈاکٹر محمد مصطفیٰ صاحب موجود ہیں اور اپنا مطب چلاتے ہیں، مولانا کے نواسوں میں مولانا عبدالمعید بنارسی (م ۱۹۸۰ء) اور مولانا عبدالحمید مکی بنارسی (م ۱۹۸۶ء) عالم وفاضل گزرے ہیں۔

تواضع وفیاضی:

مولانا صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے متواضع اور فیاض انسان تھے، پاس پڑوس کے لوگوں اور غریبوں، یتیموں کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے تھے، چنانچہ رسالہ ''رفیع الاخبار'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ ''آپ شاہانہ محفل کے دلدادہ تھے، متواضع اور فیاض تھے، آپ کی دو تصانیف غیر مطبوعہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ (۱) برکاتِ رمضان (۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ۔

اخراج مسجد کا واقعہ:

مئو کی کسی مسجد میں آپ نے ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہی تو مسجد والوں نے آپ کو مسجد سے نکال دیا، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ تو مجھے ایک مسجد بنوانے کی توفیق عطا فرما، بارگاہ الٰہی میں دعا قبول ہوئی اور مولانا نے اورنگ آباد مئو کی

(۱) آپ کی لخت ارجمند ''زبیدہ خاتون'' نے مدرسہ عالیہ عربیہ کے شعبۂ نسواں میں پینتیس سال بے لوث دینی خدمت انجام دی، انہی محترمہ کے فیض سے مدرسہ کا شعبۂ نسواں قائم ہوا اور آج شاہراہ ترقی پر گامزن ہے، مرحومہ بڑی شفیق ومہربان، بردبار اور نیک سیرت خاتون تھیں، کتنے لوگوں کے لیے آپ نے اپنے سہارے سے تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، کتنے یتیموں، بیواؤں کی خبرگیری کی اور علم کے زیور سے انہیں آراستہ کیا، آپ کے مدرسہ نسواں عالیہ عربیہ کو ۵/جنوری ۱۹۱۹ء میں مولانا سید سلیمان ندویؒ نے دیکھا اور تقریظ لکھی۔ (بروایت مولانا ابوالقاسم بن عبدالعظیم عالیاوی)

مسجد (۱) بنوائی۔ (۲)

حاجی محمد ادریس صاحب کے مذکورہ بیان کی تائید کتاب ''فضیحت ننگ ص: ۲۲'' کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے، ''شاہی کٹرہ سے اخراج کے بعد مئو کی پہلی جامع مسجد اہل حدیث اورنگ آباد اور پہلی عیدگاہ اہل حدیث محلّہ جمال پورہ میں بالترتیب مولانا عبدالرحمٰن صاحب مئوی بنارسی اور حاجی عبدالرحمٰن برادران اہل حدیثان مئو کے ساتھ مل کر ان دینی وایمانی مراکز کا قیام فرمایا۔

حاجی محمد ادریس صاحب راجہ پورہ والے فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب متمول اور مالدار انسان تھے، آپ کا بڑا رعب ودبدبہ اور لوگوں میں اچھا خاصا اثر ورسوخ تھا، محلّہ والوں پر حاوی تھے، بڑے غریب پرور تھے، اپنوں اور غیروں کا بڑا خیال رکھتے تھے، انتقال سے پہلے اپنے لڑکوں کو شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی وصیت کر گئے۔

مولانا سے استفادہ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، آپ کی ملی یادگار فاطمان کی مشرقی عیدگاہ ہے، جو بادشاہ باغ، سگرا میں واقع ہے۔

آپ کا انتقال ۱۴/محرم الحرام ۱۳۱۵ھ بدھ کے روز شام کو بنارس میں ہوا اور تدفین بادشاہ باغ میں ہوئی۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مراجع

(۱) تذکرہ علمائے اعظم گڈھ ص: ۱۵۳

(۲) رسالہ رفیع الأخبار

(۱) اورنگ آباد کی یہ جامع مسجد اہل حدیث چند سال قبل ادارہ اصلاح المساجد کی جانب سے دوبارہ تعمیر ہوئی ہے۔

(۲) بروایت حاجی محمد ادریس صاحب، راجہ پورہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمٰن بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۱۷ھ=۱۸۹۹ء وفات:۱۳۵۳ھ=۱۹۳۵ء)

نام ونسب:

مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا محمد سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۲/شعبان المعظم ۱۳۱۷ھ کو محلّہ دارانگر بنارس میں ہوئی اور یہیں نشو ونما پائی، آپ کا تعلق ایسے گھرانے سے تھا جس کے افراد نے ہندوستان میں سلفی دعوت کی ترویج واشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

آپ نے علوم وفنون کی تحصیل اپنے والد ماجد مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م ۱۳۲۲ھ) مولانا حکیم عبدالمجید بنارسیؒ (م ۱۳۵٦ھ) اور مولانا عبدالکبیر بنارسیؒ (م ۱۳۳۱ھ) وغیرہ سے کی۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مولانا گھریلو زندگی کی پریشانیوں سے ایسا دوچار ہوئے کہ درس وتدریس اور وعظ وارشاد پر توجہ کا زیادہ موقع نہ ملا، آپ حیات مستعار کے صرف چھتیس سال گذار کر دار فانی سے دار بقا کو کوچ کر گئے، ”مسلم اہل حدیث گزٹ“ آپ کی وفات کے بارے میں رقمطراز ہے: ”مولانا محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرحمٰن صاحب بعارضۂ ہیضہ ڈیڑھ دن کی علالت میں ۱٦/ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲/ مارچ ۱۹۳۵ء یوم جمعہ کو انتقال کیا اور اپنے پیچھے اپنی بیوہ، چار بچے، ایک بچی، بوڑھی والدہ اور پانچ بھائیوں کو مغموم چھوڑ گئے۔

آپ کے صاحبزادوں کے نام یہ ہیں: (۱) مولانا عبدالحنان صاحبؒ (م ۱۴۱۷ھ) (۲) مولوی عبدالمنان صاحب (۳) عبدالدیان صاحب (۴)

عبدالسبحان صاحب۔ مولانا عبدالحنان صاحب نے ابتدائی تا مولوی کی تعلیم جامعہ رحمانیہ میں حاصل کی، مولانا محمد منیر خاںؒ (م ۱۹۴۵ء) آپ کے بڑے مشفق استاد تھے، صحیحین کا درس اپنے مشفق ومربی چچا مولانا ابوالقاسم بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء) سے لیا اور سند فراغت حاصل کی۔

دوسرے صاحبزادے مولوی عبدالمنان صاحب (متولد ۱۹۲۸ء) تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ رحمانیہ مدن پورہ میں حاصل کی اور انٹر تک انگریزی کی تعلیم حاصل کی، کافی عرصہ تک مسجد اہل حدیث دارانگر میں خطبہ جمعہ بھی دیتے رہے، آپ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کے شعبۂ اکاؤنٹ سے وفات تک وابستہ رہے، بقیہ دونوں بھائی عبدالدیان وعبدالسبحان اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔

مراجع

(۱) تراجم علماء حدیث ہند ص:۳۵٦
(۲) مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی اپریل ۱۹۳۵ء
(۳) ذاتی معلومات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالعظیم بنارسی رحمہ اللہ

(ولادت ۱۹۲۰ء وفات ۱۹۹۰ء)

حسب ونسب:

آپ کا نام عبدالعظیم ہے، نسب ذیل میں درج ہے:

مولانا عبدالعظیم بن حاجی عبدالحق بن حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

آپ محلّہ مدن پورہ بنارس میں ۲۷/ اگست ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے، یہیں نشو ونما پائی، آپ کا گھرانہ علم دوستی، سخاوت وفیاضی اور علماء کی قدردانی میں اپنی مثال آپ تھا۔

تعلیم وتربیت:

آپ کی تعلیم مدن پورہ کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ بنارس میں بزرگ اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہوئی:

مولانا کے مشہور اساتذہ کرام میں مولانا محمد منیر خاں (م ۱۹۴۵ء)، مولانا عبد الغفار حسن رحمانی (م ۲۰۰۷ء)، مولانا عبدالمجید الحریریؒ (م ۱۹۷۲ء)، مولانا حبیب اللہ پیغمبر پوریؒ (م ۱۹۴۱ء)، مولانا عبیداللہ عنبر بہاریؒ (۱۹۵۶ء) وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ آپ نے دوران تعلیم ۱۹۴۰ء میں منشی اور ۱۹۴۱ء میں مولوی کا امتحان دیا اور دونوں میں کامیاب رہے۔

اخلاق ومروت:

مولانا عبدالعظیم رحمہ اللہ جس سے بھی ملاقات کرتے ہنستے ہوئے چہرہ سے ملتے، خوش حال اور مال دار ہونے کے باوجود کبر وغرور سے بالکل دور تھے، خوش

مزاج، ملنسار اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے، ہر چھوٹے بڑے سے مسکراتے ہوئے اور بڑے پیار ومحبت سے ملتے، آپ کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

شادی:

آپ کی شادی مدن پورہ کے مشہور خاندان ''بیٹھک'' میں ہوئی تھی۔

آپ کو اللہ تعالی نے چھ لڑکے عطا فرمائے:

(۱) محمد احمد (۲) محمد اختر (۳) محمد اظہر (۴) ڈاکٹر جاوید اعظم (۵) خالد اعظم (۶) ناصر اعظم۔

مولانا نے تعلیم کی اہمیت کو جانا اور اپنی اولاد کو زیور علم سے آراستہ کیا، آپ کے بڑے صاحبزادے محمد احمد صاحب نے بنارس ہندو یونیورسٹی سے B.A. اور فارسی میں ایم اے پاس کیا اور آپ کے چوتھے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب رحمہ اللہ ہیں، جنھوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے لیسانس کی ڈگری حاصل کی اور جامعہ ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے ماجستیر (ایم اے) اور دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کی ڈگری حاصل کی، نیز دوسرے بچوں نے عصری تعلیم حاصل کی اور سبھی اپنے اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں۔

وفات:

مولانا تندرست، اچھے خاصے صحت مند تھے کہ اچانک پیغام اجل آیا اور ۱۹۹۰ء میں دار فانی سے دار بقاء کو سدھار گئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالقدوس نسیم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۴۰ھ = ۱۹۲۱ء وفات: ۱۴۱۹ھ = ۱۹۹۸ء)

نسب نامہ:

مولانا عبدالقدوس بن مولانا عبدالأحد بن حاجی عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

آپ کا نام عبدالقدوس اور تخلص نسیم تھا، آپ محلّہ مدن پورہ کے ایک مالدار اور بااثر گھرانے میں ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۶/ دسمبر ۱۹۲۱ء بروز دوشنبہ پیدا ہوئے (۱)، بنارس ہی میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔

آپ کا خاندان آج بھی تاجا بیوپاری کے نام سے مشہور ہے، آپ کے دادا حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳۵ء) بڑے نیک دل، شریف، متمول اور سخی وفیاض انسان تھے، ان کی سخاوت وفیاضی کا آج بھی چرچا ہے، آپ کے دادا کا اثر آپ کے والد مرحوم میں بھی تھا، وہ بھی نیک، دین دار اور سخی وفیاض انسان تھے، جماعت کے لوگوں سے بے حد لگاؤ اور محبت رکھتے تھے، غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور بے سہارا لوگوں کی بڑی مدد کرتے تھے، آپ کا خاندان ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا صحیح مصداق تھا۔

تعلیم وتربیت:

مولانا عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت بنارس کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ میں ہوئی، یہیں پہ آپ نے ابتدا سے انتہا تک تعلیم حاصل کی۔

(۱) آپ کی پیدائش جامع مسجد اہلحدیث (طیب شاہ) کے اتری جانب گلی کے بعد والے مکان میں ہوئی، یہ مکان ۱۹۱۴ء میں تعمیر ہوا تھا۔

اساتذۂ کرام:

(۱) قاری احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۴ء) (۲) مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۵ء) (۳) مولانا عبدالغفار حسن صاحب رحمہ اللہ (م ۲۰۰۷ء) (۴) مولانا حافظ قاری ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۵ء) (۵) مولانا حبیب اللہ چھپراوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۱ء) (۶) مولانا عبیداللہ عنبر پیغمبر پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۵۶ء) وغیرہ۔

آپ نے اپنے استاد قاری احمد سعید (م ۱۹۶۴ء) سے اردو، عربی قاعدہ اور قرآن مجید کی تعلیم مکمل کی، اور اسی تعلیم کی بدولت عرصہ تک آپ نے جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ میں امامت کا فریضہ انجام دیا، اردو، فارسی، نحومیر، صرف اور عربی قواعد وغیرہ کی کتابیں مولانا حبیب اللہ چھپراویؒ سے پڑھیں، اور دروس الادب، بحر الآداب حصہ اول تا چہارم اس کے بعد المعلقات السبع کا کچھ حصہ بھی پڑھا یا تھا کہ مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ، بحیثیت مدرس جامعہ رحمانیہ بنارس تشریف لائے اور المعلقات السبع ان کے حوالہ کردی گئی، ادب میں ''المتنبی'' اور حدیث میں ''بلوغ المرام'' اور تفسیر میں ''جلالین'' بھی مولانا ہی سے پڑھی، سنن ابی داؤد اور ترمذی مولانا عبیداللہ عنبر پیغمبر پوریؒ نے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی، ان کے درس میں لوگ اکثر فتوی پوچھنے آتے تھے، مولانا استفتاء کا جواب دیتے اور مولانا عبدالقدوس رحمہ اللہ سے ایک رجسٹر میں نقل کراتے، مولانا کے تمام فتاوے ایک رجسٹر میں ریکارڈ تھے۔ مولانا حافظ قاری ابوالقاسمؒ (م ۱۹۶۵ء) سے بھی بعض کتابیں پڑھیں، انگریزی کی تعلیم پرائیوٹ طور پر ایک انگریزی ماسٹر سے حاصل کی، موصوف نے جامعہ رحمانیہ سے ۱۹۴۳ء میں فراغت پائی۔

مشغلہ:

مولانا عبدالقدوسؒ کا تعلق رئیس خاندان سے تھا، بنارسی ساڑی کی تجارت ان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبائی پیشہ تھا، تحصیل علوم کے بعد آپ نے بھی وہی پیشہ اپنایا، لیکن تجارتی مصروفیات اور کاروباری لین دین کے باوجود وعظ وارشاد، دعوت وتبلیغ اور خدمت دین سے کبھی غافل نہ رہے، درحقیقت دعوت وتبلیغ سے آپ کو بچپن ہی سے شغف اور دلچسپی تھی۔

تبلیغی سرگرمیاں:

حفلۃ الخطابہ طلبائے جامعہ رحمانیہ کی انجمن کا نام ہے، جو غالباً ۱۹۳۶-۱۹۳۷ء میں مولانا عبدالغفار حسن خاں رحمہ اللہ (م ۲۰۰۷ء) نے قائم کی، اس انجمن میں تقریر و تحریر اور مضمون نگاری کا ڈھنگ سکھایا جاتا تھا، ہفتہ میں ایک بار جمعرات کے روز انجمن ہوا کرتی تھی، مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ ہی برابر اس کی صدارت کرایا کرتے تھے، وہ غلطی کی نشاندہی کرتے اور طلباء کی حوصلہ افزائی فرماتے، انجمن کے تحت ایک رسالہ نکلتا تھا جو حالات وظروف کے مطابق ہوتا، کبھی گلدستہ محرم کے نام سے اور کبھی گلدستۂ عید قرباں کے نام سے ہوتا، مولانا اس انجمن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور تقریری میدان میں پیش پیش رہتے، یہ انجمن الحمدللہ آج بھی زندہ ہے اور طلبہ برابر اس سے مستفیض ہو رہے ہیں ان دنوں اس انجمن سے ایک ماہانہ مجلّہ حائطیہ ''المصباح'' کے نام سے نکلتا ہے جس میں طلباء کے پسندیدہ اسلامی مضامین ہوا کرتے ہیں۔

بزم توحید:

یہ انجمن ۱۹۴۰ء میں قائم ہوئی مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ اس کے روح رواں تھے، اس انجمن کے ممبران مدن پورہ، ریوڑی تالاب، بجرڈیہہ، سریاں، جلالی پورہ، چوک اور سکرول کے لوگ تھے، جامعہ رحمانیہ کے اساتذہ اور طلباء دعوت وتبلیغ کے لیے دیہاتوں، شہر کے مختلف محلوں، مزاروں اور درگاہوں میں جاتے تھے، مولانا عبدالقدوسؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار دارالاقامہ میں بزم توحید کی میٹنگ ہوئی جس میں

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ نے میرا، محمد شعیب اور محمد اسید کا نام منڈواڈیہہ شاہ طیب کے میلہ میں تقریر کرنے کے لیے منتخب فرمایا، مولانا نے سمجھایا کہ پہلے باہر دروازہ پر کھڑے ہو کر خوب اچھے انداز میں نظم پڑھنا، ان تینوں نے مولانا کی ہدایت کے مطابق عمل کیا، لوگ خوب اکٹھا ہوئے، پھر تقریر شروع کی گئی، لوگوں نے سنا اور اپنی اپنی راہ لی، جب مولانا عبدالقدوسؒ میں تقریری صلاحیت نکھر گئی تو مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ ساتھیوں کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے لیے انہیں بھی برابر بھیجنے لگے اور بھیجتے وقت یہ نصیحت فرماتے تھے کہ اپنا ہی کھانا، ورنہ زبان احسان مندی کی وجہ سے نہ کھلے گی، ایک بار بجرڈیہہ میں بڑا اجتماع ہوا تھا، جس میں مولانا کی تقریر ہوئی تھی۔ مولانا سیف بنارسی کی بنارس کے مختلف علاقوں میں اکثر وبیشتر تقریریں ہوا کرتی تھیں، کبھی کبھار ابتدائی تقریر مولانا عبدالقدوسؒ بھی کیا کرتے تھے

بزم نسواں:

اس بزم کو مولانا عبدالقدوسؒ نے حاجی محمد فاروق صاحب مرحوم کے مشورہ پر خود قائم کیا تھا تاکہ خاندان کی عورتوں میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیں، انھیں اسلام اور دین متین کی صحیح باتیں بتلائیں تاکہ ان میں دین داری کا رجحان اور آخرت کا خوف پیدا ہو، مولانا زیادہ تر دل کو نرم کرنے والی اور اشک بہانے والی باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرتے تھے، غیبت، چغلی وغیرہ کی مذمت بیان کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھا برتاؤ اور الفت ومحبت کی تلقین کرتے تھے اس بزم میں مولانا عبدالوحید رحمانی سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے بھی ایک بار غیبت کے موضوع پر تقریر کی تھی، اس بزم کا عورتوں پر بڑا اچھا اثر تھا۔

جمعیت الشبان المسلمین:

یہ جمعیت ۱۹۳۹ء میں مدن پورہ بنارس میں بزرگوں کے اشراف میں قائم ہوئی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں نوجوانان اہل حدیث ہر ہفتہ تقریر کرتے تھے، لوگوں کو مختلف عنوان دیئے جاتے اور باقاعدہ انجمن منعقد ہوتی تھی، جس کی صدارت مولانا عبدالمتینؒ اور مولانا عبدالمجید حریریؒ فرمایا کرتے تھے، لوگوں میں اس کی وجہ سے بیداری پیدا ہوئی اور دین داری کا رجحان بڑھا، اور جوانوں میں جوش وجذبہ پیدا ہوا۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

شہر میں اس انجمن کا بہت چرچا ہوا، اس انجمن کے پلیٹ فارم سے مولانا بھی تقریر کرتے تھے، کچھ دنوں بعد وقتی حالات کے پیش نظر اس انجمن (۱) کے افراد دست پڑگئے، لیکن مولانا عبدالقدوسؒ کی دعوتی وتبلیغی سرگرمی برابر جاری رہی، محلّہ کی مسجدوں، گھر کے ماحول اور حضر وسفر میں دعوت وتبلیغ برابر کرتے رہے۔

جب شاہ فیصل مرحوم شہید کردیئے گئے تھے تو اس وقت جامعہ سلفیہ میں ایک پروگرام ہوا تھا، جس میں مدارس اسلامیہ کے لوگ بھی مدعو کئے گئے تھے میں نے اس اجتماع میں مولانا عبدالقدوسؒ کو خطاب کرتے ہوئے سنا تھا، آپ کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا اور تقریر کتاب وسنت کی روشنی میں کی تھی، آپ للہ پورہ عیدگاہ کے امام بھی رہ چکے تھے۔

تصنیف وتالیف:

مولانا عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے، خوش گلو تھے اور نسیم بنارسی تخلص کرتے تھے، آپ کی شاعری کے موضوعات زیادہ تر اسلامی ہوتے تھے۔ آپ کے اشعار کا مجموعہ ''گفتار نسیم'' کے نام سے ادارۃ البحوث جامعہ سلفیہ سے شائع ہوکر مقبولیت حاصل کرچکا ہے۔

(۱) اس انجمن کی تفصیل کے لیے محدث کا شمارہ نمبر: ۴ جلد ۱۴/ اپریل ۱۹۸۵ء ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا کا یہ مجموعہ ان کی دینی اور سلفی عقیدہ کا بہترین عکاس ہے، انہوں نے اس مجموعہ کے ذریعہ یہ ثابت کردیا کہ شاہد ورعنا، مے ومینا، عشقیہ جذبات اور محبوب کے پیکر کی ثناخوانی کے بغیر بھی بہترین شاعری کی جاسکتی ہے۔ ''گفتار نسیم'' کے بیشتر اشعار میں دینی فکر، اعلیٰ تخیل، اصلاح ومقصدیت نمایاں ہے، دراصل معاشرہ کی اصلاح اور اس میں دینی روح پھونکنے کے لیے اس قسم کی شاعری سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔

خطبہ جمعہ:

اللہ کے بندوں تک اللہ اور اس کے رسول کے پیغامات واحکامات پہنچانے کا ایک بہترین وسیلہ اور ذریعہ خطبہ جمعہ بھی ہے، لائق مبارک باد ہیں وہ لوگ جو اس اہم فریضہ کو انجام دے رہے ہیں، مولانا عبدالقدوسؒ بھی خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے، آپ جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ، مسجد باگڑ بلی، مسجد حافظ ظہور، مسجد نمیا وغیرہ میں خطبہ جمعہ دینے کے علاوہ سفر میں بھی موقع ملتا یا کوئی فرمائش کرتا تو ضرور خطبۂ جمعہ دیتے تھے۔

منکر کا ازالہ اور حق گوئی:

مولانا نے منکر، بدعات وخرافات، غیر اسلامی رسوم ورواج، حرام اور غیر شرعی کاموں کو ختم کرنے میں اپنے اور غیروں کی ملامت وعتاب کی کبھی پرواہ نہ کی، آپ کے بیان کے مطابق آپ کا خاندان حنفی سے اہل حدیث ہوا تھا، اس لیے متعدد ایسی بدعات ورسوم ورواج کا چلن تھا جو غیر شرعی تھیں مولانا نے ان کو ختم کرنے کی کوشش کی، ازالۂ منکر کے بارے میں مولانا نے خود بیان کیا کہ ان کے ایک خاندانی مکان کو کسی نے کرایہ پر لے کر ہوٹل بنایا تھا، آپ کو معلوم ہوا کہ اس ہوٹل میں حرام کاری ہوتی ہے، آپ نے فوراً اپنے بڑوں سے کہہ کر اسے خالی کروالیا، اور کرایہ کی آمدنی کو بھی الگ کرایا کیوں کہ اس میں حرام کی آمیزش تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ سے لگاؤ اور محبت:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس ہندو بیرون ہند کے تمام اہلحدیثوں کی مشترکہ میراث اور عظیم درس گاہ ہے، ہمارے اسلاف اور بزرگان جماعت کے خواب کی تعبیر اور کوششوں کا ثمرہ ہے، اس لیے ہر فرد جماعت کو جامعہ سے لگاؤ اور محبت ایک فطری چیز ہے، مولانا عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جامعہ سے بے پناہ محبت اور لگاؤ تھا اور کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ جامعہ کے بانیوں مین سے تھے اور آپ کے اہل خاندان نے جامعہ کے لیے زمین وقف کیا تھا اور آپ کے والد مرحوم مولانا عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۶۰) نے فرمایا تھا، ''ہم لوگ اس زمین کو دینی علوم کی منڈی بنانا چاہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزو پوری کردی۔(۱)

مولانا عبدالقدوسؒ نے مرکزی دارالعلوم بنارس کے سنگ بنیاد کے موقع پر ایک نظم ''پیام نو'' کے نام سے کہی تھی جس کے چند اشعار یہ ہیں:

حمد مولی کی کرو جو پاک ہے بے عیب ہے
شکر خالق کا کرو جو جانتا سب غیب ہے
آؤ پڑھ لیں مل کے ہم اس ذات والا پر درود
ختم ہے جس پر رسالت جو نبی لاریب ہے
ہم اٹھے ہیں جو بنانے مرکزی دارالعلوم
صاف قول حق سنانے مرکزی دارالعلوم
آئیں گے ہاں آئیں گے سب دور سے نزدیک سے
کون ہے اس کو نہ مانے مرکزی دارالعلوم

(۱) ترجمان کا تاسیس نمبر یکم و ۱۵/ جنوری ۱۹۶۴ء

درس حکمت آئے لینے جس کا جی چاہے یہاں
بادۂ توحید پینے جس کا جی چاہے یہاں
کلمۂ اسلام کی تفسیر پڑھنے کے لیے
آئے مومن بن کے جینے جس کا جی چاہے یہاں
درس ہوگا اس جگہ اللہ کے قرآن کا
دور ہوگا ہر گھڑی بس آپ کے فرمان کا
اے خدا سب کی دعا ہے کر لے تو اس کو قبول
ایک مرکز ہو وطن میں یہ انوکھی شان کا
تھا زمانہ جس کا خواہاں وہ گھڑی آ ہی گئی
جس کا جو یا تھا مسلماں وہ گھڑی آ ہی گئی
سیکڑوں دل میں لگن تھی کتنے دل بے چین تھے
پورے ہوں گے سب کے ارماں وہ گھڑی آ ہی گئی
یہ وطن کے عالموں کے خواب کی تعبیر ہے
یہ دعاء نیک دل اسلاف کی تاثیر ہے
اے بنارس کے مسلمانو! کرو شکر خدا
کس قدر پر رشک دیکھو آپ کی تقدیر ہے
کون ہے اللہ کا بندہ سخی ابن سخی
جس کو قدرت نے دیا دولت فراواں دل غنی
کھول دے اپنا خزانہ اس ادارہ کے لیے
رحمت حق سے عطا ہو اس کو راحت جنتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت کے داعی آرام کی خاطر اٹھو
دین کی نصرت کو اسلام کی خاطر اٹھو
دہریت کا آرہا ہے ایک سیلاب عظیم
اپنے اللہ اور نبی کے نام کی خاطر اٹھو
پیش کردیں ہم نمونہ آپ کے اصحاب کا
ڈھیر کردیں گھر سے لاکر مال کا اسباب کا
حق کی نصرف میں لگائیں مال و دولت بے دریغ
دین ہے اسلام میرا دین ہے یہ آپ کا (۱)

آپ کو جامعہ اور جامعہ کے متعلقین، علماء، طلباء، عوام وخواص سب سے محبت تھی آپ ہمیشہ اس بات کے لیے کوشاں رہے کہ جامعہ برابر ترقی کرے، خود بھی جامعہ کی ترقی کے لیے ہندو بیرون ہند کا سفر کرتے اور مادی ومعنوی ہر قسم کے تعاون کی لوگوں کو ترغیب دیتے، آپ نے جامعہ کے لیے زندگی کے قیمتی لمحات صرف کیے ہیں، اور قربانیاں پیش کی ہیں، جامعہ سے آپ کو محبت کیوں نہ ہوتی آپ جماعت اہل حدیث ہند کے ممتاز رکن رکین، جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس کے ناظم اور جامعہ سلفیہ کے نائب ناظم پھر بعد میں نائب صدر منتخب کیے گیے اور تاحیات نائب صدر رہے، جامعہ کے شعبوں کی دیکھ بھال کرنا، قیمتی مشورے دینا، اس کے لیے وقت نکال کر آنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا، وفات سے چند سال پہلے جامعہ میں کثرت سے آتے اور ڈاکٹر مقتدی حسن صاحب ازہری رحمہ اللہ (م ۲۰۰۹) ریکٹر جامعہ سلفیہ اور شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گھنٹوں بیٹھتے اور گفتگو کیا کرتے تھے، جب کمزور اور صاحب فراش ہوگئے تو آپ کا جامعہ میں آنا بند ہوگیا، آج مولانا ہم

(۱) پندرہ روزہ ترجمان کا تاسیس نمبر یکم و ۱۵/ جنوری ۱۹۶۴ء

میں نہ رہے لیکن آپ کی یاد باقی رہے گی۔

نظامت وصدارت:

ہندوستان میں مدارس وجامعات کی وہی حیثیت اور مقام ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کا ہے، مدارس وجامعات ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے محفوظ اور مضبوط قلعے ہیں جس میں مسلمان اپنی نسل کو اسلامی تہذیب وثقافت اور زبان سکھاتے ہیں، ان مدارس وجامعات کے چلانے والوں اور اچھے ڈھنگ سے دیکھ ریکھ کرنے والوں کا اہم مقام ہے جو اپنے مال اور وقت کی قربانی پیش کرکے نہ صرف مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کو رواج دیتے ہیں بلکہ اسلام کی حفاظت اور اس کی نشر واشاعت کے لیے بھی کوشاں رہتے ہیں، بنارس کے اہلحدیثوں کا قدیم ادارہ جامعہ رحمانیہ ہے جو تقسیم ملک کے پہلے اور بعد میں بھی اپنی تعلیمی وتبلیغی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے، بے شمار طالبان علوم نبوت یہاں سے مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں اسی ادارہ کے صدر مولانا عبدالاحد بنارسیؒ تھے جو مولانا عبدالقدوسؒ کے والد ماجد تھے، اور مولانا کے چچا مولانا عبدالمتین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ ناظم تھے، مولانا عبدالمتینؒ کے بعد نظر انتخاب مولانا عبدالوحید سلفی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی اور آپ کو جامعہ رحمانیہ کا ناظم منتخب کیا گیا آپ بڑے زیرک اور ذہین تھے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جامعہ رحمانیہ کو بام عروج پر پہنچایا جب جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کا قیام عمل میں آیا تو مولانا عبدالوحید سلفی رحمۃ اللہ علیہ کو احباب جماعت نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کا ناظم اعلیٰ منتخب فرمایا، جامعہ رحمانیہ کا ناظم مولانا عبدالقدوسؒ کو منتخب کیا گیا، مولانا فرماتے ہیں کہ ”میری دینی خدمات میں بڑی خدمت مدرسہ کی نظامت ہے، جامعہ رحمانیہ کی نظامت برادر مولانا محمد زبیر مرحوم کے زور دینے پر میں نے اس شرط پر قبول کی کہ آپ نائب ناظم رہیں گے چنانچہ انہوں نے میری بات مان لی، دستور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ رحمانیہ میں جو مدت کارکردگی تحریر ہے پھر اعزازی مدت سب ملا کر میں نے تقریباً ۹/سال نظامت کی، فرماتے ہیں جامعہ رحمانیہ کی اصلاح اور ترقی کے لیے میں نے کیا کیا اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے، جب بنارس میں شیخ عبداللہ منیع اور شیخ محمد بن ناصر العبودی حفظہما اللہ تشریف لائے، لڑکوں اور لڑکیوں کی صلاحیت دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ شعبۂ بنین اور بنات الگ الگ کردو میں نے ۱۹۸۰ء میں جامعہ رحمانیہ کی عمارت پر مدرسۃ البنات کا بورڈ لکھوا کر افتتاح کرادیا، جامعہ رحمانیہ کے شعبوں میں میں نے اصلاح کی، اساتذہ اور طلباء کی دیکھ بھال کی، ماحول کو خوشگوار اور تعلیم کو معیاری بنانے کی کوشش کی، آپ ہی کے زمانۂ نظامت میں شعبۂ حفظ کا قیام عمل میں آیا، ایک مہینہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے قائم مقام ناظم رہے، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے ابتدائی دور میں آپ کے برادر مرحوم جناب الحاج عبدالحئی صاحب نائب ناظم رہے جب نیابت سے دست بردار ہوگئے تو آپ کو جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کا نائب ناظم بنایا گیا، مولانا عبدالوحید سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کو جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا نائب صدر منتخب کیا گیا اور آپ آخری زندگی تک نائب صدر رہے۔

مولانا بڑی خوبیوں کے مالک تھے، مدارس و جامعات میں بڑی لگن، دلچسپی اور خلوص کے ساتھ کام کرتے تھے، اساتذہ کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے، اور طلباء کو اپنے بیٹوں کی طرح مانتے تھے، ان کی تکلیف اور دکھ سکھ میں شریک رہتے، درس وتدریس میں وقت کی پابندی پر بڑی نظر رکھتے تھے، مطبخ کا نظام آپ کے زمانے میں بڑا اچھا چلتا تھا، ذراسی شکایت ہوتی فوراً پہنچتے کھانا چکھتے اور اچھا کھانا بنانے کی رہنمائی کرتے، غریب اور نادار طلبہ کے ساتھ خصوصاً بڑا اچھا اور مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے۔

شجاعت وبہادری اور حاضر جوابی:

مولانا کی شجاعت وبہادری کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی نہ گھبراتے اور نہ کسی سے خوف کھاتے بلکہ مدمقابل سے ڈٹ کر گفتگو کرتے اور بفضل اللہ کامیاب ہوتے، خواہ انکم ٹیکس آفیسر، پولیس آفیسر یا کوئی بڑا نیتا ہوتا، جب بنارس میں ۱۶/ جون ۱۹۷۲ء میں فساد ہوا اور شیخ ہادی اور ان کی اہلیہ جو جامعہ رحمانیہ کی بلڈنگ میں رہتے تھے، پولیس کے لوگ گھس کر ان کا تمام سامان اور مدرسہ کی تمام کھڑکیاں توڑ دیں، کملا پتی ترپاٹھی اس کے بعد آئے اور مسلمانوں کو خوب تسلی دلائی، مولانا نے فرمایا آپ ہی نے پٹوایا اور صفائی دینے آئے ہیں، آپ ہی نے پی اے سی بھیجی، مسلمانوں کو پٹوایا، ان کے مال واسباب کو لٹوایا اور آپ اب زخم پر مرہم رکھنے آئے ہیں، ہمارے شیخ کی سیٹیزن گھڑی دلادو تب جانوں کہ آپ بڑے اہم آدمی ہیں، کچھ نہ ہوا، پولیس والوں کو خوب برا بھلا کہا، کچھ دنوں بعد تھانے میں آپ کو بلایا گیا، دیوان صاحب ایک دستاویز کھولے ہوئے مولانا سے کہہ رہے تھے کہ اس میں جو لکھا ہے وہ سب صحیح ہے مولانا نے جواب دیا آپ کا لکھا ہوا ہے مجھے کیا خبر صحیح ہے کہ غلط تھوڑا بہت سنایا پھر کہا کہ اس پر دستخط کردیجئے، مولانا نے فوراً کہا آپ کا لکھا ہے آپ خود ہی دستخط کردیں، طویل گفتگو ہوئی مولانا نے دستخط نہ کیا، بعض احباب نے فرمایا کہ دستخط کردو اس میں کیا مضائقہ ہے، مولانا نے کہا یہ عزت کا معاملہ ہے، کاغذات بناوٹی ہیں، میں ہرگز دستخط نہیں کرسکتا، یہ کہتے ہوئے مولانا کرسی سے اٹھے اور سیدھے گھر تشریف لائے، مولانا بڑے حاضر جواب بھی تھے، جب آپ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے کان پور احباب جماعت کے پاس تشریف لے گئے تاکہ باہم تعارف و تعاون کا سلسلہ قائم رہے، اتفاق سے ایک وکیل صاحب سے ملاقات ہوگئی، گفت و شنید کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ آپ کے ادارہ میں چند طلبہ ہیں اور آپ لوگ تعاون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے نکل پڑے ہیں، مولانا نے بلاتوقف جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک آن میں کروڑوں انسان پیدا کردیتا لیکن سب سے پہلے اس نے حضرت آدم کو پیدا کیا، اسی طرح آج اگر طلبہ کی تعداد کم ہے، تو کیا حرج ہے، کل ان شاء اللہ طلبہ کی تعداد دھیرے دھیرے بڑھے گی، وکیل صاحب مولانا کے اس جواب سے خاموش ہوگئے۔ (۱)

سفر بیت اللہ:

مولانا عبدالقدوس نسیم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کو زندگی میں کئی بار زیارت بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، پہلی بار ۱۹۳۷ء میں اپنے افراد خاندان کے ساتھ سفر حج پر تشریف لے گئے، اس سفر حج میں مدن پورہ کا ایک بڑا قافلہ تھا جس میں مولانا کے والد ماجد مولانا عبدالأحد بنارسیؒ، آپ کے چچا عبدالحق اور سابق شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانیؒ کے دادا محمد رفیقؒ اور بیٹھک میں محمد ابوالقاسمؒ وغیرہ شریک تھے، دوسری بار آپ ۱۹۷۷ء میں اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ حرمین تشریف لے گئے اور زیارت حرمین سے مشرف ہوئے، تیسری بار آپ نے ۱۹۸۰ء میں آخری حج ادا فرمایا، تقبل اللہ منه۔

فضائل وشمائل:

آپ کا قد درمیانہ اور رنگ گندمی تھا، دوہرے بدن کے مالک نشیط انسان تھے، آگے کے سنہرے چار دانت مسکراہٹ کے وقت بڑے خوبصورت معلوم ہوتے تھے، آپ کا لباس پائجامہ، کرتا اور ٹوپی تھا، موسم سرما میں صدری یا شیروانی کا استعمال کرتے تھے، آپ اپنے اس لباس میں بڑے وجیہہ معلوم ہوتے تھے، آپ کے چہرے پر داڑھی آپ کے چہرے کو پرنور بنائے رکھتی تھی، طبیعت میں پاکیزگی، تواضع اور سادگی تھی، پان کھانے کی عادت نہیں تھی کبھی کبھار تقریبات میں کھالیا کرتے تھے، عقیدۂ سلف میں بڑے پختہ تھے، ورزش پسند کرتے اور کھیل میں فٹ بال کے شوقین تھے،

(۱) بروایت حافظ محمد عباس صاحب

پرہیزگار وخوددار تھے، سیر وسیاحت خوب پسند کرتے تھے، اس کے لیے جنگلوں اور اونچے اونچے پہاڑوں پر جاتے اور شکار بھی کرتے، رائفل شوٹنگ کلب بنارس کے لائف ممبر رہے اسی میں پولیس اور ملیٹری کا ملا جلا نشانہ بازی کا مقابلہ ہوا جس میں کالی شیروانی پہن کر حصہ لیا اور چمپین قرار پائے، مولانا کی خاص خوبی یہ تھی کہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی ہرگز نہ گھبراتے بلکہ صبر وثبات کا دامن پکڑے رہتے اور بروقت فیصلہ لیتے اور اس پر جمے رہتے، عظیم شخصیت کے مالک انسان تھے۔

عائلی زندگی:

مولانا عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مدن پورہ کے ہی ایک معزز گھرانہ میں ہوئی تھی، حاجی عبدالعزیز صاحبؒ کے بڑے فرزند جناب قاری عبدالقیوم صاحبؒ آپ کے خسر تھے، اردو کے مشہور شاعر پروفیسر حفیظ بنارسی صاحب آپ کے برادر نسبتی ہیں، مولانا کی اہلیہ بڑی نیک اور صالحہ تھیں، دکھی اور غریبوں کے لیے دردمند دل رکھتی تھیں، علماء کی قدرداں اور صوم وصلاۃ کی بڑی پابند تھیں، ۱۹۸٦ء میں آپ صاحب فراش ہوئیں تو پھر صحت یاب نہ ہوسکیں اور مولانا کی زندگی ہی میں نومبر ۱۹۹۱ء دوشنبہ کی شب میں اس جہان فانی سے دارالخلد کو رخصت ہوگئیں، انا للہ وإنا إليه راجعون، اللهم اغفر لها وارحمها۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ۲/لڑکیاں اور چار لڑکے عطا فرمائے، جن کے نام یہ ہیں:

(۱) عمار یاسر (۲) جاوید ناصر (۳) عبداللہ سعدی (۴) عبیداللہ فیصل۔

جناب عبداللہ سعدی اور عبیداللہ فیصل صاحبان نے مدارس عربیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدینہ طیبہ کی جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی میں ثانویہ تک تعلیم حاصل کی، تمام لڑکے ماشاء اللہ خوش اخلاق ہیں، اور اپنے آبائی پیشہ بنارسی ساڑی کی تجارت میں مصروف ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علالت اور زندگی کے آخری ایام:

مولانا عبدالقدوس بنارسیؒ یوں تو تندرست و توانا اور صحت مند انسان تھے، بیماریاں بہت آئیں مگر اللہ کے فضل و کرم سے سب شفا میں بدلتی گئیں۔۷۰، ۷۲/ سال کی عمر میں کمزوری شروع ہوئی اور برابر بڑھتی گئی جب کہ کمزوری بھی ایک مستقل مرض ہے، الله الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوة ثم جعل من بعد قوة ضعفا وشيبة. (۱)

بڑھاپے کی دہلیز پہ قدم رکھ چکے تھے، سہارا کی ضرورت تھی کہ اہلیہ مرحومہ بھی داغ مفارقت دے گئیں، اس صدمے نے آپ کو اور کمزور کر دیا، تقریباً دو سال پہلے پتھری کا آپریشن بھی ہوا تھا، نگاہ بھی کمزور ہوتی جا رہی تھی، بدن نحیف اور دبلا پتلا ہو چکا تھا، ادھر چند مہینوں سے گھر سے نکلنا بند ہو گیا تھا، صرف جمعہ کے لیے مسجد چلے جاتے، شب و روز گذرتا رہا، زندگی کے دن پورے ہوتے گئے، بیماری سے کچھ دنوں پہلے میں مولانا کی مزاج پرسی کے لیے ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تھا ان سے شرف لقا حاصل کیا، خوش ہوئے میں نے بہت سارے سوالات کئے اور قیمتی باتیں معلوم کیں، میری ضیافت کی، میں آنے لگا تو پوچھا کیا میں کمزور ہو گیا ہوں؟ میں نے کہا نہیں، ماشاء اللہ چل پھر رہے ہیں، آنکھ سے دیکھ رہے ہیں، اللہ کا شکر ہے، آپ بہت اچھے ہیں، وفات سے چند روز پہلے معلوم ہوا کہ صحت دن بہ دن گھٹتی جا رہی ہے، اور نقاہت و کمزوری بڑھتی جا رہی ہے، ۲/ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۹/ مئی ۱۹۹۸ء بروز جمعہ حالت بگڑ گئی، عصر کے وقت ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادے عبید اللہ فیصل ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا جاؤ عصر کی نماز ادا کرلو میری طبیعت ٹھیک ہے، نماز پڑھ کر واپس آئے تو دیکھا کہ مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی، إنا لله وإنا

(۱) الروم: ۵۴

إليه راجعون، اللهم اغفرله وارحمه و وسع مدخله.

نماز جنازہ جناب مولانا احسن جمیل صاحب سلفی حفظہ اللہ سابق شیخ الجامعۃ السّلفیہ نے پڑھائی اور تقریباً ساڑھے دس بجے شب میں ہندوستان کی عظیم مرکزی درسگاہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے نائب صدر علیہ الرحمۃ اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں دفن کر دیئے گئے اور اس طرح ایک اور ماحی بدعت، شیدائی سنت، خادم قوم و ملت ہم سے جدا ہو گئے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مراجع

(۱) ترجمان کا تاسیس نمبر یکم و ۱۵/ جنوری ۱۹۶۴ء

(۲) ذاتی معلومات

(۳) شخصی استفسارات

(۴) بعض معلومات مولانا سے ان کی زندگی میں حاصل کی گئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالقیوم صدیقی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۴۶ھ= ۱۹۲۷ء وفات:۱۴۰۳ھ=۱۹۸۳ء)

نام ونسب:

آپ کا نام عبدالقیوم اور کنیت ابوالہاشم ہے، آپ کی یہ کنیت آپ کے استاد مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۹ء) نے رکھی تھی، جب آپ کو لڑکا ہوا تو آپ نے اس کا نام محمد ہاشم رکھا۔

آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے: مولانا عبدالقیوم بن مولوی عبدالحی بن مولانا محمد اکرام بن محمد کاظم بن عبدالصمد صدیقی بنارسی۔

آپ کے دادا مولانا حافظ محمد اکرام صاحب مناظر اور خطیب تھے، مفتی عبدالصمد صاحبؒ کے انتقال کے بعد آپ جامع مسجد گیان واپی میں کافی عرصہ تک امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، آپ کے والد ماجد عبدالحی صاحب اگرچہ باسند مولوی نہیں تھے، مگر عوام میں اپنی دینی معلومات کی وجہ سے مولوی عبدالحی کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا عبدالقیوم صاحب بنارسیؒ اسی خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کی پیدائش محلّہ فرید پورہ (سنار پورہ) میں ہوئی اور یہیں پرورش پائی، آج بھی آپ کا بھرا پُرا خاندان سنار پورہ میں آباد ہے، آپ کافی عرصہ تک سنار پورہ ہی میں مع اہل وعیال سکونت پذیر تھے لیکن ۱۹۶۶ء میں محلّہ نئی سڑک بنارس میں منتقل ہوگئے اور یہیں مستقل رہائش اختیار کرلی۔

تعلیم:

مولانا عبدالقیوم بنارسیؒ بنارس کے معروف ادارہ جامعہ رحمانیہ میں ۱۹۴۶ء تک اپنے مشفق اساتذہ کرام سے علمی استفادہ کرتے رہے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں:

(۱) مولانا قاری احمد سعید صاحب (م ۱۹۶۴ء) (۲) مولانا حافظ محمد ابوالقاسم بنارسی والد ماجد شیخ الجامعۃ السلفیۃ (م ۱۹۶۵ء) (۳) مولانا حبیب اللہ صاحب چھپروی (م ۱۹۴۱ء) (۴) مولانا عبیداللہ عنبر پیغمبر پوری دربھنگوی (۵) مولانا عبدالمعید صاحب بنارسی (م ۱۹۸۰ء) (۶) مولانا ابوالخیر صاحب فاروقی (م ۱۹۸۰ء) (۷) ماسٹر عبدالحمید صاحب جون پوری رحمہ اللہ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

دوران تعلیم ۱۹۴۶ء میں الہ آباد عربی وفارسی بورڈ کے مولوی کے امتحان میں شریک ہوئے اور فرسٹ ڈویژن سے کامیابی حاصل کی، مولوی کے اس امتحان میں آپ کے ساتھ آپ کے رفیق درس مولانا عبدالوحید رحمانی رحمہ اللہ شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس بھی شریک ہوئے تھے۔

مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۹ء) کے زمانہ میں مدرسہ سعیدیہ بنارس علم حدیث کا مرکز تھا، دور دور سے لوگ استفادہ کے لیے تشریف لاتے تھے اور اس عالم بحر بیکراں سے علم حدیث کے اندر اپنی علمی تشنگی بجھا کر واپس جاتے تھے، مولانا عبدالقیوم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مدرسہ سعیدیہ دارانگر بنارس سے سند حاصل کی، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ نے آپ کو جو سند حدیث عنایت فرمائی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

”إن الشّاب الثقف اللقن الصالح الفهيم عبد القيوم أبا الهاشم بن المولوی عبد الحی الصديقی البنارسی قرأ علیّ قراء ة وسماعةً بالمناوبة تفسيرالقرآن بكلام الرحمن وصحيحی البخاری ومسلم من فاتحتهما إلیٰ خاتمتهما وقرأ السنن الأربعة علی المدرس الثانی فی هذه المدرسة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسندها عنده۔''

مدرسہ سعیدیہ دارانگر سے آپ کو جو سند ملی اس میں تاریخ ۱۴/شعبان ۱۳۶۷ھ چہارشنبہ درج ہے۔

فراغت کے بعد آپ نے تجارت کرنا پسند فرمایا اور کپڑے کی تجارت میں لگ گئے آگے چل کر ایک کامیاب تاجر ہوئے آج بھی آپ کی دکان محلّہ نئی سڑک پر موجود ہے۔

تبلیغی سرگرمیاں:

تجارت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا شوق بھی رکھتے تھے۔آپ سلفیت کے پرجوش داعی اور مبلغ تھے،آپ کی آواز بلند تھی،اگر آپ تجارت میں نہ لگتے تو بہترین خطیب ہوتے۔دعوت وتبلیغ کے لیے آپ نے مختلف شہروں کا دورہ کیا جن میں مالیگاؤں، ممبئی، دیناج پور، راج شاہی وغیرہ شامل ہے۔اپنے محلّہ کے علاوہ مختلف مقامات پر بھی آپ کا تقریری پروگرام ہوا کرتا تھا جس میں لوگوں کو آپ کتاب وسنت کی دعوت دیتے اور اتباع سنت پر ابھارتے رہتے تھے۔

آپ مسجد کمال شاہ (کھجور والی مسجد) کے مستقل خطیب جمعہ تھے،راقم نے ان کی تقریر ''ختم نبوت'' کے موضوع پر سنی ہے جو انتہائی پرجوش اور مدلل تھی،دوران تقریر آپ کی آواز بلند ہوجایا کرتی تھی،آپ لوگوں کو کتاب وسنت پر عمل کی ترغیب دیتے اور تقلید جامد سے بچنے کی تلقین کرتے تھے۔

کبھی کبھار آپ نے مسجد کمال شاہ (کھجور والی) میں بقرعید کی نماز بھی پڑھائی ہے جس کا سلسلہ جلد ہی بند ہوگیا،اس لیے کہ لوگوں کی اکثریت عیدگاہ میں نماز پڑھنا پسند فرماتی تھی۔

کاروباری مصروفیتوں کی وجہ سے بعد میں خطبۂ جمعہ کے فریضہ سے بھی سبکدوش

ہوگئے۔

تجارتی مشغولیات میں آپ کا شب و روز گزرتا رہا کہ آپ پر یرقان (جوائنڈس) کا شدید حملہ ہوا ان کے علاج و معالجہ میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی، زندگی کا وقت پورا ہو چکا تھا، اس لیے کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور ۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۱/ستمبر ۱۹۸۳ء یکشنبہ کو اپنے خاندان کو سوگوار چھوڑ کر مالک حقیقی سے جا ملے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون۔

مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمہ اللہ شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان ''اونچی تکیہ'' واقع محلّہ ریوڑی تالاب میں سپرد خاک کیے گئے۔اللهم اغفرله وارحمه۔

مولانا اپنے پیچھے بھرا پُرا خاندان چھوڑ گئے جو اہلیہ، ۴ لڑکیاں اور دو لڑکوں محمد ہاشم، بلال احمد پر مشتمل ہے۔

مراجع

(۱) مولانا کے بارے میں اہم معلومات ان کے چھوٹے بھائی جناب ابوالکلام صاحب نے فراہم کیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالقیوم وارثی بنارسی رحمہ اللہ

(ولادت ۱۹۲۴ء وفات ۲۰۰۰ء)

حسب ونسب:

آپ کا نام عبدالقیوم وارثی ہے۔نسب ذیل میں درج ہے:

مولانا عبدالقیوم بن حاجی محمد ابوالہاشم بن حاجی محمد ایوب بن حاجی وارث محمد بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

ولادت: آپ کی ولادت شہر بنارس کے مشہور علاقہ محلّہ مدن پورہ میں ۲۶؍دسمبر ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔

مولانا عبدالقیوم وارثی بنارسی رحمہ اللہ بنارس کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ میں ۱۹۴۴ء تک اپنے مشفق اساتذۂ کرام سے علمی استفادہ کرتے رہے۔

جن اساتذۂ کرام سے آپ نے استفادہ کیا ان کے نام ذیل میں درج ہیں:

(۱) مولانا محمد منیر خاں ؒ (م ۱۹۴۵ء)، (۲) مولانا عبدالغفار حسن رحمانی ؒ (م ۲۰۰۷ء)، (۳) مولانا عبدالمجید الحریری ؒ (م ۱۹۷۲ء)، (۴) مولانا محمد ابوالقاسم ؒ (م ۱۹۶۵ء)، (۵) مولانا حبیب اللہ پیغمبر پوری ؒ (م ۱۹۴۱ء)، (۶) مولانا عبیداللہ عنبر بہاری ؒ (م ۱۹۵۶ء) وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

اس طرح جامعہ رحمانیہ بنارس سے ۳۱؍جنوری ۱۹۴۴ء میں فراغت ہوئی۔ (۱)

جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس کے ریکارڈ کے مطابق ۱۹۴۴ء میں فارغ ہونے والے علماء کرام کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا محمد زبیر بن عبدالمتین رحمہ اللہ (م ۱۹۸۱ء)

(۱) ریکارڈ جامعہ رحمانیہ

(۲) مولانا عبدالقدوس بن عبدالاحد رحمہ اللہ (م ۱۹۹۸ء)

(۳) مولانا عبدالوحید بن عبدالحق السّلفی رحمہ اللہ (م ۱۹۸۹ء)

(۴) مولانا حافظ وقاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (م ۱۹۹۴ء)

(۵) مولانا عبدالقیوم بن حاجی محمد ابوالہاشم وارثی رحمہ اللہ (م ۲۰۰۰ء)

مشغلہ:

آپ کے آباء واجداد بنارسی ساڑی کی تجارت کیا کرتے تھے، آپ نے بھی جامعہ رحمانیہ سے فراغت کے بعد اپنا آبائی پیشہ اپنایا اور بنارسی ساڑی کی تجارت میں مصروف ہوگئے۔

مولانا عبدالقیوم وارثی رحمہ اللہ کم سخن اور خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ بہت ساری میٹنگوں میں ان کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا، لیکن بہت ہی کم بولتے تھے، کبھی کبھار ایک دو بات کہہ دیتے۔ مدن پورہ کی کمیٹی انجمن فلاح المسلمین (بیت المال) کے اہم ذمہ دار تھے۔ ۱۹۸۲ء میں مولانا نے آخری حج کیا، اس میں، میں بھی مولانا کے ساتھ تھا۔ تقبل اللہ حجنا.

اولاد:

مولانا کے کئی صاحبزادے تھے، ان میں سے ایک صاحبزادے نجم الثاقب جو میرے کلاس فیلو تھے، جنھوں نے مولوی کے آخری سال میں تعلیم ترک کردی۔

ان کے دوسرے بھائی مولانا عبدالرحیم مدنی ہیں جنھوں نے جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ اللغۃ سے فراغت حاصل کی اور بنارس واپس ہونے کے بعد تجارت کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے اور باقاعدہ جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ میں امام وخطیب تھے، لیکن ادھر چند سالوں سے کسی وجہ سے امامت وخطابت سے دستبردار ہوگئے، پھر بھی دعوت وتبلیغ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ جاری ہے، مولانا کے ایک اور صاحبزادے جن کا نام عبدالعزیز ہے، جامعہ سلفیہ سے فراغت پائی، ایام طالب علمی میں بہترین تقریر کرتے تھے، زبان میں بڑی شیرینی اور مٹھاس تھی، لیکن افسوس کہ فراغت کے بعد تجارت میں اس طرح مشغول ہوئے کہ دعوت وتبلیغ کا کام ماند پڑ گیا۔ آپ کے ایک صاحبزادے جناب عبدالحکیم صاحب ہیں جو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ انجینئر نگ میں پروفیسر ہیں، نیک اور شریعت کے پابند ہیں۔

علالت ووفات:

مولانا عبدالقیوم وارثی رحمہ اللہ مختصر علالت کے بعد ستمبر ۲۰۰۰ء میں انتقال فرما گئے، اناللہ وإنا إلیہ راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحیم مدنی حفظہ اللہ نے پڑھائی اور آبائی قبرستان سکرا باغ میں تدفین عمل میں آئی۔

اللهم اغفر له وارحمه ووسع مدخله.

مراجع

(۱) ریکارڈ جامعہ رحمانیہ
(۲) ذاتی معلومات
(۳) شخصی استفسارات

مولانا عبدالقیوم مکی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۹۵ھ = ۱۹۷۴ء وفات: ۱۴۳۷ھ = ۲۰۱۶ء)

حسب ونسب:

آپ کا نام عبدالقیوم اور کنیت ابوحمدان ہے۔ آپ کا نسب نامہ ذیل میں درج ہے:

مولانا عبدالقیوم بن عبدالرحمٰن بن عبدالجبار بن منشی اسحاق بن وزیر۔

آپ بجرڈیہہ بنارس کے محلّہ نئی بستی میں ایک متوسط گھرانہ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم مدرسہ احیاء السنۃ بجرڈیہہ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) میں داخلہ لیا اور ثانویہ ثانیہ کا چار سالہ کورس ۱۴۰۸ھ میں مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے آپ نے مرحلہ عالمیت کی تکمیل کی اور ۱۴۱۲ھ میں عالمیت کی سند حاصل کی۔ (۱)

فراغت کے بعد مشغلہ:

مولانا عبدالقیوم بنارسی رحمہ اللہ کا آبائی پیشہ بنارسی ساڑی کا تھا، لیکن فراغت کے بعد درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہو گئے اور یکم اپریل ۱۹۹۴ء سے مدرسہ إحیاء السنۃ بجرڈیہہ میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، تقریباً تین سال تک تدریسی فریضہ انجام دیا، دریں اثناء مکہ مکرمہ جامعہ ام القری میں آپ کا داخلہ ہو گیا اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۱۰/جنوری ۱۹۹۷ء سے ۳۰/جون ۲۰۰۳ء تک مدرسہ سے رخصت حاصل کی، اور اس دوران اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ''لیسانس'' کی

(۱) ریکارڈ جامعہ سلفیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈگری حاصل کرلی، بعدہ اپنے وطن مالوف بنارس واپس آگئے اور یکم جولائی ۲۰۰۳ء سے دوبارہ مدرسہ احیاء السنۃ بجرڈیہہ بنارس میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، چونکہ حدیث سے آپ کو شغف تھا اس لیے مدرسہ احیاء السنۃ میں دوسرے علوم وفنون کے ساتھ حدیث کا بھی درس دیتے تھے، مدرسہ احیاء السنۃ کے ریکارڈ کے مطابق آپ نے ۶/جنوری ۲۰۱۶ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

دعوت وتبلیغ سے دلچسپی:

مولانا موصوف رحمہ اللہ کو درس وتدریس کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ سے بھی دلچسپی تھی، خطبۂ جمعہ بڑے اہتمام سے دیا کرتے تھے، کسی نہ کسی مسجد میں نماز کے بعد آپ کا درس بھی ہوا کرتا تھا۔ مسجد اہل حدیث نئی بستی میں آپ بعد نماز عصر برابر درس دیا کرتے تھے، جب بھی مجھے وہاں عصر کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا تو میں نے آپ کو درس دیتے ہوئے پایا، آج مدارس کے اساتذہ کرام میں یہ کمی ہے کہ جمعہ وجماعت پڑھانے سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں جبکہ ان کا دینی اور اخلاقی فرض ہے کہ درس قرآن وحدیث اور خطبۂ جمعہ دیا کریں اور اہتمام کے ساتھ اس فریضہ کی انجام دہی کی کوشش کریں تاکہ لوگوں کو فائدہ پہنچے اور اپنے اوپر عائد ذمہ داری پوری کرسکیں، وفق اللہ الجمیع۔

دعوت وتبلیغ سے شغف:

آپ اہلحدیث نوجوانان بنارس کی دعوتی واصلاحی تنظیم جمعیۃ الشبان المسلمین کے ریکٹر تھے، اس کے اصلاحی پروگراموں کو ترتیب دیتے اور جمعیت کے دعوتی کاز کو آگے بڑھانے میں بڑی دلچسپی لیتے تھے، مختلف مقامات میں آپ وعظ وارشاد کے لیے بھی جاتے، کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بجرڈیہہ میں منعقد ہونے والے اجلاس میں مولانا کے ساتھ میری بھی تقریر ہوئی، مولانا باآواز بلند تقریر کرتے اور عقیدہ کے معاملہ میں

بڑے سخت تھے، اس کا اظہار آپ کی تقریروں میں بھی ہوتا تھا۔

مولانا عبدالقیوم ؒ رفاہی کاموں میں بھی دلچسپی لیتے، لوگوں کے کام آتے اور غریبوں اور محتاجوں کا تعاون بھی کرتے تھے۔ لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور مہمانوں کی ضیافت کرنا آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ تقبل اللہ حسناتہ وغفر لہ۔

مرض:

مولانا عبدالقیوم رحمہ اللہ تقریبا تین ماہ سے صاحب فراش تھے، علاج ومعالجہ جاری تھا مگر کوئی خاص افاقہ نہیں ہوا، میں ایک دن بعد نماز عشاء ان کی عیادت کے لیے گیا، ان سے حال پوچھا تو بتلایا کہ آرام ہے لیکن بظاہر مرض میں کوئی خاص کمی محسوس نہیں ہورہی تھی، کچھ دیر بیٹھا، ان کے لیے صحت وعافیت کی دعا کی، آنے لگا تو فرمایا رک جاؤ اتنے میں ان کے صاحبزادے ضیافت کرنے لگے اور ضیافت میں بڑا اہتمام کیا، جزاھم اللہ خیرا۔

کینسر جیسے مہلک مرض کے باوجود شکر وسپاس کے کلمات زبان پر تھے، بالآخر مالک ارض وسماء نے آپ کو اپنے پاس بلالیا، ۲۶/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۷/جنوری ۲۰۱۶ء بروز جمعرات صبح ۶/بجے اپنی جان، جان آفریں کے حوالہ کردی، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ بعد نماز ظہر تقریبا ڈھائی بجے جمعیت الشبان المسلمین کے ڈائرکٹر مولانا محمد جنید مکی حفظہ اللہ نے پڑھائی، جنازہ میں کافی لوگ تھے، بنارس کے علاوہ آس پاس کے افراد بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

مولانا عبدالقیوم رحمہ اللہ کو ان کے آبائی قبرستان بجرڈیہہ واقع جکھا پر سپرد خاک کردیا گیا۔

آپ نے پسماندگان میں اپنی اہلیہ، دو بیٹے، تین بیٹیاں اور والد محترم کو چھوڑا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا بڑا لڑکا حمدان عدیل جامعہ سلفیہ کے ثانویہ ثانیہ میں زیر تعلیم ہے،اللہ کرے یہ عالم دین بنے اور اپنے والد کا صحیح اور سچا جانشین ثابت ہو۔

مراجع

(۱) ریکارڈ جامعہ سلفیہ بنارس
(۲) ریکارڈ احیاء السنۃ بنارس
(۳) ''التبیان'' دہلی محررہ جنوری ۲۰۱۶ء
(۴) ''انقلاب'' روزنامہ، بنارس

مولانا عبدالکبیر بہاری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۱۳۳۱ھ=۱۹۱۳ء)

مولانا سید عبدالکبیرؒ موضع ہرگانواں ڈاک خانہ بہار ضلع پٹنہ کے باشندہ تھے، سن پیدائش کا پتہ نہیں لگ سکا، آپ کا اصل وطن اگرچہ بنارس نہیں ہے لیکن طالب علمی سے وفات تک زندگی کا بیشتر حصہ بنارس ہی میں گذرا، اس لیے موصوف بنارسی کی نسبت سے مشہور ہوئے، بنارس آپ کا وطن ثانی تھا ہر شخص آپ کو بنارسی جانتا اور سمجھتا تھا، اس لیے آپ کا ذکر علماء بنارس کی فہرست میں کیا جا رہا ہے۔

مولانا کی ولادت بہار میں ہوئی، وہیں نشو ونما پائی اور ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی اور علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کے لیے مدرسہ احمدیہ آرہ میں داخل ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا محمد سعید محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۲ھ) مدرسہ احمدیہ میں مدرس تھے، کسی وجہ سے مولانا محمد سعید بنارسیؒ نے مدرسہ احمدیہ سے علیحدگی اختیار کی اور ۱۲۹۹ھ میں بنارس تشریف لائے اور مدرسہ سعیدیہ قائم کیا، آرہ میں محدث بنارسیؒ کے زیر درس جتنے طلبہ تھے وہ سب آرہ کو چھوڑ کر مدرسہ سعیدیہ بنارس میں داخل ہو گئے ان ہی داخل ہونے والے طلبہ میں مولانا سید عبدالکبیرؒ بھی شامل تھے، موصوف نے تحصیل علم سے فراغت کے بعد بنارس ہی میں مستقل رہائش اختیار کر لی اور مدرسہ سعیدیہ میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، ۳۲/سال تک آپ نے یہ خدمت انجام دی، علاوہ ازیں مولانا محمد سعید محدثؒ کے مطبع ''سعید المطابع'' بنارس کے منیجر اور ماہانہ اخبار ''نصرۃ السنۃ'' بنارس کے سب ایڈیٹر بھی تھے۔

اگرچہ مولانا عبدالکبیر بنارسی مولانا محمد سعید محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے لیکن تعلقات استادی اور شاگردی سے آگے بڑھ کر برادرانہ ہو گئے تھے، مولانا محمد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعید محدثؒ کے صاحبزادے مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ کا بیان ہے کہ:

"ہمارے گھر کا انتظام آپ ہی کے سپرد تھا اور ہم سب بھائیوں کی تربیت اور ابتدائی تعلیم کے آپ ہی نگراں تھے، ہم سب بھائی آپ کو چچا جان کہتے تھے، آخر بنارس آپ سے مرض الموت نے چھڑایا۔"

مرحوم بڑے زاہد و متقی، تہجد گذار، تلاوت قرآن کے شوقین، عالم باعمل تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام عبدالقدیر تھا۔

مولانا موصوف بیماری کی حالت میں بہار تشریف لئے گئے، وہیں ۸/ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ=۱۱/ اگست ۱۹۱۳ء یوم دوشنبہ کو سفر آخرت کیا اور ہرگانواں میں دفن ہوئے۔

قطعۂ تاریخ وفات فارسی میں "نزیل خلد بریں عالم ہند مکاں" اور عربی میں قطعۂ تاریخ وفات یہ ہے:

كريم السجايا ذوالفضيلة والتقى
نديم البرايا سيد وممجد
عفا الله عنه ربنا ورحيمنا
وادخله الفردوس و هو مخلد
تفكرت فى عام الوفات فقيل لي
تخلى الى مولاه عند محمد

مراجع

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۳۶۳
(۲) اہل حدیث امرتسر مجریہ ۲۲/ ۲۹ اگست ۴۳، ۴۴ ج: ۱۰

مولانا عبدالکریم سلفی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۱۸۸۶ء)

مولانا عبدالکریم سلفی رحمۃ اللہ علیہ واردان بنارس میں سے تھے، بزرگ اور اعلیٰ پائے کے عالم دین تھے، فن نحو اور لغت میں کمال حاصل تھا، چوٹی کے علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا، فن نحو میں آپ نے ایک کتاب بھی لکھی۔ ۱۸۴۰ء میں بنارس تشریف لائے۔ ۱۸۵۷ء کی سورش میں آپ سورت چلے گئے۔ وہاں مولانا محمد بن ابو محمد عبداللہ جوناگڈھی اور دیگر علما سے استفادہ کیا۔

آپ سید احمد شہید اور ان کی تحریک سے وابستہ تھے۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ بنارس سے نکلنے والا رسالہ "سہیل بنارس" مجریہ جون ۱۸۸۸ء رقم طراز ہے:

مولانا زبردست عالم اور صاحب علم و فضل تھے۔ سید احمد شہید کے محبت یافتہ اور شاہ اسماعیل شہید کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۸۴۰ء میں بنارس آئے، اور غدر ۱۸۵۷ء میں رہنا دوبھر ہوگیا تو گجرات چلے گئے۔ دوبارہ بنارس آئے تو نواب محمد علی خاں آف ٹونک کی مجلس کی زینت بنے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ اپنے وطن ٹونک چلے گئے، بعض کہتے ہیں بنارس ہی میں ۱۸۸۶ء میں انتقال کیا اور تکیہ ٹک ٹک پور میں مدفون ہوئے۔ آپ پکے اہل حدیث تھے اور فن نحو پر ایک کتاب لکھی۔

مراجع

(۱) رسالہ "سہیل" بنارس، جون ۱۸۸۸ء
(۲) وفیات الاعلام برحاشیہ نغمہ دل (مخطوطہ ص: ۳۶)
(۳) نزہۃ الخواطر، ج: ۲، ص: ۲۸۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری حافظ عبداللہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۱۵ھ=۱۸۹۷ء وفات:۱۳۶۲ھ=۱۹۴۳ء)

نسب نامہ:

مولانا قاری حافظ عبداللہ بن مولانا محمد سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ کنجاہی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ ۲۰/ جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ بروز یکشنبہ بنارس کے محلّہ دارانگر میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی، مولانا عبداللہ نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم دین اور اشاعت کتاب وسنت کا مرکز تھا، والد محترم مولانا محمد سعید صاحب محدث بنارسی تھے جو اپنے عہد کے زبردست عالم اور مسلک سلف کے داعی تھے، بڑے بھائی مولانا سیف بنارسی کا چرچا پورے ہندوستان میں تھا، ظاہر ہے کہ ایسے خانوادے میں آپ کی کس قدر اعلیٰ پائے کی دینی تربیت کی گئی ہوگی۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ابتداء سے انتہا تک تعلیم کے تمام مدارج اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ میں طے کئے، مولانا سیف بنارسی، مولانا عبدالمجید بنارسی وغیرھم آپ کے اساتذہ میں تھے۔

مشغلہ:

فراغت کے بعد آپ دعوت وتبلیغ کا فریضہ پورے جوش وخروش سے انجام دینے لگے۔ آپ تبلیغ کے لیے اطراف بنارس اور جون پور کے دیہی علاقوں میں خاص طور سے جاتے تھے، چنانچہ رہٹی، رام دیال گنج اونچنی وغیرہ میں آپ کا بہت اثر تھا۔ آپ کو اللہ نے تبلیغ کا خاص انداز دیا تھا، آپ کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اتر

جاتی تھیں، آپ کی تبلیغی کوششوں سے کچھ لوگ مشرف باسلام بھی ہوئے، جن کے نام یہ ہیں: جھارو اسلامی نام مریم جگن ناتھ اسلامی نام سکندر علی اور اس کے تین لڑکے سراج الدین، دین محمد اور عبدالاحد (یہ ان کے اسلامی نام ہیں)۔(۱)

عائلی زندگی:

مولانا کثیر الاولاد تھے، مالی اعتبار سے زیادہ خوش حال نہ تھے، اہلیہ کسی سرکاری اسکول میں معلّمہ تھیں، آپ کا ذاتی مکان صدر ہسپتال کبیر چورا کے پاس تھا، ۱۹۴۰ء سے قبل ایک فساد میں بلوائیوں نے اسے لوٹ لیا، تقسیم ہند کے بعد آپ کا خاندان آپ کے سسرال والوں کے ساتھ پاکستان چلا گیا۔

وفات:

۱۹۴۳ء میں مولانا عبداللہ صاحب تبلیغ کے لیے اناؤ گئے تھے، اچانک تیز بخار ہوا اور سرسامی کیفیت پیدا ہوگئی اسی حالت میں اناؤ میں آپ کا انتقال ہوگیا، اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔ اور وہیں مدفون ہوئے، وفات کے وقت آپ کی عمر صرف چھیالیس سال تھی۔

(۱) اہلحدیث امرتسر ۲/شوال ۱۳۴۴ھ/۱۶/اپریل ۱۹۲۶ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبداللہ بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۵۱ھ=۱۹۳۲ء وفات: ۱۴۰۹ھ=۱۹۸۸ء)

مولانا عبداللہ بنارسیؒ کی ولادت باسعادت یکم فروری ۱۹۳۲ء میں محلّہ مدن پورہ ، بنارس میں ہوئی اور یہیں نشو ونما پائی۔

نسب نامہ:

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: مولانا عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبدالمجید بن صدیق اللہ بن کریم بخش۔

تعلیم:

آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں عالمیت کا امتحان بھی جامعہ رحمانیہ ہی سے پاس کیا اور اجازۃ القرآن بروایت حفص کی سند ۳۰/ جمادی الآخرۃ ۱۳۷۶ھ مطابق یکم فروری ۱۹۵۷ء قاری احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۴ء) سے حاصل کی، آپ مزید تعلیم کے حصول کے لیے ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی تشریف لے گئے تھے، وہاں کی آب وہوا راس نہ آئی اور چند ہی مہینے بعد لکھنؤ چھوڑ کر بنارس واپس آگئے، آپ نے الٰہ آباد عربی وفارسی بورڈ سے ۱۹۵۳ء میں عالمیت پاس کیا اور فضیلت کی ڈگری ۱۹۸۳ء میں حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ میں مولانا عبیداللہ صاحب عنبر دربھنگویؒ، مولانا نذیر احمد صاحب املویؒ (م ۱۹۶۵ء) مولانا عبدالعزیز صاحب مئوی، مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی، اور مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمہ اللہ شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

مشغلہ:

فراغت کے بعد آپ نے خدمت دین کے پیش نظر تدریس کا پیشہ اختیار کیا، سب سے پہلے مدرسہ محمدیہ تلسی باغ ناگپور میں تدریسی خدمت انجام دی نیز وہاں تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، کچھ عرصہ تک موصوف جنوبی ہند کے چتّل درگ علاقے میں تدریسی فرائض پر مامور رہے، اخیر میں اپنے وطن مالوف بنارس لوٹ آئے اور ۱۹۶۴ء سے جامعہ رحمانیہ کے پرائمری وعربی شعبہ سے منسلک ہوگئے، راقم کو مولانا سے شرف تلمذ حاصل ہے، مولانا اپنے قیام بنارس کے دوران ''انجمن بزم توحید'' اور مقامی ''جمعیت اہل حدیث'' دونوں کے ناظم رہے اور برابر تبلیغی پمفلٹ شائع کرتے رہے، مولانا مختلف مساجد میں خطبۂ جمعہ بھی دیا کرتے تھے، آپ کے خطبہ کا ایک خاص انداز تھا جو بہت بھلا معلوم ہوتا تھا، آپ خدمت دین کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی دلچسپی رکھتے تھے اسی لیے کھادی کا لباس پسند کرتے تھے اور کانگریس کے حامی وہمنوا تھے، آپ جب تک زندہ رہے اشاعت سنت اور مذہب حق کی ترویج میں لگے رہے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ صاحب فراش ہوئے، ایک سال مسلسل بیماری کے بعد ۹/ نومبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ بوقت ۹/ بجے دن اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ نماز جنازہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانیؒ سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے پڑھائی، اور اپنے آبائی قبرستان واقع محلّہ ریوڑی تالاب میں سپرد خاک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار لڑکے اور دولڑکیوں سے نوازا، آپ کے بڑے صاحبزادے مولوی عبیداللہ سلفی جامعہ سلفیہ سے فارغ ہیں اور اپنے والد محترم کی جگہ پر جامعہ رحمانیہ کے پرائمری شعبہ میں تدریسی خدمات پر مامور ہیں، نیز وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ کے کام میں دلچسپی رکھتے ہیں۔☆

مراجع

(۱) شخصی استفسارات (۲) ذاتی معلومات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبداللہ طیب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۸۹ھ= ۱۹۶۹ء وفات:۱۴۲۳ھ=۲۰۰۳ء)

حسب ونسب:

آپ کا نام عبداللہ طیب کنیت ابوصہیب ہے۔

نسب ذیل میں درج ہے: عبداللہ طیب بن محمد ابوبکر بن حاجی محمد اکرام بن حاجی محمد ایوب بن حاجی وارث محمد بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

ولادت:

شہر بنارس برادران وطن کے لیے تقدیس کی نگری ہے اور اہل علم کے لیے علوم کا مرکز ہے اہلحدیث کے بڑے بڑے علماء اسی شہر میں پیدا ہوئے اور یہیں پیوند خاک ہوئے۔ اسی شہر کا مشہور محلّہ مدن پورا ہے۔ جو بنارسی ساڑیوں کا مرکز ہے، مولینا عبداللہ طیب مدنی اسی محلّہ مدن پورا کے مشہور متمول اور معزز گھرانے میں یکم ستمبر ۱۹۶۹ء میں پیدا ہوائے اور یہیں نشو ونما پائی۔

آپ کے والد محترم محمد ابوبکر صاحب حفظہ اللہ انتہائی دین دار، متبع سنت ہیں، بنارس ہندو یونیورسٹی سے ایم ایس سی ہیں، اللہ نے آپ کو دو لڑکے اور دو لڑکیوں سے نوازا، انگریزی تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود آپ نے دونوں بیٹوں کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، بڑے بیٹے مولینا عبدالمتین صاحب مدنی ماشاء اللہ جامعہ سلفیہ میں مدرس ہیں اور اپنی اعلیٰ لیاقت اور سنجیدہ تقریروں کی وجہ سے اہل علم کے حلقہ میں عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ چھوٹے بیٹے عبداللہ طیب مدنی تھے جنہیں اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔

تعلیم:

ابتدائی درجات سے پنجم تک کی تعلیم جامعہ رحمانیہ مدن پورا بنارس میں حاصل کی۔ پرائمری کے اساتذہ میں ماسٹر عبدالحمید رحمہ اللہ، ماسٹر حمید اللہ رحمہ اللہ، ڈاکٹر خالد شفاء اللہ رحمانی حفظہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

گھر کے دینی ماحول اور والدین کی خواہش کے مطابق بڑے بھائی کی طرح آپ نے بھی جامعہ رحمانیہ کے شعبہ عربی میں داخلہ لیا اور ثانویہ تک کی تعلیم مکمل کی، ثانویہ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جامعہ سلفیہ، بنارس میں عالمیت کے سال اول میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں عالمیت کا کورس مکمل کیا اس وقت مدارس کے اتحادی نصاب کی وجہ سے جامعہ سلفیہ سے فضیلت کا کورس نکل گیا تھا اسی لیے وہ فضیلت نہیں کر سکے، جامعہ سلفیہ کے اساتذہ میں مولینا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمہ اللہ (م ۱۹۹۷ء)، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری (م ۲۰۰۹ء) مولینا صفی الرحمٰن مبارکپوری (م ۲۰۰۶ء)، مولینا محمد رئیس صاحب ندوی رحمہ اللہ (۲۰۰۹ء) مولانا عابد حسن رحمانی رحمہ اللہ (م ۲۰۰۹ء) مولینا عبدالسلام صاحب مدنی حفظہ اللہ، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلفی حفظہ اللہ، مولینا محمد مستقیم صاحب سلفی حفظہ اللہ، مولینا احسن جمیل صاحب مدنی حفظہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی تشریف لے گئے اور وہاں کلیۃ الحدیث میں داخل ہوئے، انہوں نے وہاں سے ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۵ء میں لیسانس (بی-اے) کی ڈگری حاصل کی، بی-اے کرنے کے بعد آپ وطن واپس آئے۔

جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ میں شیخ عبدالمحسن حمد العباد، شیخ علی الحذیفی، شیخ محمد ایوب محمد یوسف، دکتور عبدالرحیم قشقری، شیخ عبدالعزیز محمد العبد اللطیف وغیرہ قابل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر ہیں۔

مشغلہ:

حصول علم کے بعد آپ کو ذریعہ معاش تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ساڑیوں کی تجارت آپ کا آبائی پیشہ تھا، لیکن جس علم دین کے حصول کے لیے آپ نے اس قدر جدوجہد کی اس سے جدا ہونا گوارا نہ کیا اور اسی علم دین کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔

تدریس:

مدینہ سے واپس آئے تو مدرسہ احیاء السنۃ بجرڈیہہ میں بحیثیت مدرس ۱۰/شوال ۱۴۱۶ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۹۶ء میں آپ کی تقرری عمل میں آئی، مدرسہ احیاء السنۃ میں تین سال تک آپ نے تدریسی فرائض انجام دئے، وہاں آپ عربی کی ابتدائی جماعتوں کی کتابیں پڑھاتے تھے، رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۸ء میں آپ وہاں سے مستعفی ہوگئے اور ۱۲/شوال ۱۴۱۹ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۹۹ء سے آپ جامعہ سلفیہ، بنارس میں منصب تدریس پر فائز ہوئے اور تادم حیات آپ جامعہ سے وابستہ رہے۔

تبلیغی سرگرمیاں:

دعوت وتبلیغ سے آپ کو بے حد شغف تھا، اسی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اتحاد ابناء السلفیہ تنظیم کے ذمہ داروں نے مولینا کو اس کا جنرل سکریٹری بنادیا، اس تنظیم کا پندرہ روزہ دعوتی پروگرام بنارس اور مضافات بنارس میں مستقل جاری رہتا، اس تنظیم کو مولینا نے جو قوت اور توانائی بخشی اس کے اثرات ماشاء اللہ دیکھے جاسکتے ہیں، آپ جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ میں ہفتہ میں ایک روز درس قرآن دیتے تھے، دعوت وتبلیغ سے حد درجہ دلچسپی کو دیکھ کر میں اکثر وبیشتر خطبہ جمعہ کے لیے مختلف مساجد میں بھیجا کرتا

تھا، جب مولینا علی گڈھ سے واپس آئے تو میں نے بذریعہ فون مولینا سے خطبہ جمعہ کے لیے درخواست کی، مولینا نے بیماری کی وجہ سے معذرت کی اور اس کے بعد سے بیماری برابر بڑھتی گئی۔

رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ کے پہلے عشرہ میں عوام کو اسلامی مسائل سے واقف کرانے کے لیے ایک پروگرام جامعہ سلفیہ میں منعقد ہوا، اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے مولینا نے بڑی محنت کی، مختلف علاقوں کا دورہ کیا، لوگوں کو ترغیب دلائی، ان کی مخلصانہ کوشش سے بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔

جامعہ سلفیہ میں اس نوعیت کا یہ پہلا پروگرام تھا، یہ پروگرام صبح سے شام تک چلتا تھا جامعہ کے اساتذہ الگ الگ موضوعات پر لکچر دیتے تھے، قرآن کریم کی قرأت و تجوید کی مشق کرانے کے لیے جو حلقے قائم کئے گئے تھے ان میں سے ایک حلقہ کی مشق آپ کراتے تھے، مولینا نے اتحاد کے سکریٹری کی حیثیت سے پوری سرگرمی کے ساتھ اس پروگرام میں حصہ لیا، اس پورے تربیتی پروگرام کے دوران ہر چیز کے انتظام میں آپ پیش پیش رہے، دعوت وتبلیغ کے علاوہ دیگر دینی، رفاہی اور سماجی کاموں میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

تصنیف وتالیف:

مولینا عبداللہ طیب مدنی رحمہ اللہ دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریر کا ذوق بھی رکھتے تھے، جامعہ اسلامیہ کے طالب علمی کے دور میں تین علمی مقالے اپنے اساتذہ کرام کے اشراف میں تحریر کئے مگر ابھی تشنہ طبع ہیں۔

۱- الأحاديث المروية في آداب الأكل والشرب تخريج ودراسه۔ (عربی) غیر مطبوع

۲- الإمام السيوطي وجهوده في مقاومة الوضع۔ (عربی) غیر مطبوع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٣- تحقیق ''الموقظة للإمام الذهبی'' (عربی) غیر مطبوع

وفات سے قبل آپ نے چند عربی رسالوں کا اردو میں ترجمہ کیا:

١- ''لا إله إلا الله کا معنی ومفہوم'' اردو میں، مطبوع ہے۔

٢- رمضان المبارک اور اسلاف کرام (ترجمہ) اردو میں، مطبوع ہے۔

٣- حجاج کرام کو ضروری ہدایات (ترجمہ) اردو میں، غیر مطبوع۔

٤- پیغام حج (ترجمہ) اردو میں، مطبوع۔

شادی:

١٥/ اگست ١٩٩٨ء میں آپ رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے، آپ کی اہلیہ مولینا محمد عبدالقیوم صاحب مدنی کی بھتیجی ہیں، آپ کے صرف دو بچے ہیں، ایک لڑکا جس کا نام ''صہیب'' ہے اور وہ شعبۂ حفظ میں زیر تعلیم ہے۔ دوسری بچی ہے جس کا نام سامحہ ہے، وہ امہات المؤمنین گرلس اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

بیماری:

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہی کے پروگرام میں آپ بخار میں مبتلا ہوئے، دوا سے افاقہ ہوا، لیکن گھر واپس آتے ہی پھر تیز بخار آ گیا، علاج ہوتا رہا لیکن مرض کی صحیح تشخیص نہ ہو سکی اور بیماری بڑھتی گئی۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

عید سے دو روز قبل جنتا سیوا اسپتال مالتی باغ (مدن پورا) میں آپ کو داخل کیا گیا، ہیموگلوبن کی کمی ہوتی چلی گئی، عید کا دن گزار کر شب میں وہاں سے آپ کو بنارس ہندو یونیورسٹی کے اسپتال میں منتقل کر دیا گیا، خون کی مختلف جانچ ہوئی معلوم ہوا کہ آپ کو بلڈ کینسر ہے، بی ایچ یو کے ڈاکٹروں کے مشورہ سے آپ کو ممبئی کے ایک معروف اور بڑے اسپتال جسلوک اسپتال میں داخل کر دیا گیا، آپ کے ساتھ آپ کے بڑے

بھائی مولینا عبدالمتین صاحب مدنی اور موصوف کی اہلیہ تھیں، آپ ملک کے مشہور ڈاکٹر ایس، ایچ ایڈوانی کے زیر علاج رہے، آپ اور آپ کے رفقاء نے مولینا کے علاج میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، آخر وقت موعود آپہونچا۔

وفات:

٨/ ذی الحجہ ١٤٢٣ھ مطابق ١٠/ فروری ٢٠٠٣ء بروز دوشنبہ طلوع فجر سے قبل بوڑھے والدین، عزیز بھائی، اہلیہ اور دو معصوم بچوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر دار البقاء کی راہ لی، إنا لله و إنا إليه راجعون۔

نماز جنازہ مومن پورہ کی اہل حدیث مسجد میں صوبائی جمعیت اہلحدیث مہاراشٹر کے امیر محترم جناب مولینا عبدالسلام سلفی نے پڑھائی، قاری نجم الحسن صاحب فیضی، شیخ محمد مقیم صاحب فیضی، شیخ نجیب، شیخ عبدالحکیم مدنی، شیخ ضمیر احمد مدنی اور دیگر علماء کرام، احباب جماعت جنازہ میں شریک رہے۔

تدفین ناریل واڑی قبرستان میں عمل میں آئی، اللهم اغفرله وارحمه۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مراجع

(١) پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی، شمارہ ١٥-١٦/ مارچ ٢٠٠٣ء
(٢) 〃 〃 〃 شمارہ نمبر ١٠، ١٥-١٦/ مئی ٢٠٠٣ء
(٣) ماہانہ محدث مجریہ بنارس، اپریل ٢٠٠٣ء
(٤) شخصی معلومات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبداللطیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت ۱۸۷۳ء وفات ۱۹۴۵ء)

بنارس میں جب کتاب وسنت کی ترویج واشاعت ہونے لگی اور شرک وبدعات اور خرافات سے لوگ تائب ہونے لگے تو اس کا اثر مدن پورہ پر بھی ہوا اور بہت سے لوگ اہل حدیث ہوگئے، جب لوگ اہل حدیث ہوگئے اور مسلسل تعداد بڑھتی رہی تو شب وروز دوسری جماعت کے لوگ اہل حدیثوں کو پریشان کرتے اور مناظرہ کے لیے چیلنج کرتے تھے تو مدن پورہ کے اہل حدیثوں نے مولانا محمد سعید محدث بنارسی ؒ (م ۱۹۰۴ء) سے گزارش کی کہ کسی اچھے عالم دین کو جو بہترین مدرس اور کامیاب مناظر ہو بھیج دیں، مولانا محمد سعید محدث بنارسی ؒ نے اپنے لائق وفائق شاگرد مولانا محمد منیر خاں رحمہ اللہ (م ۱۹۴۵ء) کو مدن پورہ بھیج دیا، مولانا محمد منیر خاں رحمہ اللہ نے کچھ ہی دنوں میں مخالفین کا ناطقہ بند کر دیا اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا اور آپ کے بے شمار شاگرد پیدا ہوئے۔ آپ کے اولین شاگردوں میں مولانا عبداللطیف اور مولانا عبدالحکیم بیٹھک والے کا نام نامی آتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔(۱)

حسب ونسب:

آپ کا نام عبداللطیف ہے، نسب ذیل میں درج ہے:

مولانا عبداللطیف بن عبدالغفور بن حاجی نھو بن شیخ ولی محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

مولانا عبداللطیف رحمہ اللہ مدن پورہ بنارس میں تقریباً ۱۸۷۳ء میں متوسط اور دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔

(۱) بروایت مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی ؒ

آپ کی ابتدائی تعلیم والد محترم کی نگرانی میں ہوئی اور اعلی تعلیم آپ نے جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاں ؒ (م ۱۹۴۵ء) سے منہج سلف کے مطابق حاصل کی۔

تجارت:

چونکہ مولانا کا آبائی پیشہ تجارت تھا، اس لیے آپ تجارت میں لگ گئے، لیکن دعوت وتبلیغ سے کبھی غافل نہ ہوئے، جب کبھی بحث ومباحثہ اور سوال جواب کا موقع آیا تو آپ مخالف کو ترکی بہ ترکی جواب دیتے۔

مولانا نے تعلیم کی اہمیت کو جانا اور اپنے خاندان کو زیور علم سے آراستہ کیا، آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالمجید الحریری ؒ (م ۱۹۷۲ء) متحدہ ہندوستان کی ان چند نادرۂ روزگار ہستیوں میں سے تھے جو اپنے فضل وکمال، ذہانت وفطانت اور ملکی وملی خدمات کی وجہ سے تمام باشندگان ملک کے نزدیک عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

آج بھی مولانا عبداللطیف ؒ کا خاندان مدن پورہ بنارس میں ایک علمی خاندان مانا جاتا ہے، آپ کے خاندان میں عالم دین، ڈاکٹر، انجینئر، حافظ قرآن وغیرہ موجود ہیں اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ آج بھی اس خاندان میں جاری ہے۔

مولانا عبداللطیف ؒ مختصر علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ اہل حدیث امرتسر آپ کی وفات کے بارے میں رقم طراز ہے کہ ”مولانا عبداللطیف والد ماجد مولانا عبدالمجید صاحب مدنپورہ کا ۳۰ رجنوری ۱۹۴۵ء مطابق ۱۵ رصفر ۱۳۶۴ھ بوقت ۴:۳۰ شام انتقال ہوگیا، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون“۔(۱)

اور دوسرے دن اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

اللهم اغفر له وارحمه ووسع مدخله.

(۱) اہلحدیث امرتسر مجریہ ۳۰ رجنوری ۱۹۴۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالمتین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۱۶ھ=۱۸۹۸ء وفات: ۱۳۸۳ھ=۱۹۶۴ء)

مولانا عبدالمتین بنارسیؒ ۱۸۹۸ء میں بنارس کے مشہور محلہ مدنپورہ کے ایک مالدار اور بااثر گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد حافظ عبدالرحمٰن صاحب (م ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء) ایک متمول، دیندار اور فیاض انسان تھے، آپ رئیس بنارس کے نام سے مشہور تھے، آپ کی سخاوت وفیاضی کا شہرہ دور دور تک تھا، فقراء ومساکین، یتیم وبیوہ اور خویش واقارب کا تعاون اور ان کی مدد کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا، جماعتی تنظیم وتعمیر اور دینی وتبلیغی ترقی کے لیے بے دریغ خرچ کرتے تھے، جامعہ رحمانیہ کی عمارت کی تعمیر موصوف ہی نے کرائی اور پھر انہی کے نام پر مدرسے کا نام جامعہ رحمانیہ رکھا گیا، علماء کے قدرداں اور علم دوست انسان تھے، اسی لیے آپ نے اپنی اولاد کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا، اور مولانا عبدالمتینؒ کو دینی تعلیم دلائی جو اپنے وقت کے مشہور عالم دین بنے۔

آپ کا نسب نامہ درج ذیل ہے:

مولانا عبدالمتین بن حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔(۱)

(۱) فرنگی کی وجہ تسمیہ نہایت دلچسپ ہے: اس خاندان کے مورث اعلیٰ پیر محمد نہایت گورے چٹے اور خوبصورت تھے، رنگ بالکل انگریزوں جیسا تھا، جب وہ چھوٹے تھے تو ایک روز وہ گھر سے باہر کھیل رہے تھے، اُدھر سے ایک انگریز گھوڑ سوار کا گذر ہوا، اس نے پیر محمد کو دیکھا تو گھوڑے سے اتر کر انہیں اٹھا لیا اور کہا یہ تو بالکل انگریز بچہ ہے، یہ انگریزی حکومت کا زمانہ تھا اس وقت انگریزوں کو فرنگی کہا جاتا تھا، یہ اپنی گوری رنگت کی وجہ سے لوگوں میں فرنگی کے نام سے مشہور ہو گئے اور یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ ان کے اصل نام پر غالب آ گیا اور یہ خاندان فرنگی خاندان کے نام سے معروف ہو گیا۔

مولانا عبدالمتینؒ کا گھرانہ نہایت شریف، دیندار علمی اور مذہبی ہے، آپ کی تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ (جواب جامعہ رحمانیہ کے نام سے موسوم ہے) میں ہوئی اور مولانا محمد منیر خاں (م ۱۳۶۴ھ=۱۹۴۵ء) آپ کے استاذ اور مربی تھے جن کی زیر تربیت آپ نے اپنی تعلیم مکمل کی۔

موصوف عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ انگریزی پر خاصا عبور رکھتے تھے، کاروباری مصروفیتوں کے باوجود دینی کتابوں کے مطالعہ اور تبلیغ کا بڑا جذبہ رکھتے تھے" چنانچہ ۱۹۳۰ء میں مدن پورہ بنارس کے اہل حدیث نوجوانوں نے ایک انجمن بنام اشاعت اسلام قائم کی تو اس میں آپ بھی پیش پیش تھے، یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنارس میں فتنۂ مرزائیت وقادیانیت نمودار ہو چکا تھا، انجمن اشاعت اسلام تقریر وتحریر ہر طرح سے مسلمانوں کو اس فرقۂ باطلہ سے آگاہ کرنے اور اس فتنہ کے شجر ممنوعہ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی ہر امکانی کوشش عمل میں لا رہی تھی، جگہ جگہ جلسے منعقد ہوتے جن میں دوسرے علماء کرام کے ساتھ مولانا عبدالمتینؒ بھی اپنی بصیرت افروز وپر حقائق تقریر سے سامعین کو مستفید فرماتے اور قادیانی فرقہ کی حقیقت خوب اچھی طرح بیان فرماتے تھے۔"(۱)

آپ علم وفضل کے پیکر اصابت رائے وصلابت فی التوحید والسنۃ کی بے مثال یادگار تھے، مطالعہ وسیع اور نظر بہت گہری تھی، علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ سے والہانہ عقیدت تھی، اور ان بزرگوں کی تصنیفات پر گہری نظر رکھتے تھے، کتب احادیث وتفسیر کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا، آپ حدیث کا درس بھی دیا کرتے تھے، چنانچہ مولانا محمد ابوالقاسم والد ماجد شیخ الجامعہ (م ۱۳۸۵ھ) اور مولانا محمد فاروق اختر (م ۱۳۹۲ھ) وغیرہ نے آپ سے حدیث اور نحو کی بعض کتابیں پڑھیں۔

آپ مدن پورہ کی جامع مسجد اہلحدیث میں خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے، انداز بیان

(۱) اہل حدیث امرتسر ۱۵/جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ بمطابق ۶/اکتوبر ۱۹۳۳ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قدر دل کش ہوتا کہ ایک تقریر سننے کے بعد دوسری تقریر سننے کی آرزو دلوں میں باقی رہا کرتی۔

طبیعت غیّور اور حسّاس تھی، قرآن وسنت کے خلاف کبھی کوئی بات برداشت نہیں کرتے تھے، اس سلسلہ میں اپنوں اور غیروں کی کوئی تخصیص نہیں تھی، جہاں کوئی بات خلاف سنت دیکھی اس کی اصلاح پر آمادہ ہوگئے، جب کسی شرعی مسئلہ میں کسی عالم سے گفتگو کرتے تو نہایت معقول، مدلل اور سنجیدہ انداز میں گفتگو کرتے، ان کی جوانی کے زمانے کی بات ہے کہ لوگوں نے ایک مرتبہ مسلسل بارش کی وجہ سے مجبوراً کسی جنازے کی نماز مسجد میں پڑھنی چاہی اس پر ایک حنفی عالم نے کراہت کا فتویٰ دے دیا، اس واقعہ کے چند ہی دنوں بعد ایک دوسرے حنفی عالم نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا اور مسجد میں نماز جنازہ کے عدم جواز کا فتویٰ صادر فرمایا، اس کے جواب میں مولانا نے ایک رسالہ بنام ''مسجد میں نماز جنازہ'' شائع فرمایا، جس میں شرعی حیثیت سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو بدلائل ثابت کیا گیا تھا، احناف کی طرف سے اس رسالہ کا جواب شائع کیا گیا تو آپ نے احناف کے رد میں ایک دوسرا رسالہ بنام ''فتویٰ کراہت نماز جنازہ درون مسجد پر ایک نظر'' اتنا جامع اور مدلّل شائع فرمایا کہ وہ حرفِ آخر ثابت ہوا۔ یہ رسالہ حدیث، اصول حدیث اور رجال سے متعلق علمی مباحث پر مشتمل ہے، ان ہی دونوں رسالوں کی طرف محدث جلیل مولانا عبیداللہ رحمانیؒ (م ۱۴۱۴ھ) نے شرح مشکوٰۃ میں مندرجہ ذیل عبارت میں اشارہ فرمایا ہے:

''ولبعض أفاضل بلدة بنارس من أهل الحديث رسالتان لطيفتان فى هذه المسئلة قد بسط فى الثانية القول فى الجواب عن حديث أبى هريرةؓ بمالا مزيد عليه۔''(۱)

(۱) مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۵/۳۷۴ مطبع جامعہ سلفیہ بنارس، طبعہ ثالثہ () جدیدہ ۱۴۰۴ھ

(اس مسئلہ میں شہر بنارس کے ایک اہل حدیث فاضل کے دو عمدہ رسالے ہیں، دوسرے رسالے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے جواب میں انہوں نے ایسی مبسوط اور مفصل بحث کی ہے کہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھا جاسکتا ہے)۔

اس عبارت میں ''بعض افاضل'' سے مراد مولانا عبدالمتینؒ ہی ہیں۔

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ) جب بنارس تشریف لاتے تو مولانا کو درس قرآن کی ترغیب دیتے، چنانچہ مولانا عبدالمتینؒ کی اپنے ہاتھ سے لکھی تحریر جس پر ان کا دستخط ثبت ہے ذیل میں نقل کی جاتی ہے تاکہ موجودہ نسل اپنے اسلاف کے اخلاص، ایفائے عہد، توقیر علماء اور جذبۂ اشاعت دین کا اندازہ لگائے اور سبق حاصل کرے۔

''میں عبدالمتین ولد حاجی عبدالرحمٰن صاحب ساکن محلّہ مدن پورہ بنارس بحضور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اس کا اقرار و وعدہ کرتا ہوں کہ میں روزانہ بوقتِ صبح بعد نماز فجر قرآن مجید کے ایک رکوع کا ترجمہ مسجد میں لوگوں کو پوری پابندی کے ساتھ سنایا کروں گا اور اس کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ کل کا خطبۂ جمعہ میں دوں گا اور بعد خطبہ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ وعظ فرمائیں گے، ترجمۂ قرآن کی ترقی و رفتار کی نسبت پندرہ روزہ رپورٹ حضرت مولانا محمد منیر خاںؒ صاحب حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب کو بھیجتے رہیں گے۔ (المرقوم ۶/اگست ۳۱ء، محمد عبدالمتین عفی عنہ)

مذکورہ عہد و پیمان کے بعد کافی عرصہ تک درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا، انداز بیان بہت شیریں اور دلنشیں ہوتا، قرآن مجید کے اسرار و حکم اس طرح بیان فرماتے کہ لوگ ہر بات کو بآسانی سمجھ جاتے اور جب قرآن مجید کے درس سے اٹھتے تو کل کے لیے دلوں میں مزید اشتیاق بڑھا ہوا پاتے، آہستہ آہستہ درس کا یہ حلقہ وسیع تر ہوتا گیا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کچھ ہی دنوں بعد درس میں ایسے لوگ بھی شریک ہونے لگے جن کی شرکت غیر متوقع تھی، اس درس قرآن کی برکت سے اللہ نے بعض لوگوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی اور وہ مسلک حق کے شیدائی بن گئے۔

مولانا عبدالمتین ؒ علم اور اہل علم دونوں کے قدرداں تھے چنانچہ جامعہ رحمانیہ کے دورِ نظامت میں طلبہ کا بڑا خیال رکھتے تھے اور علماء کی قدر کرتے تھے، آپ کو دینی علوم اور مدارس دینیہ سے بڑا لگاؤ تھا، بنارس میں مرکزی دارالعلوم کا قیام آپ اور آپ کے بھائیوں کی کوششوں اور قربانیوں کی وجہ سے ممکن ہوسکا۔

مولانا موصوف مرکزی دارالعلوم بنارس کے بانیوں میں تھے، اور مرکزی دارالعلوم بنارس کی تأسیس کے موقع پر آپ نے ایک پرجوش اور ولولہ انگیز تقریر بھی کی تھی جس کا ایک ایک لفظ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

آپ نے دورانِ تقریر فرمایا تھا کہ:

”ہم محسوس کرتے تھے کہ کاش کوئی ایسا ادارہ بن جائے جہاں عربی زبان کی اعلیٰ ترین تعلیم ہو، جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم کا بہترین نظم ہو، جہاں کے طلبہ کی دینی تربیت ایسی ہو کہ وہ جب درسگاہ سے فارغ ہوکر نکلیں تو دنیا کے سامنے اسلام کا عملی نمونہ پیش کریں“۔

آگے فرماتے ہیں:

”یہ خیال ، یہ تصور اور یہ منصوبہ تھا کہ کوئی ایسی درسگاہ ہو جہاں قرآن وحدیث کی اعلیٰ ترین تعلیم ہو، جہاں تصنیف وتالیف کا بھی ایک شعبہ ہو، جہاں سے حدیثوں کی کتابوں کی نشرواشاعت اور اس کی طبع کا بھی انتظام ہو، اور جس سے ملک کے مختلف مدارس ومکاتب ایک رشتے میں جڑے ہوں“۔

مولانا موصوف دارالعلوم کے قیام کے محرکات واسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے

فرماتے ہیں:

”اس سلسلے میں یہ بات بھی عرض کردوں اور مجھے دل کی بہت ناگواری کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ اس دارالعلوم کے قیام کے جو محرکات، بواعث اور اسباب ہیں ان میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ جماعت اہل حدیث کے صلاحیت اور استعداد والے جو طلبہ اپنی تعلیم کی تکمیل اور سندِ فراغت حاصل کرنے کے لیے دوسرے مکتبِ خیال کے اداروں میں جاتے ہیں تو انہیں وہاں آسانی سے جگہ نہیں ملتی، ان کے ساتھ ان کا برتاؤ سوتیلے بیٹوں جیسا ہوتا ہے، اگر ہمارے یہ ہونہار اور ذی استعداد طلبہ وہاں جگہ پا بھی گئے تو بڑے صبر، بڑے تحمل کے ساتھ اپنے جذبات کو دبا کر وہاں رہتے ہیں۔ یہ چیز ایک محرک اور باعث ہے کہ ہم اپنے مرکزی دارالعلوم کی تعمیر کا منصوبہ بنائیں۔“ (ا)

ایک مقام پر اہل حدیث کے عقیدے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں اللہ کو واحد جانتا ہوں، اس کی ذات اور صفات پر ایمان رکھتا ہوں، سلفِ صالحین کے طریقے کے مطابق میں حضرت سرور دوعالم سید المرسلین خاتم النبیین کو نبی برحق اور خاتم النبیین سمجھتا ہوں، آپ کے معجزات کا قائل ہوں، معراج کے جسمانی ہونے کا قائل ہوں، ہم نبی کریم ﷺ کی تعظیم، آپ کی تبجیل، آپ کا احترام اور آپ کے نام پر مرمٹنا اپنا ایمان سمجھتے ہیں، اس کو اپنا دین سمجھتے ہیں، اپنے نبی کی توہین ایک مسلمان کبھی برداشت نہیں کر سکتا، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو ہمارے نبی برحق سید المرسلین کے رفقاء اور ساتھی ہیں، جو دین کے قائم کرنے والے اور اس کے ستون تھے

(ا) ترجمان دہلی کا تاسیس نمبر یکم، ۱۵؍جنوری ۱۹۶۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت کے افضل ترین لوگ تھے،" أولئك أصحاب محمد ﷺ كانوا أفضل هذه الأمة۔" اس لیے کسی صحابی کی شان میں گستاخی ایک مومن کے لیے نا قابل برداشت ہے بالخصوص ہم اہل سنت والجماعت کے نزدیک۔"

تقلید شخصی کے بارے میں ایک جگہ اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم تقلید شخصی کے وجوب کے قائل نہیں ہیں، میں کیا کہوں، آپ کے سامنے مناظرانہ روش اختیار کرنا نہیں چاہتا، کوئی ناخوشگوار بات نہیں کرنا چاہتا، میں صفائی دینا چاہتا ہوں کہ تقلید شخصی کے وجوب کا میں اس طرح قائل نہیں ہوں کہ تمام مسائل صرف ایک امام کے اقوال میں محصور ہے حق اگر ہے تو کتاب اللہ اور سنت رسول میں ہے، ائمہ عظام نے کوشش کی کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مسائل کا استخراج کریں، انہوں نے استنباط کی کوشش کی ان سے کچھ غلطیاں بھی ہوئیں، سہو بھی ہوا لیکن ان کی یہ غلطی اور سہو اجتہادی تھا، اللہ رب العالمین انھیں اس کا اجر وثواب عطا کرے گا لیکن جب نبی کریم ﷺ کی کوئی صحیح حدیث سامنے آجائے، صاف حکم مل جائے تو اس کے ترک کے لیے کوئی حیلہ نہیں ہوسکتا، کوئی بہانہ نہیں چل سکتا۔"

آگے فرماتے ہیں:

"ہم مکلّف ہیں اطاعتِ رسول کے، ہم مکلّف ہیں اتباع رسول کے، ہم مکلّف ہیں تعظیم صحابہ کے، تکریم ائمہ کے، لیکن اطاعت صرف اللہ رب العالمین اور اس کے رسول برحق کی ہے، اتباع صرف نبی کریم ﷺ کی ہے۔"(۱)

مولانا عبدالمتینؒ ملکی مسائل میں بھی ایک واضح اور متعین نصب العین رکھتے تھے،

(۱) ترجمان دہلی کا تاسیس نمبر یکم، ۱۵/جنوری ۱۹۶۴ء

انگریزی حکومت کے مخالف اور ملک کی آزادی کے حامی تھے، دور غلامی سے لے کر آزادی تک مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی فکر ونظر سے نہ صرف اتفاق رکھا بلکہ ملکی تحریکات میں ان کی جدوجہد کو کامیاب بنانے میں کوشاں اور سرگرم عمل رہے۔

۱۴/رمضان ۱۳۸۳ھ کو روزہ افطار کرنے کے بعد موصوف کو ہلکی سی سردی محسوس ہوئی اس کے بعد بخار چڑھا اور بخار کا یہ سلسلہ کمی بیشی کے ساتھ اخیر تک قائم رہا، حکیموں اور ڈاکٹروں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ بخار کیوں ہے اور اس کا سلسلہ ختم کیوں نہیں ہوتا، غذا بند ہوگئی، روز بروز ضعف بڑھتا گیا لیکن بستر علالت پر آپ کو مرکزی دارالعلوم کی فکر دامن گیر رہی، چنانچہ آپ کے فرزند مولانا محمد زبیر صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

"والد مرحوم کو مرکزی دارالعلوم سے اتنا شغف تھا کہ اس کا ذکر ایام علالت میں بار بار فرماتے اور چچا حاجی صدیق صاحب (م ۱۴۱۰ھ) اور جناب عبدالحیٰ صاحب بن مولانا عبدالأحد صاحبؒ کو اور ہم لوگوں کو بار بار نصیحت فرمایا کرتے کہ پورے ملک کی جماعت اہل حدیث نے اہل بنارس پر اعتماد کرکے انہیں مرکزی دارالعلوم بنارس کی ذمہ داریاں سونپی ہیں تو ایسا نہ ہو کہ ان کے اعتماد کو ٹھیس لگے اس لیے مرکزی دارالعلوم کی طرف خاص توجہ دے کر اس کی تعمیر وخدمت کو اپنا نصب العین بنالینا اور اس خدمت میں کسی طرح کی سستی اور غفلت کو راہ نہ دینا۔"(۱)

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، آخر یہ آفتاب علم ۲۷/مارچ ۱۹۶۴ء مطابق ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ بروز جمعہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، اور یہ صاحب عزیمت مرد حق آگاہ اپنی آرام گاہ میں جا سویا، اللهم اغفرله و ارحمه۔

ساڑھے ۱۱/بجے دن میں آپ کا انتقال ہوا، بعد نماز مغرب شیخ الحدیث مولانا

(۱) اخبار اہل حدیث دہلی مجریہ ۱۵/اپریل ۱۹۶۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبیداللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۱۴ھ) نے مدن پورہ کی سڑک پر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

جنازہ میں بنارس اور مضافات بنارس کے لوگ کافی تعداد میں شریک تھے، جنازہ میں شرکاء کا اتنا ہجوم تھا کہ دونوں طرف سے ٹریفک بند ہوگیا، تقریباً آٹھ بجے شب میں اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں دفن کردیے گئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا عبدالمتین نے پس ماندگان میں بھرا پُرا خاندان چھوڑا، آپ کی اولاد میں سات بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں مولانا محمد یحیٰ صاحب، مولانا محمد زبیر صاحب اور جناب محمد یونس صاحب ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ مولانا محمد یحیٰ صاحب جامعہ سلفیہ کے نائب صدر اور پھر صدر منتخب ہوئے۔ مولانا محمد زبیر صاحب جامعہ رحمانیہ کے ناظم اعلیٰ بنے، جناب محمد یونس صاحب نے بنارس ہندو یونیورسٹی سے وکالت پاس کی اور پوری یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن لا کر ٹاپر بنے۔ تینوں حضرات مرحوم ہوچکے ہیں۔ آپ کی دو لڑکیاں اور تین لڑکے محمد الیاس، ابوطالب اور عبدالقیوم ماشاءاللہ باحیات ہیں۔

مراجع

(۱) مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۳۷۴/۵ مطبع جامعہ سلفیہ بنارس، طبعہ ثالثہ جدیدہ ۱۴۰۴ھ

(۲) ترجمان دھلی کا تاسیس نمبر یکم، ۱۵/جنوری ۱۹۶۴ء

(۳) حوالہ مذکور۔

(۴) اخبار اہل حدیث دہلی مجریہ ۱۵/اپریل ۱۹۶۴ء۔

(۵) حوالہ مذکور۔

مولانا عبدالمجید الحریری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۱۲ھ=۱۸۹۴ء وفات: ۱۳۹۲ھ=۱۹۷۲ء)

مولانا عبدالمجید الحریری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ ملک کے ممتاز اہل علم میں سے ایک تھے، آپ کا شمار ہندوستان کے دانشوروں اور ادیبوں میں ہوتا تھا، آپ اردو کے بے مثال ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ انگریزی، فارسی، عربی، فرنچ، روسی اور ترکی زبانوں میں بھی بے پایاں مہارت رکھتے تھے۔ عربی ادب میں صف اول کے ادیبوں میں آپ ممتاز حیثیت کے مالک تھے، بنارس کے مسلمانوں میں سب سے پہلے قومی رجحانات کی بنیاد آپ ہی نے رکھی، آپ یہاں کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے اولین مربی اور منتظم تھے، قوم وملت کے بےلوث خادم اور ملک کے عظیم سپوت اور مجاہد تھے۔

مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ متحدہ ہندوستان کی ان چند نادرۂ روزگار ہستیوں میں تھے جو اپنے فضل وکمال، ذہانت وفطانت اور ملی وملکی خدمات کی وجہ سے تمام باشندگان ملک کے نزدیک عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حسب ونسب:

آپ کا پورا نام عبدالمجید ہے، کنیت ابوالحسنین ہے، نسب ذیل میں درج ہے:

مولانا عبدالمجید بن مولوی حاجی عبداللطیف بن عبدالغفور بن حاجی نھو بن شیخ ولی محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔ مولانا عبدالمجید حریری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء مدن پورہ بنارس کے ایک معزز، دین دار اور علمی گھرانے میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما ہوئی۔

تعلیم:

ابتداء ہی سے آپ بڑے ذہین تھے، پانچ سال کی عمر میں تعلیمی زندگی کا آغاز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا، نو برس کی عمر میں فارسی، اردو کی مروجہ تعلیم مکمل کر لی، چودہ پندرہ سال کی عمر میں اپنے مشفق استاد جناب مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۵ء) کے زیر تربیت فراغت حاصل کی، چودہ ہی سال کی عمر میں الہ آباد بورڈ ''ملا فاضل'' کے امتحان میں شریک ہوئے، ان کی کم عمری کی وجہ سے ان کے شفیق استاذ حضرت مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس امتحان میں شریک ہونا پڑا، مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ اس امتحان میں پورے صوبہ میں فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے اس امتیاز پر انھیں بورڈ کی طرف سے انعام بھی ملا۔

انگریزی تعلیم کا شوق ہوا تو جے نرائن ہائی اسکول بنارس سے ہائی اسکول کا امتحان دیا، اس امتحان میں فرسٹ ڈویژن اور فرسٹ پوزیشن حاصل کی، ایف، اے کا امتحان بنارس ہندو یونیورسٹی سے امتیاز کے ساتھ پاس کیا، پھر انگریزی کی تکمیل کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ تشریف لے گئے اور وہاں بی-اے کا امتحان پاس کیا پھر بنارس ہندو یونیورسٹی سے وکالت کی ڈگری حاصل کی، جس زمانہ میں خلافت کی تحریک عروج پر تھی گاندھی جی نان کوآپریشن (ترک موالات) کی تحریک چلا رہے تھے، اسی زمانہ میں علی گڈھ کو خیر باد کہا اور بنارس واپس چلے آئے۔ (۱)

درس وتدریس:

جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں صحیح بخاری کا درس آپ کے استاد محترم جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۵ء) دیا کرتے تھے، جب وہ ۱۹۳۲ء میں حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں آپ طلبہ کو بخاری شریف کا درس دیتے رہے، شائقین ادب کو آپ اپنے دولت کدہ پر ادب کا درس بھی دیا کرتے تھے، چنانچہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی سابق شیخ الجامعہ

(۱) صوت الجامعہ مجریہ اگست، ۱۹۷۵ء

مرکزی دار العلوم بنارس نے کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں رہ کر عربی ادب کے انمول موتی چنے اور اپنے آپ کو زیور ادب سے آراستہ و پیراستہ کیا، آپ کے نادر اور قیمتی مکتبہ سے بھی خوب خوب استفادہ کیا، علاوہ ازیں مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس طلبہ استفادہ یا بعض اہم مسائل کو حل کرانے کی غرض سے جاتے تو آپ انھیں بہترین مشورہ سے نوازتے اور ان کی مشکلات حل کر دیتے، آپ کے شاگردوں میں محمد فاروق اختر بنارسیؒ بھی ہیں جنھوں نے آپ سے ادب کا درس لیا، سابق ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ مولانا عبدالوحید سلفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸۹ء) اور ان کے ساتھیوں نے آپ سے فن ادب میں حماسہ پڑھی تھی، جامعہ سلفیہ مرکزی دار العلوم کی انجمن ''ندوۃ الطلبہ'' کا نام آپ ہی کا منتخب کردہ ہے۔ (۱)

مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ وکیل بھی تھے، وکالت پاس کرنے کے بعد انہوں نے پریکٹس شروع کی، وکالت خوب چلی لیکن چند ہی ماہ بعد یہ کہہ کر ترک کر دیا کہ اس میں از صبح تا شام جھوٹ، فریب، بے ایمانی اور دغابازی سے کام لینا پڑتا ہے، یہ پیشہ کسی شریف آدمی کے لیے مناسب نہیں ہے۔

جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والا عربی میگزین ''صوت الجامعہ'' آپ کے بارے میں لکھتا ہے:

وكان يقول ان الرجل الذى يحافظ على كرامته و شرفه لن يشغل بهذه المهنة۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جسے اپنی عزت وشرافت مطلوب ہوگی وہ اس پیشہ کو ہرگز اختیار نہیں کرے گا۔ (۲)

(۱) بروایت مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب سابق شیخ الجامعہ مرکزی دار العلوم، بنارس

(۲) صوت الجامعہ، بنارس ۱۳۹۵ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی مشغلہ:

کتابوں کے مطالعہ کے بہت ہی شائق و عاشق تھے، رات دن مصروف مطالعہ رہا کرتے تھے، ان کا اپنا ایک نادر کتب خانہ تھا جس میں انہوں نے اپنے ذوق کی بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں، اس میں بہت ہی مفید، کارآمد اور علمی کتابیں تھیں، در حقیقت یہ کتب خانہ علوم وفنون، ادب اور لغت کے بہترین ذخیرے پر مشتمل تھا اب یہ کتب خانہ (۱) مرکزی دارالعلوم بنارس کی ملکیت ہے، مولانا اپنی وفات سے تقریبا چندسال پہلے اپنی تمام کتابیں جماعت کی مرکزی درس گاہ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے حوالہ کردی تھیں۔

مولانا مسعود عالم ندویؒ (م ۱۹۵۴ء) جس زمانہ میں اپنی مشہور کتاب ''محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم و بدنام مصلح'' اور ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' کی تالیف کا کام کررہے تھے تو انہوں نے بھی اس کتب خانہ سے بہت کافی استفادہ کیا تھا۔ (۲)

اسی طرح مولانا مسعود عالم ندویؒ جب ۱۹۵۹ء میں حج کے لیے مکہ تشریف لے گئے تو وہاں علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ اسپیشل حج آفیسر کی حیثیت سے مقیم تھے، اس موقع پر بھی مولانا ندویؒ نے علامہ حریریؒ سے کافی استفادہ کیا، اپنی کتاب ''دیار عرب میں چند ماہ'' میں دسیوں جگہ آپ کا ذکر خیر کیا ہے اور آپ کی عربیت، فارسی میں مہارت اور ترکی پر عبور کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا ہے، آپ کو ترکی پر جو عبور حاصل تھا اس سے مولانا مسعود عالم ندویؒ کو یہ فائدہ پہنچا کہ انہوں نے ترکیوں سے ملنے اور گفتگو کرنے

(۱) اس کتب خانہ کی منتقلی میں ہمارے استاذ محترم جناب مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا بڑا دخل ہے، آپ اس سلسلے میں برابر کوشش کرتے رہے تا اینکہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور ایک روز مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ نے استاذ محترم مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آج ہمارا یہ مکتبہ جامعہ سلفیہ کے حوالہ کردو چنانچہ آپ نے کتابوں کی منتقلی میں بڑی محنت کی، جزاہ اللہ خیرا۔

(۲) صوت الجامعہ ماہ اگست ۱۹۷۵ء

میں آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھایا۔ (۱)

علمی مقام:

مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ عربی زبان وادب کے شہسوار اور علم تفسیر میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، سات زبانوں اردو، عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور ترکی کے ماہر تھے اس لیے ہفت زبان کے نام سے مشہور تھے، مولانا کی ایک خوبی یہ تھی کہ جس زبان کو بھی سیکھتے اس میں اچھی طرح لکھ سکتے اور گفتگو کرسکتے تھے اور ہر زبان کو اہل زبان کے لہجہ میں بولتے تھے، عربی، فارسی اور اردو کے ادیب تھے، انگریزی زبان پر بھی عبور تھا جب عربی زبان میں گفتگو فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی عرب عربی میں گفتگو کررہا ہے، اور جب انگریزی میں بات چیت کرتے تو ایسا لگتا کہ کوئی انگریز گفتگو کررہا ہے، عربی زبان میں لکھنے اور بولنے پر انھیں بے پناہ قدرت حاصل تھی، سید سلیمان ندویؒ (م ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء) نے ایک دفعہ مولانا حریری سے فرمایا کہ ''عربی زبان وادب پر آپ کو جو قدرت ومہارت ہے میں اب تک اس مقام کو نہیں پہنچ سکا''۔

تقریباً پینتالیس چھیالیس سال قبل ایک بلند پایہ شامی عالم شیخ عبدالعزیز ثعالبی تونسی جب سیاحی کی غرض سے ہندوستان آئے تو بنارس میں وہ مولانا حریریؒ کے مہمان تھے، یہ ایک وجیہ، دراز قد، تن وتوش کے انسان تھے، بسطۃ فی الجسم کے ساتھ ساتھ بسطۃ فی العلم کی دولت سے بھی مالا مال تھے، مولانا حریری کی گفتگو سے وہ اس قدر متاثر اور متعجب تھے کہ انھیں کسی طرح یقین ہی نہیں آتا تھا کہ مولانا ہندوستانی ہیں، انھوں نے فرمایا آپ نے کتنے سال جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، مولانا نے کہا کہ میں نے عربی اپنے وطن ہی میں سیکھی ہے، میں نے اب تک ہندوستان سے باہر قدم

(۱) پندرہ روزہ ترجمان دہلی، مجریہ یکم و ۱۵/ جنوری ۱۹۷۳ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں نکالا ہے، علامہ ثعالبی نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم ملک شام کے رہنے والے ہو، تجارتی سلسلہ میں تم نے ہندوستان میں سکونت اختیار کرلی ہے، ورنہ جس قدر فصیح، شُستہ، رواں اور برجستگی کے ساتھ عربی بولتے ہو ایسی عربی میں تو کوئی شامی ہی گفتگو کرسکتا ہے، جب مولانا حریریؒ کے استاذ مولانا محمد منیر خاںؒ نے علامہ ثعالبی سے کہا کہ یہ میرے شاگرد ہیں اور انہوں نے مجھ سے عربی تعلیم حاصل کی ہے تب انھیں یقین آیا اور انہوں نے باور کرلیا کہ مولانا اپنے وطن میں رہ کر ہی عربی زبان وادب پر اتنی قدرت اور مہارت بہم پہونچائی ہے۔

مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ کو عربی زبان وادب پر جو قدرت حاصل تھی اس بارے میں علامہ ہلالی رحمہ اللہ کا تاثر یہ تھا کہ ان پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان ہے، ان کا علم خداداد ہے، کسبی نہیں، یعنی ان کا علم، علم لدنی اور وہبی ہے، علامہ ہلالی علامہ حریریؒ کو ادیب ومحقق کے نام سے یاد کرتے تھے۔

سید سلیمان ندویؒ کو جب یہ معلوم ہوا کہ علامہ ہلالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء) مولانا حریریؒ کے مہمان ہیں تو انہوں نے ان کو لکھا کہ آپ علامہ ہلالیؒ کو ادب عربی کی تدریس کے لیے دارالعلوم ندوہ بھیج دیں، ہلالیؒ ایک سلفی العقیدہ عالم تھے، اس لیے انہوں نے ابتداءً وہاں جانا پسند نہیں کیا کہ ایسا نہ ہو کہ ندوہ والوں سے میری نبھ نہ سکے، لیکن مولانا حریریؒ کے اصرار نے ان کو ندوہ میں عربی زبان وادب کی تدریسی خدمت کے لیے رضامند کرلیا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اگر علامہ ہلالیؒ ندوہ کی تدریسی خدمت قبول نہ کرتے تو نہ مولانا مسعود عالم ندویؒ پیدا ہوتے اور نہ مولانا ابوالحسن علی میاں، ندوہ پر مولانا حریریؒ کا یہ اتنا بڑا احسان ہے جسے ندوہ واہل ندوہ تا قیامت فراموش نہیں کرسکتے۔

علامہ ہلالیؒ جب تک ندوہ میں رہے تعطیل کے ایام بنارس ہی میں مولانا حریریؒ

کے پاس گذارتے۔ غالباً تئیس سال کا عرصہ ہوا کہ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ بنارس تشریف لائے تھے اور ایک روز جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ میں بعد نماز فجر مصلیوں کو خطاب فرمایا تھا، تقریر سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ان سے درخواست کی کہ ہم طلبہ جامعہ رحمانیہ کو تمنا ہے کہ آپ ہمیں عربی زبان میں کچھ مفید اور کارآمد نصیحتیں فرمائیں، کیونکہ ہم آپ کی عربی سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔ مولانا عجلت میں تھے مگر پھر بھی میری درخواست کو منظور فرما کر مشکور فرمایا، اور فرمانے لگے کہ کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ میں مولانا حریریؒ کی طرح عربی میں گفتگو کروں گا؟ (مولانا حریریؒ اس وقت حجاز میں تھے) ان کو عربی زبان وادب پر بے پناہ قدرت ہے، وہ محفل آرائی کرنا خوب جانتے ہیں، اپنی قوت گویائی اور طاقت گفتار سے محفل پر چھا جاتے ہیں پھر اس محفل میں کسی کو گفتگو کی جرأت بہت کم ہوتی ہے وہ میرے اساتذہ کی صف کے عالم ہیں، اس کے بعد انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ علامہ ہلالیؒ رمضان کی تعطیل گذارنے بنارس آئے، میں ان کی خدمت کے لیے ان کے ہمراہ تھا، یہ میری طالب علمی کا دور تھا، ایک روز مولانا حریریؒ علامہ ہلالیؒ کے ساتھ بعد نماز عصر تفریح کے لیے نکلے، اتفاقاً اس وقت ان کے ایک بنگالی دوست بھی کہیں سے آگئے، ہم چاروں تفریح کرنے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے گئے، راستہ میں مولانا حریریؒ ہلالی صاحب سے عربی میں گفتگو کرتے اور اپنے بنگالی دوست سے انگریزی میں اور جب مجھ سے کچھ کہنا ہوتا تو اردو بولتے تھے، تینوں زبانوں میں ان کو اس قدر عبور اور کمال تھا کہ میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ تینوں زبانوں میں سے وہ کس زبان میں زیادہ فصاحت اور روانی سے گفتگو کرتے ہیں۔

مولانا مسعود عالم ندوی فرماتے ہیں کہ آپ ایک مشہور عالم وادیب ہیں، متعدد زبانوں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کے ادیب، عربی زبان عربی لہجہ میں اس طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بولتے ہیں جس طرح کوئی عرب بولتا ہے، تقریباً ۱۳۵۲ھ میں انہوں نے بلادعرب میں جماعت اسلامی کا تعارف کرانے کے لیے سفر کیا تھا اس وقت مولانا حریریؒ حجاز میں کونسلر تھے، انہوں نے ترکوں سے ملنے اوران سے گفتگو کرنے میں آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھایا، مولانا ندوی نے آپ کو وہاں کے بعض علماء اکابرین سے ملاقات کرائی، وہ حضرات آپ کی علمیت، ادبیت اور عربی گفتگو سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے ''مسعود تم میرے لیے بہترین تحفہ لائے'' مولانا ندوی بڑے حسرت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ''ایسی استعداد اور صلاحیت کا انسان اس لیے پیدا نہیں ہوا ہے کہ وہ کسی مملکت کا سفیر بن کر رہ جائے، کاش وہ اپنی علمی وادبی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اپنے علمی وادبی شہ پاروں کو منصۂ شہود پر لاتے اور دنیا والے اس سے مستفید ہوسکتے''۔

مولانا سورتیؒ اور علامہ موسیٰ جاراللہ روسی جنہیں انقلاب روس کے بعد جلاوطنی اور غربت کی زندگی گذارنی پڑی، انہوں نے اپنی جلاوطنی کی کچھ مدت بنارس میں بھی مولانا حریریؒ کے یہاں مہمان کی حیثیت سے گذاری، مولانا حریریؒ نے ان سے روسی اور ترکی زبان سیکھی تھی یہ دونوں حضرات بھی مولانا حریریؒ کے ادبی تبحر اور ادب عربی میں درک، کمال اور نبوغ کے معترف ومداح تھے، جب کبھی مولانا سورتیؒ ان کو خط لکھتے تو ان القاب سے مخاطب کرتے: ''الفاضل الحميد والظريف والوحيد الاستاذ'' اور جب علامہ موسیٰ جاراللہ کا کوئی مکتوب آتا تو اس طرح خطاب کرتے: ''الاديب المجيد'' مولانا کے ایک عرب دوست عالم سید محمود فرازی مولانا کو جب خط لکھتے تو ان القاب سے مخاطب کرتے ''نخبة الأماثل درة الأفاضل علم الأعلام حريرى العصر، زمخشر الدهر''۔

الٰہ آباد یونیورسٹی کے عربی لکچرار ڈاکٹر رفیق ایک دفعہ مولانا حریریؒ کی ملاقات

کے لیے بنارس تشریف لائے، اتفاق سے ظہر کا وقت تھا مولانا حریری مسجد میں تھے، ڈاکٹر صاحب مسجد میں تشریف لائے، مولانا حریریؒ نماز سے فارغ ہوکر سنت پڑھنے میں مشغول تھے ان ہی کے قریب مولانا عبدالمتینؒ نماز سے فارغ ہوکر بیٹھے ہوئے تھے، جو علم تفسیر اور فن حدیث میں بہت ارفع اور اعلیٰ مقام رکھتے تھے، ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کی تالیفات کے وہ گویا حافظ تھے، ڈاکٹر رفیق ان سے مخاطب ہوکر عربی میں گفتگو کرنے لگے، مولانا عبدالمتینؒ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بہت ہی روانی سے عربی میں گفتگو کر لیتے ہیں لیکن ہمارے مولانا حریریؒ جس طرح عربی لب ولہجہ میں عربوں کی طرح گفتگو کرتے ہیں وہ انھیں کا حصہ ہے، جب مولانا حریریؒ ڈاکٹر رفیق کو اپنے مکان پر لے گئے اور گھنٹوں ان سے مختلف موضوع پر عربی میں تبادلۂ خیال فرمایا تو ڈاکٹر صاحب مولانا حریریؒ کے لب ولہجہ اور ادب عربی پر جو انھیں قدرت حاصل تھی اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، مولانا کی عربی زبان وادب پر قدرت اوران کے لب ولہجہ کی بہت زیادہ تعریف وتوصیف کی۔

مولانا سعید احمد اکبرآبادی سے کسی نے پوچھا تھا کہ ہندوستان میں عربی کے ادیب کتنے ہیں؟ انہوں نے برجستہ فرمایا کہ تین اور تینوں اہلحدیث مولانا محمد سورتیؒ (م ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء) مصنف ازہار العرب ومصحح جمہرۃ اللغۃ ابن درید وشارح دیوان حسان بن ثابت اور انہوں نے ابن ماجہ کی ایک مبسوط شرح بھی لکھی تھی ان کے انتقال کے بعد معلوم نہیں ان دونوں کتابوں کا کیا حشر ہوا، دوسرے علامہ عبدالعزیز میمنیؒ (م ۱۹۷۸ء) جو بیسیوں نادر کتابوں کے مصنف ہیں، تیسرے علامہ عبدالمجید الحریریؒ تینوں میں گویائی لب ولہجہ کے اعتبار سے ان کا درجہ ممتاز تھا، مگر افسوس ان کی اعلیٰ صلاحیتیں ان ہی کے ساتھ رخصت ہوگئیں اور انہوں نے اپنے شایان شان کوئی علمی وادبی یادگار نہ چھوڑی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان آزاد ہونے سے بہت پہلے کا واقعہ ہے کہ افغانستان کے وزیر تعلیم سرور خاں گویا، ہندوستان کے دورہ پر آئے تھے وہ کئی زبان کے ماہر تھے خاص طور سے انہوں نے ہندوستان میں مدارس عربیہ کا معائنہ کیا اور یہاں کے علماء اکابر سے ملاقات کی مگر علماء سے ملاقات کے بعد انہوں نے ان سے کوئی اچھا تأثر نہیں لیا۔ انہوں نے کہا کہ ان کا علمی تبحر اور فنی صلاحیت بجا، لیکن بہت ہی کم علماء عربی اور فارسی زبان میں گفتگو کرسکتے ہیں یہ بہت بڑی خامی اور نقص ہے، جب وہ دارالعلوم ندوہ گئے اور وہاں سے پٹنہ ہوتے ہوئے بنارس آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء) نے مولانا حریریؒ کو لکھا کہ سرور خاں گویا بنارس جارہے ہیں انہوں نے اکثر علماء ہند کو برا بھلا کہا ہے، اب ہم علماء کی عزت و آبرو آپ کے ہاتھوں میں ہے ہم سب کی لاج رکھ لیجئے، مولانا حریری نے ان کا استقبال اور ان کی پذیرائی فارسی زبان میں کی اور ان سے یہ نہیں فرمایا کہ میں عبدالمجید ہوں لیکن چند جملوں کے بعد مہمان محترم نے کہا کہ ''حقا کہ تو عبدالمجید ہستی'' دو تین روز تک مولانا کے مہمان رہے اور مولانا حریری کی فارسی دانی اور فارسی زبان کے اندر ایرانی لہجہ میں گفتگو سے بہت متاثر ہوئے اور بہت مدح سرائی کی۔

ڈاکٹر امرت لعل عشرت جو بنارس ہندو یونیورسٹی میں فارسی کے استاد تھے تہران یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی ہے، فارسی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، ان کے گھر کا ماحول بالکل فارسی ہے ان کی اہلیہ اور وہ فارسی ہی میں گفتگو کرتے ہیں، ڈاکٹر صاحب جب ایرانی لہجہ میں فارسی بولتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایرانی اپنی مادری زبان میں گفتگو کررہا ہے، ایک بار جب وہ مولانا عبدالمجید الحریریؒ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے اور مولانا سے فارسی میں گفتگو کی تو مولانا حریری کی فارسی میں گفتگو اور ان کے لب ولہجہ سے اس درجہ متحیر ہوئے کہ انھیں بے اختیار کہنا پڑا ''قند

پارسی اینجا چشیدیم''۔(۱)

خطابت وانشاء پردازی:

مولانا حریریؒ ایک بلند بانگ، شعلہ بیان خطیب اور ایک صاحب طرز انشاء پرداز تھے، جب تقریر کرتے تو ڈھلے ڈھلائے جملے ان کی زبان سے نکلتے، مترادف الفاظ کی کثرت ہوتی، کوئی لفظ انھیں ڈھونڈنا نہیں پڑتا تھا، ان کی تقریر میں آمد ہوتی تھی، آورد نہیں، ان کی اردو تقریر و تحریر کی زبان بہت ہی معیاری ہوتی تھی، بسا اوقات ان کی تحریر پر مولانا محمد حسین آزاد کی تحریر کا دھوکا ہوتا تھا، اور کبھی کبھی مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) کے رنگ میں بھی اپنے قلم سے جادو جگاتے تھے، اور کبھی اپنی تقریر وتحریر میں اس قدر آسان اور سہل ممتنع زبان استعمال کرتے تھے کہ تعجب ہوتا، عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں اشعار نوک زبان تھے جنہیں وہ موقع بموقع اپنی تحریر وتقریر میں استعمال کرتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا حریریؒ نے اپنے عنفوان شباب کے زمانے میں لکھنؤ میں تقریر کی اور اس میں اپنی فصاحت و بلاغت کا ایسا دریا بہایا کہ جب مولانا تقریر ختم کرکے بیٹھے تو وہاں اہل علم اور اہل زبان مولانا کی زبان اور ان کی سحر بیانی سے بہت زیادہ متاثر و متعجب ہوے اور استفسار کیا کہ آپ نے یہ زبان کہاں سے سیکھی؟ مولانا کو ایک عبقری اور Ingenious انسان کہنا بیجا نہ ہوگا۔(۲)

زمانۂ قیام حجاز:

۱۹۴۹ء میں حکومت ہند نے مولانا کو جدہ میں ہندوستان کا کونسلر مقرر کیا تھا، مولانا کا جہاز براہ مصر جدہ کے لیے روانہ ہوا، دو روز مولانا نے مصر میں بھی قیام فرمایا۔

(۱) صوت الجامعہ، مرکزی دارالعلوم بنارس، مجریہ ماہ اگست ۱۹۷۵ء

(۲) صوت الجامعہ مجریہ ماہ اگست ۱۹۷۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں کے علماء اور مشائخ سے ملاقات فرمائی، اس زمانہ کے جامعہ ازہر کے شیخ المشائخ شیخ احمد المامون الشناوی سے بھی ملے اور ان سے کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے اور ازہر کے ایک دوسرے استاذ شیخ علی مصطفےٰ الغرابی سے ملاقات ہوئی وہ وہاں جامعہ ازہر میں فلسفۂ اسلامی اور علم کلام کے پروفیسر تھے وہ مولانا حریری کی صلاحیت و استعداد اور عربی زبان و ادب پر قدرت سے بہت متاثر ہوئے، پورے دن صبح سے شام تک ان کے ہمراہ رہے اور کہا عبدالمجید تمہارے جیسے ذی علم انسان کو بغیر مونس و انیس کے کیوں کر چھوڑ دوں، اور انہوں نے انھیں اپنی نئی مطبوع کتاب ”تاریخ الفرق الاسلامیة و نشأة علم الکلام عندالمسلمین“ کا ایک نسخہ اور ایک نسخہ ”ابوالھذیل العلاف“ کا عنایت فرمایا، جب مولانا جدہ پہونچے اور اپنے منصب پر سرفراز ہوئے تو اعیان واکابر، رؤسائے شہر، علماء ومشائخ اور وزراء کو کھانے پر بلایا، اس دعوت میں شاہ فیصل مرحوم بھی مدعو تھے جو اس زمانے میں وزیر اعظم کے منصب پر فائز تھے، مولانا حریری کی گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ آپ شامی النسل معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ ایسی شستہ، رواں اور فصیح گفتگو کوئی شامی ہی کر سکتا ہے، اور انہوں نے مولانا حریریؒ کی بہت مدح وثنا کی۔

ایک سال کے بعد جب مولانا حریریؒ کونسلری کے عہدہ سے علیحدہ ہوئے تو مدینہ منورہ میں رخت سفر کھولنے کا عزم کر لیا اور وہیں جا کر دیار رحمت ورافت میں کچھ دنوں تک قیام فرمایا، ایک روز بازار میں خرید وفروخت کر رہے تھے کہ کسی طرف سے مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینیؒ نکل پڑے عرصہ ہوا ایک مرتبہ بنارس آئے تھے، لیکن مولانا حریریؒ صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی تھی کیونکہ وہ اس وقت بنارس میں موجود نہیں تھے، مفتی اعظم فلسطین اپنے دل میں ملاقات کی تمنا لئے ہوئے بنارس سے واپس چلے گئے تھے، مدینہ کے بازار میں قیام سے انہوں نے مولانا حریریؒ کو پہچان لیا، وہ اس وقت

شاہی مہمان تھے، مولانا کو اپنے ساتھ اپنی قیام گاہ پر لے گئے جہاں بڑی تعداد میں عرب ممالک سے آئے ہوئے علماء وفضلاء کا مجمع تھا، مولانا حریری سے تھوڑی ہی دیر کی گفتگو سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ ان کی جلالت علمی کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے، اور علماء حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ” هو يتقن اللغة العربية احسن من ابنائها“ کہ اہل زبان سے اچھی گفتگو کرتے ہیں، اور فرمایا: ”الحق أحق أن يعترف“

ایک روز مولانا حریری حرم نبوی کے امام سے محو گفتگو تھے، اثناء گفتگو امام صاحب نے مولانا حریریؒ سے بڑے طنطنہ سے فرمایا کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ سلفی المسلک اہلحدیث ہیں ”ما هذه الصيحة التمسك بالكتاب والسنة، التمسك بالكتاب والسنة، فهل فيكم مجتهد؟“ مولانا حریریؒ نے انھیں ایسا مدلل اور مسکت جواب دیا کہ وہ بالکل خاموش اور لاجواب ہوگئے اور جب تک مولانا حریریؒ وہاں قیام پذیر رہے انہوں نے اس قسم کی کوئی بحث ان سے نہیں چھیڑی۔ شاہ سعود کی دعوت پر جو، ان دنوں حجاز کے فرماں روا اور بادشاہ تھے ریاض تشریف لے گئے اور انہوں نے وہاں کے شاہی کتب خانہ کو مرتب کیا تھا، جب مولانا اس کتب خانہ کی ترتیب وتنظیم سے فارغ ہوئے تو شاہ نے ان کے اعزاز میں ایک شاندار جلسہ کیا جس میں روساء، عمائدین شہر اور وزراء کے علاوہ سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء وفضلاء بھی شریک تھے، مولانا کو اس جلسہ میں تقریر اور اپنی کارگزاری بیان کرنی تھی، اس وقت ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ آج میرے امتحان کا دن ہے اگر آج میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو سمجھوں گا کہ عمر بھر کی محنت ٹھکانے لگی، جب تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی تو ہر ہر جملے پر ہر چہار طرف سے ”أحسنت مرحبا“ اور ”لافض فوك“ کی صدائیں بلند ہورہی تھیں، دعاء اور تحسین کے کلمات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر طرف سے فضا میں گونج رہے تھے، ریاض میں یہ مولانا کی زندگی مستعار کا ایک بہت ہی اہم علمی کارنامہ تھا کیونکہ کسی کتب خانہ کی ترتیب کے لیے کتابوں کی معلومات اور کتابوں پر گہری نظر کی سخت ضرورت ہوتی ہے، حجاز میں بھی مولانا نے عربوں سے اپنی عربی دانی کا لوہا منوالیا، حجاز میں قیام کے دوران مولانا کے انٹرویو کے سلسلہ میں ان سے سوال کیا گیا کہ جس سلاست، روانی، برجستگی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ عربی میں گفتگو کرتے ہیں اس طرح ہندوستان میں اور حضرات بھی عربی میں بات چیت کرلیتے ہیں؟ آپ نے ہندوستان کے علماء کی عزت رکھتے ہوئے بلا تأمل فرمایا: ”نعم کثیرون کثیرون فوق ما تتصورون“۔(۱)

دینی وتبلیغی سرگرمیاں:

مولانا عبدالمجید حریری رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم ایک پختہ اہلحدیث تھے، اور آپ کے استاد جامع المعقول والمنقول مولینا محمد منیر خاں (م ۱۹۴۵ء) ایک متند عالم دین تھے، فقہ حنفی وفتاوی نویسی میں بڑی مہارت رکھتے تھے، نیز آپ کے دور کا بنارس حضرت مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ، حضرت مولانا عبدالمتین بنارسیؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد املویؒ (م ۱۹۶۰ء) جیسے افاضل روزگار سے پُر تھا اور پورا ماحول ادبی سے زیادہ دینی، علمی اور تحقیقی تھا، اس لیے دینی علوم اور تبلیغی سرگرمیوں سے آپ کو بھی گہرا لگاؤ تھا، چنانچہ ۱۹۳۰ء میں جب مدن پورہ بنارس کے اہلحدیث نوجوانوں نے ایک انجمن بنام اشاعتِ اسلام قائم کی تو اس میں آپ بھی پیش پیش تھے یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنارس میں فتنۂ مرزائیت و قادیانیت نمودار ہو چکا تھا، انجمن اشاعت اسلام تقریر وتحریر ہر طرح سے مسلمانوں کو اس فرقۂ باطلہ سے آگاہ کرنے اور اس فتنہ کے شجرِ ممنوعہ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی ہر امکانی کوشش عمل میں لا رہی تھی،

(۱) صوت الجامعہ مجریہ ماہ اگست ۱۹۷۵ء

جگہ جگہ جلسے منعقد ہوتے جن میں دوسرے علماء کرام کے ساتھ مولانا حریریؒ بھی اپنی بصیرت افروز و پرحقائق تقریر سے سامعین کو مستفیض فرماتے، اور قادیانی فرقہ کی حقیقت خوب اچھی طرح بیان فرماتے تھے۔(۱)

مختلف مساجد میں آپ کا درس اور خطبۂ جمعہ آپ کے تبلیغی سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں، جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ میں کبھی کبھار آپ خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے، اگر آپ کا خطبہ اور درس قرآن وحدیث اکٹھا کیا جاتا تو ایک مفید کتاب ہوتی اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی۔

الحاج محمد فاروق صاحب (۲) کے اہتمام میں جب مسجد باگڑ بلی کی دوسری بار تعمیر مکمل ہوئی تو مسجد کا افتتاح مولانا عبدالمجید حریری رحمۃ اللہ علیہ کے خطبۂ جمعہ ہی سے ہوا تھا۔(۳)

بنارس ومضافات بنارس کے علاوہ تبلیغی سلسلے میں آپ بنارس سے باہر مختلف شہروں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، چنانچہ ”انجمن اسلامیہ ٹانڈہ فیض آباد کے زیر اہتمام ایک جلسہ ۲۰، ۲۱/مئی ۱۹۱۳ء میں منعقد ہوا تھا جس میں مختلف علماء کرام کے علاوہ مولانا حریریؒ بھی شریک جلسہ تھے۔(۴)

مساجد میں دروس:

مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مسجدوں میں درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا تھا، آپ کا انداز بیان عالمانہ اور ادیبانہ ہوا کرتا تھا، قرآن مجید کے اسرار ورموز

(۱) اہلحدیث امرتسر ۱۵/ جمادی الاولی، ۶/۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء
(۲) یہ جناب مولانا شاہد جنید سلفی صاحب سابق ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم، بنارس کے والد محترم ہیں۔
(۳) بروایت مولانا عبدالوحید رحمانی رحمہ اللہ، سابق شیخ الجامعہ
(۴) اہلحدیث امرتسر ۱۳/ جون ۱۹۱۳ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح بیان فرماتے کہ لوگ ہر بات کو بخوبی سمجھ جاتے، آپ ترجمۂ قرآن مجید میں مترادفات کا انبار لگا دیتے کسی لفظ کے معنی کے لیے اتنے الفاظ استعمال کرتے کہ سننے والا یہ گمان کرتا کہ اب اس کے بعد کوئی اور لفظ نہ ہوگا، اور جب قرآن مجید کا درس ختم کرتے تو لوگوں کے دلوں میں مزید سننے کا شوق باقی رہتا، آپ کے حلقۂ درس میں بڑے بڑے علماء، حفاظ، بیرسٹر اور پڑھے لکھے لوگ موجود ہوتے، درس میں نہ صرف بنارس بلکہ بنارس کے باہر اعظم گڈھ، جونپور، مرزاپور وغیرہ سے بھی لوگ آتے اور شریک ہوتے، چنانچہ ماسٹر عبدالحمید جونپوری سابق مدرس جامعہ رحمانیہ فرماتے ہیں

"مولانا عبدالمجید حریریؒ چوک کی مسجد اہلحدیث میں درس دیا کرتے تھے جس میں مولانا ابوالخیر پرتاب گڈھیؒ، مولانا عبیداللہ عنبرؒ اور مولانا امام الدین رام نگریؒ (م ۱۴۱۲ھ) افضل حسین صاحب، منیر عالم صاحب وغیرھم کے علاوہ میں بھی شریک ہوا کرتا تھا۔ (۱)

مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس فرماتے ہیں کہ آپ نے منشی کی مسجد (واقع ریوڑی تالاب) میں بھی کافی دنوں تک درس قرآن دیا، جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ میں آپ نے عرصہ تک سیرت نبوی ﷺ کا درس دیا، جب آپ کی طبیعت ناساز ہوتی تو مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب سے فرماتے آج تم درس دے دینا۔

درس قرآن کے تعلق سے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۶ء) کے پاس رقم فرماتے ہیں:

"میں اپنے لیے ترجمۂ قرآن زیادہ مناسب سمجھتا ہوں، اگر مولوی محمد عبدالمتین سلمہ، مجھ سے یہ کام بدل لیں تو اچھا ہے، ورنہ کم از کم مہینہ میں دو

(۱) بروایت عبدالحمید جون پوری رحمہ اللہ

تقریریں مسجد میں یا کسی دوسرے مناسب مقام پر کر دیا کروں گا۔

مکرر عرض کروں گا کہ اگر حضرت مولانا محترم مولوی محمد عبدالمتین کو اس تبادلہ پر راضی کر دیں تو میرے لیے بڑی آسانیاں ہو جائیں گی۔" (عبدالمجید عفی عنہ، ۷/ اگست ۱۹۳۱ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"میں ذاتی رائے سے یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ مولوی عبدالمجید صاحب تقریر کیا کریں اور مولوی عبدالمتین ترجمہ کرائیں یہ نظام سر دست ہے، آئندہ جیسی صورت ہو بمشورہ بزرگان جماعت عمل ہو"۔ (ابوالوفاء ثناء اللہ ۷/۸/۳۱)

مذکورہ بالا تحریر میں جہاں ایک طرف احترام و توقیر کا پہلو نمایاں ہے تو دوسری طرف شفقت و محبت کا انداز بھی ہویدا ہے۔

مذکورہ تحریر سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف اور بزرگان دین میں خدمت دین متین کا کتنا جذبہ، لگن اور شوق تھا اور ساتھ ہی ساتھ مسابقت الی الخیر کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا، آج ہم تک کتاب وسنت کی جو تعلیم پہونچی ہے وہ انھیں جیسے علماء کرام اور بزرگان دین کی انتھک کوششوں اور بے لوث تبلیغی خدمات کا ثمرہ ہے۔

مدارس دینیہ سے لگاؤ:

آپ کو دینی ادارے اور مدارس اسلامیہ سے بے حد لگاؤ تھا، چنانچہ جماعت اہل حدیث کی مرکزی درسگاہ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے بانیین میں سے ہیں، مرکزی دارالعلوم سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ یعنی اپنی بیش قیمت اور نایاب کتابوں کا سارا ذخیرہ مرکزی دارالعلوم کو بطور عطیہ دے کر اس پر احسان عظیم فرمایا جو آپ کے حق میں انشاء اللہ صدقہ جاریہ کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرکزی دارالعلوم بنارس سے آپ کو بے حد لگاؤ تھا، جس وقت مرکزی دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا مولانا صاحب فراش تھے اپنی علالت اور شدید ضعف کے باعث اجلاس عام میں شرکت نہ فرما سکے تھے پھر بھی اراکین انجمن جامعہ رحمانیہ کی درخواست پر اپنی ایک مختصر تقریر ریکارڈ کرا دی تھی، مولانا کی تقریر کا ایک ایک لفظ و جملہ رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے، ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

”اس موقع پر میں سب سے زیادہ زور معاملہ کے جس پہلو پر دوں گا وہ یہ ہے کہ آپ صورت کی تزئین و آرائش سے کہیں زیادہ روح و معنی کی زندگی اور بقاء کو دیں، آپ اپنی اس درسگاہ (مرکزی دارالعلوم) میں کتاب و سنت کی تعلیم دلوانی چاہتے ہیں درست ہے مگر عصر حاضر میں کتاب و سنت کی وہی تعلیم اچھے، زندہ اور صالح طلباء پیدا کر سکتی ہے جس کا نصاب یا لائحہ تعلیم دور حاضر کے جملہ جدید حالات اور مؤثرات اور ان کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر ترتیب دیا گیا ہو اور عصری علوم کونیہ کے کم از کم ضروری مبادی سے خالی نہ ہو۔“

ایک دوسرے اہم پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

”معاملہ کا دوسرا پہلو بھی آپ کی خاص توجہ کا مستحق ہے وہ حفظ ہے قرآن کریم کے چند پاروں اور عربی ادب کے منظوم و منثور جواہر پاروں سے ایک جزء صالح کا، حفظ بھی طلباء دارالعلوم کے لیے ضروری قرار دیا جائے، اس حفظ میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام کا کچھ حصہ بھی ضرور رکھ دیا جائے، اس حفظ سے طلباء کی عربیت کو بڑی تقویت پہونچے گی جو آپ کے مقاصد میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔“

مولانا حریریؒ کو عربی لکھنے اور بولنے میں بڑا ملکہ تھا اور جس سے یہ ملکہ حاصل ہوا اس کی طرف واضح الفاظ میں رہنمائی فرما دی، غرض یہ کہ مذکورہ مشورے میں آپ

نے اپنے تجربہ کا خلاصہ پیش کر دیا تا کہ عربی طلباء پورا پورا فائدہ اٹھائیں حفظ قرآن و حدیث خیر و برکت کے حصول اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بھی ہیں اس لیے حفظ قرآن و حدیث پر زیادہ زور دیا ہے۔

ایک مقام پر رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اب آیئے معاملہ کا ایک تیسرا پہلو آپ کے سامنے رکھوں اور یہ تیسرا پہلو یہ مشق خطابت، طلباء دارالعلوم کے اندر اس ملکہ کی تربیت اور تقویت کی اہمیت آپ پر روشن ہے، دارالعلوم سے نکلنے کے بعد اسی ایک ملکہ سے سب سے زیادہ کام پڑنے والا ہے، اس ملکہ کی تربیت کے لیے ناگزیر ہے کہ طلباء کو عرب خطباء کے خطبات کثرت سے سنوائے جائیں اس کی ایک آسان صورت تو یہ ہوگی کہ دارالعلوم کے کسی ایک بڑے کمرے میں ریڈیو(۱) نصب کر دیا جائے اور اس سے مصر، عراق، الجزائر، دمشق اور حجاز و ریاض کے خطبات سنوائے جائیں، دوسری صورت جو کسی قدر دشوار ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی ہی مفید بھی ہے وہ یہ کہ سال میں دو ایک عربی جوامع کے مشہور خطباء کو دعوت دے کر بلایا جائے اور وہ ہمارے طلباء کے سامنے اپنے خاص موضوعات پر تقریریں کریں، وہ بڑی خوشی کے ساتھ ہماری دعوتیں قبول کریں گے اور ہمارے طلباء کو ان خطبات اور ان تقریروں سے بڑا فائدہ پہونچے گا، ان شاءاللہ۔“

آپ آگے فرماتے ہیں:

”اب ایک دوسرا پہلو معاملہ کا سامنے لائیں، یہ معاملہ کا نہایت ہی اہم پہلو ہے جس کو آپ نظر انداز کر ہی نہیں سکتے اور یہ پہلو ہے اردو اور جدید فارسی کی

(۱) یہ مولانا کی اپنی رائے تھی جس سے ہر ایک کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم کا''۔

علماءِ دین جو اردو استعمال کرتے ہیں وہ ''مولویانہ اردو'' کے نام سے مشہور ہے، ہمیں اپنے طلباء کے اندر اردو کا ایک ایسا شستہ ورُفتہ ذوق پیدا کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی جس سے وہ اس زبان کی چاشنی وشیرینی کے قرار واقعی اداشناس ہو جائیں اور ان کو اردو کے خدایانِ سخن میر، سوداء، ذوق، غالب، حالی، وشمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد، مولانا شبلی نعمانی اور اخیر میں امام الہند مولانا ابوالکلام کی انشاء سے سچا اُنس اور شغف سا ہو جائے میں نے اردو کے بلند پایہ شعراء اور ادباء کے جستہ جستہ چند ہی نام لیے ہیں، اگر تمام ہی واجب الذکر شعراء، ادباء اور خدمت گزاران اردو کے نام گنانے کی کوشش کروں تو ہماری یہ اردو ایک ایسی سرمایہ دار زبان ہے کہ فہرست بہت ہی طویل ہو جائے گی، اس سلسلہ میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ غلام رسول مہر مولانا ظفر علی خاں مرحوم، مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے نام بھی ایسے ہیں جو زبان پر آئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اس محبوب زبان کی تکمیل کے سلسلہ میں فارسی قدیم وجدید کا ذکر بھی چھوڑا نہیں جاسکتا، طلباء ہمارے اس زبان سے اگر بہرہ وافر نہ پاسکے تو ایک بڑی ادبی لذت ہی سے نہیں بلکہ ایک بڑی دینی لذت سے بھی محروم رہ جائیں گے۔

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے ان خدمات جلیلہ کا جن کا بار آپ کی اس درسگاہ کو اپنے کندھوں پر لینا ہے مگر یقین کیجیے:

به هر کارے که همت بسته گردد
اگر خارے بود گلدسته گردد (۱)

اردو زبان کے تعلق سے مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کس قدر لائق

(۱) ترجمان دہلی کا تاسیس نمبر ۱۹۶۴ء

توجہ، قابل التفات اور مفید ہیں جس کی افادیت سے کسی شخص کو انکار نا ممکن ہے، آج بعض مدارس سے فارسی کو نکال دینے کی وجہ سے طلبہ کو کس قدر نقصان پہونچا اس کا ہر شخص کو احساس ہے، فارسی کے سلسلے میں بعض لوگوں کا یہ خیال کہ فارسی کو پڑھانا فارسی زبان کا احیاء کرنا ہے انتہائی کج فہمی پر مبنی ہے اور اردو زبان سے نابلد ہونے کی علامت ہے، جن مدارس اسلامیہ میں اردو اور خصوصاً فارسی کا اہتمام ہے وہ لائق مبارکباد ہیں۔

الحمدللہ ہمارے جامعہ میں عربی کی ابتدائی کلاس میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کا بھی خاصا اہتمام کیا گیا ہے، یہ اقدام بروقت اور انتہائی مستحسن ہے جس پر ذمہ داران جامعہ لائق مبارکباد ہیں۔

مولانا اپنے قیمتی نصائح کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے آخری نصیحت فرماتے ہیں:

''اب میں ایک اور نہایت ہی ضروری بات آپ کے سامنے رکھ کر اپنے اس توقع سے زیادہ طویل اور تھکا دینے والے بیان کو ختم کروں گا۔

ضروری ہے کہ ہم اپنی درسگاہ کے طلباء کے لیے درسگاہ کے اندر ہی کچھ ایسی چھوٹی چھوٹی دستکاریوں کی تعلیم کا بھی ضرور انتظام کریں جوان دستکاریوں سے آشنا طلباء کو دارالعلوم سے نکلنے کے بعد دوسروں کا دست نگر نہ رکھیں بلکہ وہ چھوٹے چھوٹے سرمایوں کے ساتھ ان دستکاریوں سے کام لے کر اپنی روزی آپ کمالیں، یہ ایک ایسی ضروری اور کھلی ہوئی بات ہے کہ اس پر کچھ زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے طلباء کا انحصار مؤذنی، امامت یا مدرسی ومعلّمی پر نہ رہنا چاہئے، اس معاملہ میں ان دستکار طلباء کی اعانت حکومت بھی اپنے منصوبوں کے تحت کرنے کا یقین دلا چکی ہے۔''(۱)

(۱) ترجمان دہلی کا تاسیس نمبر یکم جنوری و پندرہ جنوری ۱۹۶۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا نصیحت اس وقت کی جب یہ بات اکثر لوگوں کے ذہن ودماغ میں بھی نہ رہی ہوگی۔

آج مدارس اسلامیہ میں ٹیکنیکل کالج کھولے جارہے ہیں جن مدارس میں نہیں ہیں وہ کھولنے پر غور کررہے ہیں، علامہ حریریؒ کا مذکورہ مشورہ انتہائی مفید، لائق توجہ اور قابل التفات ہے، اس لیے کہ ہر سال سیکڑوں طلبہ فارغ ہوتے ہیں اور ان کے سامنے معاش کا مسئلہ رہتا ہے، فارغین میں سے جو ذہین اور ہوشیار ہوتے ہیں وہ کسی نہ کسی طرح اپنے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور جو کسل مند ہوتے ہیں وہ ادھرادھر پریشان ہوتے ہیں۔ تھک ہار کر کہیں معمولی سی ملازمت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، اگر فارغین دوران تعلیم کوئی ہنر سیکھ لیں یا کسی فن میں استعداد وصلاحیت پیدا کرلیں تو بہت حد تک معاش کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے، معاش کا یہ مسئلہ آج کے پہلے بھی علماء کرام کے سامنے تھا، ہمارے اسلاف نے کٹھنائیاں برداشت کیں، مشکلات کا سامنا کیا مگر کب تک کرتے بالآخر کئی علمی خاندان نے دینی علوم سے رخ موڑ کر اپنی اولاد کو عصری تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے کے پورے خاندان سے دینداری ختم ہوگئی یہاں تک کہ اپنے اسلاف کے کارنامے بھی بھول بیٹھے، جماعت کے صاحب ثروت حضرات اگر بڑے بڑے علماء کو اقتصادی اعتبار سے مستغنی کردیئے ہوتے تو دین کا بڑا کام ہوتا، آج بھی جو صورت حال ہے وہ اطمینان بخش نہیں ہے، اچھے اچھے طلباء اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کی راہ لیتے ہیں باوجودیکہ افراد جماعت بے شمار دولت صرف کرتے ہیں لیکن پھر بھی جماعتی اداروں میں کوئی ایسا نظام نہیں ہے جس میں ذہین اور باصلاحیت طلباء کو روک کر مختلف شعبوں کے لیے ٹریننگ دی جائے اور انھیں خاطر خواہ وظیفہ دیا جائے جو کسی ادارے کی تنخواہ کے برابر ہو، تاکہ معاشی حیثیت سے بے نیاز ہوکر اپنے شعبے میں استعداد پیدا کرلیں، اگر یہ

صورت نہ اختیار کی گئی تو دن بدن اچھے علماء، خطباء، صحافی اور قلمکار کی بڑی شدت سے کمی محسوس کی جاتی رہے گی۔

آپ کا دولت کدہ علماء ومشائخ اور زعماء کے قیام کا مرکز تھا:

آپ کا گھر ہمیشہ علماء ومشائخ اور زعماء کے قیام کا مرکز رہا، آپ کے استاذ جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاںؒ عرصہ تک آپ ہی کے یہاں مقیم رہے، علامہ موسیٰ جاراللہ جنہیں انقلاب روس کے بعد جلاوطن اور غربت کی زندگی گذارنی پڑی، انہوں نے اپنی جلاوطنی کی اکثر مدت بنارس میں مولانا حریریؒ کے مہمان کی حیثیت سے گذاری، مولانا حریریؒ نے ان سے روسی اور ترکی زبان سیکھی تھی اسی طرح عالم عرب کے عظیم لغوی اور علوم وادب کے امام ڈاکٹر تقی الدین ہلالی ایک عرصہ تک آپ کے مہمان رہے، شیخ عبدالعزیز ثعالبی، تونسی جب سیاحی کی غرض سے ہندوستان آئے تو بنارس میں حریریؒ ہی کے مہمان تھے۔

مولانا ظہیرالدین مبارکپوری اثری رحمانی (سابق صدر جمعیۃ اہل حدیث تاملناڈو) رقمطراز ہیں:

اسی سلسلہ میں ایک اور نام بھی قابل ذکر ہے، عربی زبان کے ادیب مولانا عبدالمجید صاحب الحریری البنارسیؒ، مولانا آزاد رحمہ اللہ ان کے علم اور قابلیت اور وضعداری کے قائل تھے ہم مشربی وہم خیالی کے ساتھ سیاسی ہم آہنگی کی وجہ سے مولانا آزاد ان کے مہمان ہوتے تھے۔ مولانا آزاد جب بنارس آتے تو مدن پورہ میں ٹھہرتے اور مدن پورہ کی ہی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ (۱)

تصنیف وتالیف:

شوق مطالعہ کے ساتھ مولانا کو تحریر سے بھی کافی دلچسپی تھی، انجمن اشاعتِ اسلام

(۱) بحوالہ ماہنامہ ''التبیان'' (دہلی) جنوری ۲۰۱۱ء ص:۱۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدنپورہ بنارس جو ۱۹۳۰ء میں قائم ہوئی تھی، یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنارس میں قادیانیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کوشش شروع کردی تھی، مولانا حریریؒ اس انجمن کے پلیٹ فارم سے اپنی تحریر وتقریر سے قادیانیوں کی خوب خبر لیتے اور مختلف عناوین کے کتابچے انجمن کی طرف سے شائع ہوتے جن میں مولانا بھی حصہ لیتے۔

مولانا عبدالمتین صاحبؒ (م۱۹۶۴ء) نے ایک حنفی عالم کے جواب میں جو مفتی بنارس تھے، ایک رسالہ ''نماز جنازہ اندرون مسجد پر ایک نظر'' تحریر فرمایا تھا، اس رسالہ پر مولانا حریریؒ نے نقاد کی حیثیت سے ایک جامع اور مبسوط علمی تقریظ لکھی تھی، مصر کے ایک بہت بلند پایہ ادیب و عالم طٰہٰ حسین کی ایک کتاب ''الوعد الحق'' کا اردو میں ''وعدۂ برحق'' کے نام سے ترجمہ کیا تھا جسے جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم نے ۱۹۹۱ء میں شائع کیا، یہ کتاب ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ہے، یہ ترجمہ اردو ادب کے خزانوں میں ایک اضافہ تصور کیا جائے گا، اسی کتاب کا دوسرا ترجمہ ''خدائی وعدہ'' کے نام سے پاکستان سے شائع ہوچکا ہے مگر دونوں کی زبان میں بہت نمایاں فرق ہے، نیز طٰہٰ حسین کی ''قادۃ الفکر'' کا ترجمہ بھی کیا تھا مگر بدقسمتی سے اس کا مسودہ غائب ہوگیا۔

پنڈت جواہر لعل نہرو سابق وزیراعظم کے کچھ پرانے انگریزی خطوط کا اردو میں ترجمہ کیا تھا، خطوط کا مجموعہ دو جلدوں میں شائع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے۔(۱)

مولانا حریریؒ کی ایک کتاب ''المحاکمة الحسنیٰ فی ان المصافحة بالیدین او بالیمنی'' بھی ہے جو اردو زبان میں تحریر کی گئی ہے، اور سولہ صفحات پر مشتمل ہے، پہلی بار ۱۹۱۲ء میں مطبع سعید المطابع بنارس سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کے ایک فتوی کے جواب پر مشتمل ہے، اس میں

(۱) صوت الجامعہ ص: ۱۷، ۱۸ مجریہ ماہ اگست ۱۹۷۵ء

پہلے مولانا لکھنوی کے فتوی کو درج کیا گیا ہے اس کے بعد ان کے دلائل کی تردید کرتے ہوئے بدلائل یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سلام کرتے وقت صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ہی سنت رسول ہے۔(۱)

خطبۂ صدارت (اردو) صفحات: ۸، ۱۹۳۹ء میں آسی پریس گورکھپور سے پہلی بار شائع ہوا، یہ رسالہ صوبائی مومن انصار کانفرنس گورکھپور منعقدہ ۲۶، ۲۷، ۲۸/ دسمبر ۱۹۳۹ء کے خطبۂ صدارت پر مشتمل ہے، اس میں قوموں کی نیچائی اور اونچائی پر بحث کرتے ہوئے انصاری برادری کی ترقی کے اسباب بتائے گئے ہیں۔(۲)

ایضاح الطریق لصاحب عمدة الرفیق (عربی) صفحات: ۳۲، ۱۳۳۱ھ میں مطبع اکسیر اعظم بنارس سے پہلی بار طبع ہوئی۔

کتاب ''التحقیق الانیق'' کا جواب ایک بنارسی نے ''عمدة الرفیق'' سے دیا، اور لفظ ''أبوھریرة'' کو بجائے غیر منصرف کے منصرف ثابت کیا، یہ کتاب اسی ''عمدة الرفیق'' کا جواب الجواب ہے۔(۳)

مولانا حریریؒ کے تین خطبۂ صدارت ہیں، پہلا خطبۂ صدارت جو انہوں نے ۱۹۲۸ء میں مومن کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے کلکتہ میں پڑھا تھا، اور دوسرا خطبۂ صدارت ہے جو انہوں نے مومن کانفرنس ہی کے صدر کی حیثیت سے ۱۹۳۹ء میں گورکھپور میں پڑھا تھا جس پر تبصرہ مذکورہ بالا سطور میں گذر چکا۔ اور تیسرا خطبۂ صدارت وہ ہے جو انہوں نے ۱۹۴۰ء میں لکھنؤ میں یوپی آزاد مسلم کانفرنس کے اجلاس میں دیا تھا، گویہ تینوں خطبے اردو میں ہیں لیکن تینوں کی زبانیں مختلف اور اسلوب

(۱) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص: ۴۹۴

(۲) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص: ۱۸-۵۱۷

(۳) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص: ۶۵۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جداگانہ ہیں، کلکتہ اور لکھنؤ کے خطبے کی زبان بہت ہی بلند اور معیاری ہے، جس سے مولانا کی اردو انشاء پردازی میں قدرت وکمال کا پتہ چلتا ہے، یہ دونوں خطبے اردو ادب کا ایک قیمتی سرمایہ ہیں، اور تیسرے خطبہ کی زبان بالکل عام فہم، سہل اور آسان ہے جسے خواندہ ناخواندہ ہر آدمی سمجھ سکتا ہے، جو زبان اس خطبہ میں استعمال کی گئی ہے اگر اسے سہل ممتنع سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

عربی زبان میں ایک رسالہ ”خلافت علی منهاج النبوة“ کے موضوع پر تحریر فرمایا تھا اس میں حدیث ”الائمة من قريش“ پر بہت ہی علمی اور مفید بحث کی ہے، رسالہ کا نام ”نظام الخلافة الإسلامية اليوم“ ہے، یہ رسالہ گو آج سے بہت عرصہ پہلے لکھا گیا تھا، لیکن اس کی افادیت آج بھی مسلم ہے، اس رسالہ کی زبان بہت ہی بلند اور معیاری ہے۔(۱)

مولانا کی تحریروں کے چند نمونے:

سب سے پہلے مولانا کے ایک عربی خط کا اقتباس یہاں نقل کیا جارہا ہے:

”وكان بودى أن ابا در فى الرد عليه فى أول فرصة تمنح لى ولكن حالت دون ذلك اعمالى....وحلى وترحالى، وصرفتنى عنه مشتاق الغربة ومتاعب هذه الكربة، ولاسيما لمن لم يذقها من قبل ولم يتعودها، عسى الله أن يجعلها لى قربة وطاعة ولا يحملنى منها مالا طاقة لى به ان ربى لرؤف بالعباد، والخير كل الخير فيما اختاره الله لعباده و يقضيه لهم ”و عسىٰ أن تكرهوا شيئا وهو خيرلكم“۔

میری محبت کا تقاضا تھا کہ میں تمہارے خط کا جواب پہلی فرصت میں دیتا، لیکن

(۱) صوت الجامعہ، ص:۱۸ ماہ اگست ۱۹۷۵ء

میری مصروفیتیں اور میرا ایک جگہ سے دوسری جگہ آنا جانا اس راہ میں حائل رہا، اور مسافرت وغربت کی پریشانی خط کا جواب دینے سے مانع رہی، اے عزیز بے شک مسافرت ایک مصیبت ہے، بہت بڑی مصیبت خصوصاً ایسے آدمی کے لیے جس نے اس سے پہلے نہ غربت کا مزہ چکھا اور نہ اس کا خوگر ہوا ہے، امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس غربت کو میرے لیے قربت وطاعت کا ذریعہ بنائے گا اور اس غربت کی وجہ سے مجھ پر اتنا بوجھ نہ لادے گا جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے، بلاشبہ میرا پروردگار اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور اس چیز میں بھلائی ہی بھلائی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے منتخب کرتا اور اس کا فیصلہ کرتا ہے، ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ اس میں تمہارے لیے خیر و بھلائی ہو۔

پھر آگے چل کر وہ اپنا یقین اور اذعان ظاہر کر رہے ہیں کہ عربی ایک زندہ و پائندہ زبان ہے، اور یہ زبان ہمیشہ ارتقائی مدارج طے کرتی ہوئی تا قیامت زندہ اور باقی رہے گی۔

”هذه اللغة النبيلة الكريمة لغة الضاد، لغة القرآن الكريم ولغة نبينا الأمى الحكيم وإننى لعلى ثقة بأن لله سرا عظيما فى ثباتها وأسسها وقواعدها على كرور الازدهار وممر الاعصار فيما أن غيرها من ذوات القدم قد تغيرت من حال إلى حال أو تهورت ودفنت فى قبر الإهمال، وهل هذا الإيماء الامى إلى أن العاقبة لهذه اللغة وانها هى الوارثة للغات العالم كلها، واننى لعلى بينة من ربى لم يخامرنى فى ذلك شك قط، ان ظهور هذا الدين الحق و على الله اظهاره على الدين كله لا يكون إلا بظهور هذه اللغة، لغة كتابه المبين

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولغة نبيه الطاهر الأمي الأمين عليه وعلى آله افضل الصلاة وازكىٰ التحيات۔"

یہ فضیلت و بزرگی کی حامل عربی زبان، لغت ضاد، جو قرآن مجید اور ہمارے نبی امی کی زبان ہے، یہ بابرکت زبان جب کہ اس پر ایک زمانۂ دراز گذر چکا ہے، اپنی اصلی حالت پر قائم وباقی ہے مجھے یقین ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی بڑا سر اور راز ہے جب کہ دنیا کی دوسری قدیم زبانوں میں بہت کچھ تغیر وتبدل پیدا ہو چکا ہے اور بعض زبانوں کی عمارت منہدم ہوگئی ہے اور وہ زبان تغافل و بے اعتنائی کے غار میں مدفون ہوگئی ہے، مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ یقین عنایت کیا گیا ہے اور مجھے اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ دین (دین اسلام) تمام دینوں پر عربی زبان کے غلبہ کی وجہ سے غالب ہوگا، اور دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، اور یہ زبان مقدس قرآن کریم اور اس کتاب عظیم کے لانے والے پاکیزہ وامانت دار نبی کی زبان ہے، اس نبی اور اس کے آل واصحاب پر اللہ تعالیٰ کا بہترین درود وسلام نازل ہو۔

فارسی تحریر کا ایک اقتباس یہاں نقل کیا جارہا ہے، یہ تحریر دراصل ان کا ایک خط ہے جو انھوں نے اپنے کسی ایرانی دوست کو لکھا تھا:

"ہدایائے شکر وسپاس فراواں وتحایائے محبت واخلاص بے پایاں پذیرفتہ گراں بار منتم سازند درپے ایں کتابے چند خیلے زحمت بردند، برفوت کتب دیگر افسوس خوردم، دلے بدست آوردن ایں اسفار گرامی فزوں از حد خوش وقت ہم شدم، نمی دانم چہ ساں سپاس گذارم، کرم کردند، لطف فرمودند، عمرت زیادت باد، ومہر سعادت، وارجمندیت تا ابد درخشاں بماند، دلے کرمہائے تو مارا کرد گستاخ زحمت دیگری می خواہم کہ بدہم۔ کتابے چند دیگر ہم بخواہم بگیرم

ولے در فراہم آوردن ایں کتابہا زودی وشتاب برآئینہ لازم نیست، چنانکہ فرصت دست دہد از بہائے ایشاں، اگر بہ مکتبۂ از مکاتب بمبئی موجود باشند من بندہ را مطلع سازند، خیلے ممنون شوم۔"

میرے شکریہ کا بہت زیادہ تحفہ اور میری محبت واخلاص کا سلام قبول فرماتے ہوئے مجھے احسان مند فرمائیں ان چند کتابوں کے سلسلے میں آپ کو بہت زیادہ زحمت اٹھانی پڑی، دوسری بہت سی کتابوں کے دستیاب نہ ہونے سے بہت زیادہ افسوس ہوا لیکن ان بہت سی گراں بہا کتابوں کے حصول پر میں اپنے کو بہت ہی خوش نصیب سمجھتا ہوں، نہیں سمجھتا کہ میں کتنا شکریہ ادا کروں، آپ نے (بہت ہی) لطف وکرم فرمایا، آپ کی عمر دراز ہو، اور آپ کی سعادت وارجمندی کا آفتاب ہمیشہ روشن وتاباں رہے، آپ کے لطف وکرم نے ہمیں گستاخ بنادیا ہے، آپ کو ایک دوسری زحمت دینا چاہتا ہوں، دوسری چند کتابیں خریدنے کا ارادہ ہے لیکن ان کتابوں کے فراہم کرنے میں آپ ہرگز عجلت سے کام نہ لیں، جب بھی آپ کو فرصت ملے اور بمبئی کے مکتبوں میں یہ کتابیں موجود ہوں تو مجھ ناچیز کو مطلع فرمائیں، میں آپ کا بہت زیادہ ممنون ہوں گا۔

یہاں اردو تحریر کے نمونے کے سلسلے میں مولانا کے ایک خط کی کچھ عبارتیں نقل کی جارہی ہیں جو انھوں نے حجاز جاتے ہوئے قاہرہ سے اپنے لڑکوں کو لکھا تھا۔

"اب میں نے سونے کی تیاری کی، نیند دیر میں آئی، کوئی چار کا عمل ہوگا کہ ایک جان پرور نغمہ نے سامعہ نوازی آغاز کی، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، وللہ الحمد، واللہ اکبر، وللہ الحمد، عربی لحن، صبح کا سہانا وقت، عجب کیفیت طاری ہوئی، اٹھ بیٹھا کھڑکیاں کھولیں، یہ شارع ابراہیم باشا ہے اور میدان یا حدیقہ ابراہیم باشا ہے، سو سو دو دو سو مسلمانوں کی ٹولیاں لمبے لمبے کرتوں میں ملبوس سفید ٹوپیاں اوڑھے ان پر سفید ہی عمامے باندھے فوجی مارکرتی گلبانگ توحید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے روحوں کو گرماتی نماز عید کو جارہی ہیں، میں اٹھا غسل کیا کپڑوں کے لیے اٹیچی کھولا إنا للہ.....دوات سجدہ ریز واشکبار، کپڑے تمام کے تمام داغدار۔"

مولانا کی ایک دوسری تحریر ملاحظہ فرمائیں:

"اے فخر وروماں مخزوم اے مایہ صد نازش قریش، اے رونق بطحاء، اے جانِ سیادت وکرم، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، قسم ہے خدا کی جب سے میں نے آپ کو جانا پہچانا، ہمیشہ آپ کو ایک ابردریا بار اور ایک مرد پاکیزہ اطوار ہی پایا ہے.....جس صاحب عیال کو آپ نے پریشاں خاطر دیکھا آپ نے اس کی ضرورت دور کی، مظلوموں کے ملجاء و ماوی پڑوسیوں کے مددگار و حامی.....آج مدینہ منورہ میں عید ہے، ایسی عید پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی، یہ عید ہفتوں رہی، لوگ خوشی سے پھولے نہیں سمارہے ہیں، آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہیں، گھروں میں ننھی ننھی بچیاں لہک لہک کر خوشی کے گیت گارہی ہیں:

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع

سعادت وفیروزمندی کے ماہ تمام نے آج کوہ وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر کھیت کیا ہے۔

......جو سنگ گراں راہ میں آیا اسے پاش پاش کردیا، جو دشواری پیش آئی اس کو آسان بنا کے چھوڑا، جو ان کے مقابلہ پر آیا گردوغبار بن کر اڑ گیا۔(۱)

زندگی کے آخری ایام:

آخری عمر میں زیادہ تر ان کا وقت اوراد ووظائف، ذکر واذکار، یاد الٰہی اور تلاوت قرآن مجید ہی میں گذرتا، تمام مشاغلِ دنیاوی سے کنارہ کش ہوگئے تھے، بس

(۱) صوت الجامعہ مجریہ، ماہ اگست ۱۹۷۵ء

ان کا کام گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر ہی تک محدود ہوگیا تھا۔

عائلی زندگی:

مولانا حریری رحمۃ اللہ علیہ نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی شریک حیات سے چار اولاد ہوئیں: (۱) محمد عبداللہ (۲) محمد عبیداللہ (۳) محمد عباس اور ایک بچی جو ولادت کے بعد ہی فوت ہوگئی۔

پہلی شریک حیات کے مفلوج ہوجانے کی وجہ سے آپ نے دوسرا نکاح کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس اولاد عطا فرمائی، چھ لڑکے اور چار لڑکیاں، دوسری رفیق حیات سے پیدا ہونے والے لڑکوں کے نام یہ ہیں: (۱) محمد سہیل بی، ایس، سی (۲) محمد انیس بی، کام (۳) محمد بلال ہائی اسکول (۴) محمد جمال بی، ایس، سی (۵) مہدی رشاد ہائی اسکول (۶) احمد ناجی انٹر۔

چونکہ مولانا کا خاندان علمی خاندان ہے اس لیے آپ کے بیشتر فرزندان ارجمند بھی ماشاءاللہ تعلیم یافتہ ہیں۔ ان میں سے محمد عبیداللہ عربی، اردو، انگریزی میں بی، اے تھے، اور ڈاکٹر محمد عباس ایم، ایس، سی (بی، ایچ، یو) پی، ایچ، ڈی (لندن) یہ شعبۂ نباتات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ریڈر تھے، وہاں سے بغداد یونیورسٹی تشریف لے گئے، اور چار سال تک رہے، پھر وہاں سے پانچ سال کے لیے ریاض یونیورسٹی چلے گئے، اور محمد جمال صاحب حضر الباطن سعودی عرب میں آرامکو میں ایک اچھے منصب پر فائز ہیں، بقیہ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف عمل ہیں، مذکورہ اولاد میں محمد عبداللہ، محمد بلال، ڈاکٹر محمد عباس اور محمد سہیل، احمد ناجی اللہ کو پیارے ہوچکے۔

وفات:

۲۶/دسمبر ۱۹۷۲ء بروز سہ شنبہ بوقت ۸/بجے شب علم وادب کا یہ نیر تاباں ۸۰/سال کی عمر میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔ اللھم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امطر علیه شآبیب رحمته و رضوانه و أدخله فی فردوس جناته۔ آمین۔

دوسرے روز ۱۱/ بجے دن میں آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان سکرا باغ میں عمل میں آئی، نماز جنازہ جناب مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے پڑھائی، جنازہ میں تقریباً سات ہزار سوگواروں نے شرکت کی، مدنپورہ، جلالی پورہ، سریاں، علوی پورہ، للہ پورہ، بجرڈیہہ، دارانگر اور بنارس کے دور دراز محلوں سے لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوئے، مضافات بنارس، مئو، مبارکپور، اعظم گڈھ سے بھی لوگ کافی تعداد میں شریک جنازہ ہوئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مراجع

(۱) صوت الجامعہ مجریہ ماہ اگست ۱۹۷۵ء
(۲) پندرہ روزہ ترجمان، دہلی، مجریہ جنوری ۱۹۷۳ء

مولانا حکیم حافظ عبدالمجید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۷۸ھ = ۱۸۶۱ء وفات: ۱۳۵۶ھ = ۱۹۳۷ء)

نام ونسب:

آپ کا نام عبدالمجید ہے، نسب نامہ یہ ہے: عبدالمجید بن عبدالقادر بن سردار باب اللہ۔

آپ کی ولادت باسعادت یکم شعبان ۱۲۷۸ھ بروز جمعرات بوقت نماز عصر بنارس کے مشہور محلّہ کٹیہر میں ہوئی اور یہیں نشوونما بھی پائی، آپ کا تاریخی نام "محمد عبدالمجید احفظ وحید" رکھا گیا، جس سے سال ولادت ۱۲۷۸ھ برآمد ہوتا ہے، اس کے علاوہ "چراغ دینی" سے بھی آپ کی تاریخ ولادت نکلتی ہے۔

تعلیم:

ناظرۂ قرآن پڑھنے کے بعد آپ گیان واپی میں داخل ہوئے اور استاد حسام الدین مئوی سے پندرہ ماہ کے اندر حفظ قرآن مکمل کرلیا۔

ابتدائی فارسی کی کتابیں بی بی راجا کی مسجد میں مولانا ثناء اللہ حنفی بنارسی سے پڑھیں، فارسی کے بعد عربی تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ مسجد گیان واپی چلے آئے اور نحو، صرف، فقہ، منطق کی کتابیں اپنے خسر مولانا عبدالرحمٰن بنارسی (۱) (م ۱۳۱۵ھ) سے پڑھیں، مدرسہ گیان واپی سے حصول علم کے بعد مزید تعلیم کے لیے لکھنؤ کا رخت سفر باندھا اور وہاں مولوی عین القضاۃ صاحب حنفی اور مولوی نذیر حسین شاگرد مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی سے عقائد و امور عامہ اور مناظرہ و علم کلام کی کتابیں

(۱) مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا عبدالحمید مکیؒ اور مولانا عبدالمعید بنارسیؒ مولانا عبدالرحمٰن مئوی بنارسیؒ کے نواسے تھے۔ (بروایت حاجی محمد ادریس راجہ پورہ نبیرۂ مولانا عبدالمجید بنارسیؒ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھیں اورفن طب کی کتابیں حکیم اسماعیل صاحب سے بالاستیعاب پڑھیں۔

قرآن و حدیث جو دین کے اصل سرچشمہ ہیں اس کے حصول کے لیے دہلی تشریف لے گئے جہاں نابغۂ عصر سید نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے فرزند مولانا شریف حسین صاحب (م ۱۳۰۴ھ) سے بلوغ المرام سے لے کر سنن اربعہ تک کی حدیث کی کتابیں پڑھیں اس کے بعد مرجع خلائق شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) کے آگے زانوئے تلمذتہ کیا (۱) اوران کے فیضان علم سے فیض یاب ہوئے اوران سے تفسیر و صحیحین کا درس لیا، ۱۲۹۹ھ میں سند فراغت حاصل کی اوروہاں سے اہل حدیث ہوکر اپنے وطن مالوف بنارس آگئے، اس وقت آپ کی عمر اکیس سال کی تھی۔ (۲)

علمی مشغلہ:

مولانا محمد سعید محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۴ء) کی وفات کے بعد مدرسہ سعیدیہ کو ایک جلیل القدر، سلفی العقیدہ عالم دین کی ضرورت تھی، ادھر مولانا کو اشاعت سنت وعمل بالحدیث کا شوق ہو چکا تھا اوران پر نہ صرف خود عمل کرتے تھے بلکہ دوسروں کے اندر بھی عمل بالحدیث کا جذبہ پیدا کرتے اور ترغیب دیتے، اشاعت سنت اور خدمت دین کا اس سے بہتر موقع کیا ہوسکتا تھا کہ کسی دینی ادارے سے منسلک ہوکر درس وتدریس کا فریضہ انجام دیں، چنانچہ آپ مدرسہ سعیدیہ دارانگر میں مدرس مقرر ہوئے اور لگ بھگ ۲۹/سال تک مسلسل درس دیتے رہے، اخیر عمر میں نقاہت وکمزوری کی وجہ سے ۲۹/محرم الحرام ۱۳۵۴ھ میں مدرسہ سے الگ ہوگئے۔

(۱) مولانا کے ساتھیوں میں ایک نام مولانا عبدالحلیم شرر، دوسرا نام حکیم عبدالمجید دہلوی برادر بزرگ حکیم اجمل خاں تیسرا نام مولانا عبدالغفار آف حاجی علی جان دہلی کا ملتا ہے۔ (بروایت مولانا عبدالمعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ)

(۲) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۶۶

مدرسہ سعیدیہ میں آپ پہلے فقہ ومنطق وادب پڑھاتے رہے، پھر حدیث کا درس دینے لگے، درس حدیث آپ کا محبوب مشغلہ تھا، ۲۹/سالہ تدریسی خدمات کے دوران بے شمار شائقین علم آپ سے مستفید ہوئے۔

تلامذہ:

آپ کے درس میں شرکت کرنے کے لیے جہاں مقامی لوگ حاضر ہوتے وہیں بنگال وغیرہ سے بھی طلبہ آتے اور آپ سے علمی استفادہ کرتے، آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں، ذیل میں چند ممتاز تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- جناب مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء)۔

۲- جناب مولانا ابومسعود قمر بنارسی (م ۱۹۷۲ء)۔

۳- جناب مولانا قاری احمد سعید بنارسیؒ (م ۱۹۶۴ء)۔

۴- جناب مولانا عبدالآخر بنارسیؒ (م ۱۹۸۸ء)۔

۵- جناب مولانا حکیم حفیظ اللہ بنارسیؒ۔

۶- جناب مولانا سخاوت علی بنارسیؒ۔

۷- جناب مولانا مفتی محمد ابراہیم بنارسیؒ۔

۸- جناب مولانا حکیم رحمت اللہ بنارسیؒ۔

خدمت خلق:

فن طبابت میں آپ کو کافی مہارت حاصل تھی، بغرض رفاہ عام آپ نے مطب جاری کیا، جس سے بے شمار افراد کو مفت علاج کی سہولت حاصل ہوئی، آپ کی طبی مہارت سے مختلف راجاؤں نے فائدہ اٹھایا۔

امام وخطیب:

تکمیل حفظ کے بعد آپ نے کوتوالی میں تراویح میں قرآن سنایا، سلطانہ رضیہ بیگم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں آپ امام جمعہ تھے اور فاطمان کی عیدگاہ میں آپ امام عیدین مقرر ہوئے۔(۱)

معمولات زندگی:

آپ عابد وزاہد اور پابند شرع تھے، نہایت سادہ مزاج، متواضع، خوش اخلاق اور علم وفضل کے پیکر تھے، طبیعت میں سادگی اس قدر تھی کہ آپ کی آرام گاہ میں ایک پلنگ بچھا رہتا تھا مگر آپ اکثر وبیشتر زمین ہی پر سوتے، گوشہ نشینی کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ اسی میں آپ سکون وراحت محسوس کرتے تھے، اپنے معمولات کے بے حد پابند تھے، قرآن پاک برابر تلاوت کرتے، کچھ دیر مطب میں گذارتے، پھر ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ چلے جاتے، دوپہر کو قیلولہ کرنے کے بعد حدیث کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے، مغرب کی نماز کے بعد اوراد ووظائف میں مشغول ہو جاتے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد گھر واپس چلے جاتے۔

سفر حج:

۷/شوال ۱۳۲۵ھ پنجشنبہ کو حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے اور ۱۳/ذی قعدہ کو مکہ مکرمہ پہونچے، فریضۂ حج سے فراغت کے بعد ۱۳/محرم الحرام ۱۳۲۶ھ کو مدینۃ النبی پہونچے اور مسجد نبوی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اولاد:

مولانا نے تین شادیاں کیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو نو اولاد عطا فرمائی، ۳/صاحبزادیاں اور چھ صاحبزادے، آپ کے دو صاحبزادے مولانا عبدالحمید مکیؒ اور مولانا عبدالمعید بنارسیؒ عالم باعمل گذرے ہیں۔

مرض ووفات:

ماہ صفر ۱۳۵۶ھ اتوار کے روز بعد نماز عصر طبیعت میں کمزوری اور سستی بڑھتی گئی،

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص:۳۶۶

اس کے کچھ ہی دنوں پہلے آپ کی آواز نحیف ہوگئی تھی، خاص وعام میں سے جس کو بھی مولانا کی علالت کا پتہ چلتا، عیادت کے لیے حاضر ہوتا، علاج کا سلسلہ برابر جاری رہا مگر نقاہت وکمزوری بڑھتی گئی، ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' بالآخر ۲۰/صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء یکشنبہ کو علم کا یہ نیر تاباں ہمشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اِنا للہ وِ انا اِلیہ راجعون۔(۱)

مولانا کی تدفین ان کے آبائی قبرستان ''دھنسرا'' میں عمل میں آئی۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔(۲)

(۱) اہل حدیث امرتسر ۱۴/مئی ۱۹۳۷ء

(۲) مولانا کے بارے میں کچھ باتیں حاجی محمد ادریس صاحب راجہ پورہ نے بتائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالمعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۲۹ھ= ۱۹۱۱ء وفات: ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۰ء)

مولانا عبدالمعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق علمی خاندان سے تھا، آپ کے والد ماجد ماہر طبیب اور جلیل القدر عالم تھے، اور آپ کے بڑے بھائی بھی عالم دین تھے۔

نام ونسب وغیرہ:

آپ کا نام عبدالمعید المعروف بہ مفتی (گھریلو نام مفتی تھا) کنیت ابوعبیدہ ہے، سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

عبدالمعید بن عبدالمجید بن عبدالقادر بن سردار باب اللہ۔

آپ کی ولادت ۲/شوال ۱۳۲۹ھ بروز شنبہ مطابق ۲۶/ستمبر ۱۹۱۱ء بوقت ۷/ بجے صبح محلّہ امیا منڈی بنارس میں ہوئی اور یہیں نشو نما پائی۔

بروز ہمایوں و وقت سعید
بیامد پس عید عبدالمعید

تعلیم:

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور والدہ ماجدہ سے قرآن مجید پڑھا، اردو اور فارسی کی کتابیں اپنے والد مولانا حکیم عبدالمجید بنارسی (م۱۳۵۶ھ) سے پڑھیں، پھر جامعہ رحمانیہ مدن پورہ میں حافظ عبدالقدیر بہاریؒ مدرس جامعہ رحمانیہ بنارس سے حفظ قرآن شروع کیا اور مختصر مدت میں حفظ مکمل کرلیا، تکمیل حفظ کے بعد جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۶۴ھ) سے عربی تعلیم حاصل کی، فارسی زبان کی تکمیل ماہر لسان فارسی حضرت مولانا سید اکبر علی بنارسیؒ (م۱۳۶۷ھ) سے کی، بعض

کتابوں کا درس مولانا محمد عمر صاحب اعظمی (م۱۳۶۱ھ) سے لینے کے بعد مزید تعلیم کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت مولانا مفتی عبدالقادر فرنگی محلی (م۱۳۷۹ھ) وغیرہ سے علوم وفنون کی تکمیل کی، اور اپنے قیام لکھنؤ کے دوران فن ہیئت میں مہارت حاصل کرنے کے لیے مولانا سید علی زینبی امروہیؒ (م۱۳۶۷ھ) سے ملاقات کی، ان سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا، تو مولانا زینبیؒ نے فرمایا میرے پاس وقت نہیں ہے، بہت اصرار کرنے پر مولانا نے کہا کہ میں ڈھائی بجے دوپہر میں قیلولہ کے وقت میں کچھ وقت دے سکتا ہوں، شدید گرمی کا زمانہ تھا، اور تقریبا ایک میل کا فاصلہ طے کر کے مولانا کو پہنچنا تھا مگر شوق کا یہ عالم کہ وقت کی پابندی کے ساتھ برابر حاضری دیتے رہے، لکھنؤ میں اس وقت شیعہ، سنی فساد عروج پر تھا، راستہ میں شیعوں کے محلّہ سے گزرنا پڑتا تھا، سنیوں کے قتل کا خطرہ رہتا تھا مگر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر وہ اپنے استاذ مولانا زینبیؒ کی خدمت میں پہنچتے، مولانا زینبیؒ نے مولانا کے ذوق، شوق اور جذبہ کی قدر کی اور پوری توجہ سے پڑھایا۔

فن حدیث میں اپنے والد ماجد حکیم عبدالمجید صاحبؒ (م۱۳۵۶ھ) سے استفادہ کیا، دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں بھی داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۹۴ء) سے علم حدیث حاصل کیا۔

درس وتدریس:

مولانا ایک اصولی آدمی تھے، زندگی کے تمام شعبوں میں خواہ وہ گھر کے اندر ہوں یا عوام الناس کے درمیان، علماء کی مجالس میں ہوں یا درس گاہ میں ایک مثالی حیثیت رکھتے تھے، مولانا نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گذار دی، اور چند ایک سال کے علاوہ تقریبا زندگی بھر اہل حدیث درسگاہوں سے جڑے رہے، اوائل ۱۳۵۶ھ سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا، جب آپ کے بڑے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی مولانا عبدالحمید صاحب مکی (م۱۴۰۶ھ) سفر حج پر گئے تو ان کی جگہ پر جامعہ مظہرالعلوم بنارس میں درس دیا، اس کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس ہوکر تشریف لے گئے، پھر جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں ۱۳۶۰ھ میں مدرس ہوئے، مدرسہ سلفیہ مان بھوم اڑیسہ میں تدریسی خدمت انجام دی، دلال پور بنگال میں بھی کچھ سالوں تک مدرس رہے، الجامعۃ الاسلامیہ فیض عام مئو میں بھی تقریبا دس سال ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۶ء تدریسی خدمات پر مامور رہے، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمانیؒ (م۱۹۹۴ء) کے مشورہ پر جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس تشریف لائے اور ۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۰ء تک، زندگی کے آخری لمحہ تک جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

احساس ذمہ داری:

آپ صاحب استعداد، اعلی علمی صلاحیت کے مالک تھے، یوں تو آپ کو معقولات کا ماہر اور امام سمجھا جاتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ ہر فن میں گہری نگاہ رکھتے تھے مسائل میں علماء کے مرجع تھے اور جب کوئی گفتگو کسی چیز کے سلسلے میں چلتی تو پوری معلومات بیان کرکے سامع کو قانع کردیتے، وفات کے بعد جامعہ سلفیہ کے بڑے بڑے اساتذہ نے اپنے دکھ کا اظہار کیا اس سلسلے میں مولانا محمد رئیس صاحب ندوی کا جملہ بہت دوٹوک ہے کہ ''مولانا جب تک حیات تھے ہم کو اپنے سوالات کے جواب نقدا نقد مل جاتے تھے اب ہم کس کی طرف رجوع کریں گے۔'' آپ جہاں بھی رہے ہمیشہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مستعد رہے، اور وقت کی پابندی کو ملحوظ رکھتے، اس لیے اہل مدارس ہمیشہ ان کی قدرومنزلت کرتے اور عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، راقم کو ان سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، تعطیل کے بعد مولانا کا یہ دستور تھا کہ پہلے روز درسگاہ میں حاضر ہوتے اور درس کا سلسلہ شروع کردیتے خواہ

ایک ہی طالب علم کیوں نہ ہوتا، آج یہ احساس ذمہ داری ہم سے آہستہ آہستہ رخصت ہوتا جارہا ہے۔

حاجی محمد ادریس صاحب راجہ پورہ والے بیان کرتے ہیں کہ ''مولانا مظہرالعلوم میں مدرس تھے اور پاس ہی میں ایک مکتبہ امین بکڈپو' کے نام سے کھولے ہوئے تھے، لوگ آتے اور کتابیں خریدتے جاتے لیکن جوں ہی گھنٹی کا وقت قریب ہوتا مکتبہ بند کرکے فورا مدرسہ چلے آتے، ان کے نزدیک وقت کی پابندی بڑی اہم چیز تھی اور اس کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، مولانا فرماتے تھے کہ میرا پیسہ اسی وقت حلال ہوگا، جب میں پوری ذمہ داری سے تعلیم دوں گا اور محنت ومشقت سے طلبہ کو پڑھاؤں گا۔''

مولانا برابر ''تصریح'' کے درس کے دوران اپنے عزیز طلبہ اور شاگردوں کو دشاسمیدھ گھاٹ کے اس مقام پر لے جایا کرتے تھے جہاں ایک رصدگاہ ہے اور دھوپ گھڑی وغیرہ نصب ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ جامعہ میں بھی ایک دھوپ گھڑی نصب کردی جائے۔

مولانا اپنے شاگردوں سے بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے اور ہر طرح سے انہیں فیض پہنچانا چاہتے تھے، کسی نہ کسی طالب علم کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور طلبہ پر کمال شفقت ومحبت کی وجہ سے کبھی کبھار طلبہ کی دعوت بھی کیا کرتے تھے۔

احترام اساتذہ:

آپ اپنے اساتذۂ کرام کا غایت درجہ احترام کرتے، اور ان کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار رہا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے استاد مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ پر اخیر عمر میں جب فالج کا حملہ ہوا تو مرض الموت میں مولانا عبدالمعیدؒ نے استاد کی خدمت کا حق ادا کردیا۔

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب شیخ الجامعہ فیض عام مئو حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مولانا موصوف کے حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مخلصانہ تعلق اور عقیدت کے بارے میں یہ قابل ذکر ہے کہ مولانا کے مدرسہ فیض عام میں قیام کے دوران حضرت شیخ الحدیثؒ جب بھی کسی ضرورت سے مئو یا مدرسہ میں آتے اور دن میں کچھ دیر قیام کی ضرورت ہوتی تو عموماً حضرت مولانا کے پاس ان ہی کی درس گاہ میں قیام اور آرام فرماتے، اور مولانا فرط ادب واحترام اور خدمت کے لیے گویا بچھے رہتے، مگر فرائض مدرسہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہونے دیتے اور اس موقع کو درس کے ناغہ کا بہانہ نہیں بننے دیتے تھے، درس گاہ کے بجائے مسجد میں درس دیتے تھے مگر ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے"۔

تواضع وخودداری:

مولانا بڑے متواضع ، منکسر المزاج، سادگی پسند اور خوددار تھے، خودداری کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرتے ، بہت ہی کفایت شعار اور قناعت پسند تھے، قلیل تنخواہ پر گذارہ کرتے نیز اپنی تصنیفات خود اپنے خرچ سے شائع کراتے تھے، سادگی اس قدر تھی کہ اجنبی شخص دیکھ کر سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ آپ عالم دین ہوں گے، آپ کا لباس کرتا، تہبند اور ٹوپی ہوتا کبھی کبھار پائجامہ بھی پہنتے تھے، آپ بڑے خلیق اور ملنسار تھے، اساتذہ کے ساتھ ان کا تعلق برادرانہ تھا، ہر پندرہ روز پر ان کو چائے پر مدعو کرتے اور آپ کا یہ عمل اخیر عمر تک جاری رہا، شہرت اور نام ونمود سے بہت بچتے تھے، جب آپ کا سفر حج کا ارادہ ہوا، چپکے سے اٹھے اور چلے گئے اور سفر حج سے واپس ہوئے تو کسی کو خبر نہ ہونے دی، مولانا کو دروغ گوئی اور کذب بیانی سے سخت نفرت تھی، اس سلسلے میں ان کا ایک بڑا عجیب واقعہ ہے جو اس دور کے لوگوں کے لیے باعث عبرت ونصیحت ہے، ہوا یہ کہ مولانا نے ایک بار پھر بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کیا غالباً یہ ۱۹۷۶ء کا واقعہ ہے یہ وہ زمانہ تھا کہ جو لوگ پہلے حج کر چکے ہوتے تھے ان

کے لیے مرکزی حکومت کی جانب سے پانچ سال تک حج نہ کرنے کی پابندی عائد تھی، چنانچہ مولانا کے لیے کچھ بارسوخ حضرات نے حج کمیٹی سے سفارش کی کہ مولانا کے لیے خصوصی اجازت دی جائے، اس پر حج کمیٹی والوں نے کہا کہ اگر مولانا یہ کہہ دیں کہ میں نے پہلے حج نہیں کیا ہے تو ان کو اجازت مل سکتی ہے، لیکن مولانا کے سامنے جب یہ تجویز پیش کی گئی تو انہوں نے صراحۃً انکار کر دیا اور یہ کہا کہ نیک کام کرنے کے لیے ایک گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر میرا ضمیر آمادہ نہیں ہوتا۔

کتاب وسنت پر عمل:

مولانا اپنے تمام بھائیوں میں تدبر وفراست میں ممتاز تھے، نہایت فراخ دل اور ایثار پسند تھے، تقوی طہارت، رفتار وگفتار اور عزلت نشینی میں اپنے والد محترم مولانا عبدالمجیدؒ صاحب کے نمونہ تھے، لغو کام تو دور کی بات ہے، فضول باتوں میں وقت صرف کرنا بھی بہت ناگوار تھا، سنت کے پابند تھے، جس طرح آپ نے تدریس کا فریضہ اہل حدیث مدارس میں انجام دیا اسی طرح آپ نے تراویح بھی اہل حدیث مسجد میں پڑھائی اور برابر گیارہ رکعت مع وتر پڑھاتے رہے۔ تراویح آپ نے مسجد اہل حدیث دارانگر و مسجد اہل حدیث جمال الدین پورہ میں پڑھائی، نماز اول وقت میں پڑھنے کو افضل سمجھتے تھے اور اسی پر مولانا کا عمل بھی رہا، اپنے بیٹے عبدالعزیز سے کہتے کہ میں نے تم کو جامعہ سلفیہ میں اس لیے داخل کیا ہے تاکہ تم کتاب وسنت کو سمجھو اور اس پر عمل کرو، چنانچہ آج وہ کتاب وسنت کا عامل ہے۔

مولانا کی زندگی کا دلچسپ واقعہ:

مولانا کی شادی کے بارے میں حاجی محمد ادریس صاحب راجہ پورہ والے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ: "مولانا کی شادی کا مسئلہ طے ہوگیا اور مع رشتہ دار مولانا اپنے سسرال پہنچے، نکاح پڑھانے کا معاملہ سامنے آیا تو مولانا نے کہا کہ نکاح ہمارے استاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری احمد سعید صاحب پڑھائیں گے، ان کے سسرال والوں نے کہا کہ نہیں نکاح ہمارا آدمی پڑھائے گا، صورت حال بڑی نازک ہوگئی ہر فریق اپنی بات پر مصر رہا آخر میں مولانا کے استاد قاری احمد سعید صاحب نے کہا اچھا چلئے آپ ہی کا آدمی نکاح پڑھائے گا لیکن مولانا تیار نہ ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا واپس چلے آئے اور پھر آپ کا نکاح میری بھانجی سے ہوا جو اہل حدیث ہے اور اب تک حیات ہے اور ماشاءاللہ اس سے کئی لڑکے ہیں۔

شاگرد:

مولانا کے شاگرد بے شمار ہیں ذیل میں ان کے چند شاگردوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) جناب مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی شیخ الجامعۃ السلفیۃ، بنارس (۲) جناب مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری (۳) جناب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن صاحب ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ، بنارس (۴) جناب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ازہری (مقیم حال لندن) (۵) جناب مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب فیضی شیخ الجامعہ فیض عام مئو (۶) جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلفی مدرس جامعہ سلفیہ، بنارس (۷) جناب مولانا عبدالوہاب صاحب حجازی ایڈیٹر ''محدث'' بنارس (۸) جناب شیخ عبدالباری صاحب سلفی (مقیم حال ریاض یونیورسٹی)

تصنیف وتالیف:

آپ درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، پوری زندگی تعلیم وتدریس میں گذار دی، اس لیے آپ کو ابتدائی تعلیم کی مشکلات کا جو تجربہ ہوا اس کے پیش نظر ایسی چھوٹی کئی کتابیں لکھیں جو عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے انتہائی نفع بخش اور مفید ہیں، مولانا نے تواضع کی وجہ سے

اپنی بہت سی تصنیفات کو ترجمہ کا نام دیا ہے، لیکن درحقیقت وہ ترجمہ نہیں بلکہ مستقل تصنیف ہیں، اور اس فن کی بہت ساری تصنیفات کا خلاصہ ہیں دوسری کتابوں میں اتنا مواد یکجا نہیں مل سکتا، تصنیفات میں درج ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

(۱) اردو کا آسان قاعدہ (۲) عربی کا آسان قاعدہ (۳) مصادر (۴) آسان خوشخطی (۵) فرہنگ ''اردو زبان کی پہلی کتاب'' مولوی محمد اسماعیل میرٹھیؒ (۶) فصول اکبری مع حاشیہ اصغری (۷) امین الیسری (۸) اردو میزان منشعب (۹) امین الصرف (۱۰) امین النحو (۱۱) امین المنطق (۱۲) امین الادب (۱۳) امین الہدایہ (۱۴) امین الکافی (۱۵) السیر الحثیث فی علم الحدیث (۱۶) دائمی اسلامی جنتری (۱۷) أمین الصیغہ۔

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین نرینہ اولاد عطا فرمائی تھی جن کے نام یہ ہیں: (۱) حافظ عبیدالرحمٰن (۲) عبیداللہ (۳) عبدالعزیز ایم اے عربی، یہ تینوں اپنے کاروبار میں مصروف ہیں اور عبدالعزیز کتاب وسنت کی ترویج واشاعت میں سب سے آگے ہیں اور دینی جذبہ رکھتے ہیں۔

مرض ووفات:

اکثر آپ کی صحت خراب رہا کرتی تھی لیکن جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی اس کا زمانہ طویل تھا، علاج کے لیے کوئی کسر انہوں نے باقی نہیں رکھی لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ بالآخر ۱۳/صفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۲/دسمبر ۱۹۸۰ء دوشنبہ کو جامعہ سلفیہ بنارس سے اپنے دولت کدہ پر آگئے اور اسی رات ۸/بج کر تین منٹ پر روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی ''اناللہ وانا الیہ راجعون''۔

دوسرے روز نماز ظہر سے پہلے تجہیز وتکفین عمل میں آئی اور اپنے آبائی قبرستان ڈھنسرا میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی شیخ الجامعہ (مرکزی دارالعلوم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنارس نے پڑھائی۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مراجع

(۱) ذاتی معلومات
(۲) شخصی استفسارات
(۳) مقدمہ أمین الصیغہ

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۴۲ھ-۱۹۲۴ء وفات:۱۴۱۰ھ=۱۹۸۹ء)

نسب نامہ:

مولانا عبدالوحید بن حاجی عبدالحق بن حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

ولادت: ہندوستان کے شمالی حصہ دریائے گنگا کے کنارے پر واقع شہر بنارس کے جنوبی محلّہ مدن پورہ میں ۱۴/ جمادی الآخرۃ ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۳/جنوری ۱۹۲۴ء بروز چہار شنبہ ایک مال دار، متدین اور با اثر گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کے دادا حافظ عبدالرحمٰن صاحب (م ۱۹۳۵ء) ایک متمول، دیندار اور سخی وفیاض انسان تھے، آپ رئیس بنارس کے نام سے مشہور تھے، فقراء ومساکین، یتیم وبیوہ اور خویش واقارب کا تعاون اور ان کی مدد کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا، چنانچہ اہلحدیث امرتسر آپ کے بارے میں رقم طراز ہے:

”مرحوم نہایت پکے دین دار، صوم وصلاۃ کے پابند، تہجد گزار اور نہایت خوش اخلاق، بڑے مہمان نواز، سراپا انکسار تھے، مرحوم مہمان بےنوا کی خدمت گزاری خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے، مرحوم مذہب اور قوم کے خادم اور غمگسار تھے، آپ کے انتقال سے نہ صرف جماعت اہل حدیث بلکہ عام مسلمان بنارس کا نا قابل تلافی نقصان ہوا، مرحوم مذہبی اور قومی معاملہ میں نہایت دلچسپی سے حصہ لیتے تھے، چنانچہ بنارس میں ۱۹۳۱ء کے ہندو مسلم فساد کے موقع پر آپ ہی کی ذات سے مدن پورہ میں امن قائم رہا اور جب ہندو دکان داروں نے کھانے کی رسد بند کردی تو آپ ہی نے غلہ وغیرہ کا انتظام اپنے کو خطرہ میں ڈال کر نہایت حسن وخوبی سے کردیا، زلزلۂ بہار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موقع پر ایک معقول رقم فراہم کر کے متزلزلہ مقاموں پر ایک امدادی وفد بھیجا۔

”آپ علم دوست اور علماء کے بڑے قدر داں تھے، آپ نے زر کثیر صرف کر کے مدرسہ کی ایک نہایت شاندار عمارت تیار کرائی، ایام علالت میں مدرسین وطلباء کی اقامت کے لیے ایک وسیع عمارت پندرہ ہزار روپے خرچ کر کے خریدی، آپ ہی کی وجہ سے بنارس کے اہلحدیثوں کے لیے عیدگاہ کی ایک نہایت وسیع زمین خرید جاسکی، نیز آپ کا پکا ارادہ تھا کہ اپنی مسجد کی توسیع اور مدرسہ کو چندہ سے ہمیشہ کے لیے مستغنی کر دیں، افسوس کہ عمر نے وفانہ کی ورنہ اس کی تکمیل بھی آپ ضرور فرماتے، کچھ جائداد مدرسہ کے متعلق کر دی ہے، دینی علوم کے ساتھ آپ مروجہ تعلیم کے بھی حامی تھے، چنانچہ مسلم ہائی اسکول (للہ پورہ) کو جونزع کی حالت میں تھا انتقال سے چندروز پہلے ایک کافی رقم دے کر اس کے استحکام کی صورت قائم کر دی“۔ (۱)

حاجی حافظ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (م ۱۹۳۵ء) کے تین صاحبزادے تھے:

(۱) مولانا عبدالاحد صاحب رحمہ اللہ (۲) مولانا عبدالمتین صاحب رحمہ اللہ (۳) حاجی عبدالحق صاحب رحمہ اللہ۔

مولانا عبدالاحد صاحب ؒ (م ۱۹۶۱ء) بہت ہی خوش اخلاق، صاحب لطف وکرم اور غریب پرور تھے۔ دوسرے مولانا عبدالمتین صاحب ؒ (م ۱۹۶۴ء) ایک جلیل القدر عالم اور ائمہ سلف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں کا گہرا مطالعہ رکھتے، علم تفسیر اور تاریخ وسیر پر انھیں کافی عبور تھا، جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ کے بہترین خطیب اور ولولہ انگیز، بصیرت افروز مقرر تھے اور تیسرے حاجی عبدالحق صاحب ؒ جو بہت ہی کم سخن اور کم آمیز تھے۔

انہیں حاجی عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند مولانا عبدالوحید صاحب

(۱) اہل حدیث امرتسر ۱۶؍ اگست ۱۹۳۵ء

سلفی رحمہ اللہ تھے جو شکل وصورت میں بڑے ہی حسین وجمیل تھے، اور ان کو قد وقامت بھی بہت موزوں اور معتدل عطا ہوا تھا، قدرت نے انھیں حسن وجمال کے ساتھ حسن اخلاق سے بھی نوازا تھا، اور اخلاق عالیہ کا پیکر ومظہر بنایا تھا ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں (۱)

تعلیم وتربیت:

آپ کا گھرانا شرافت ومروت، اخلاق وتہذیب اور سخاوت وفیاضی میں بڑا مشہور ہے، آپ کی تربیت آپ کے والد محترم حاجی عبدالحق رحمہ اللہ کی نگرانی میں ہوئی اور تعلیم بنارس کے معروف ومشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ میں از ابتدا تا انتہا بزرگ اساتذہ کرام کی نگرانی میں ہوئی۔

اساتذۂ کرام:

مولانا کے مشہور اساتذہ کرام میں مولانا محمد منیر خاں ؒ (م ۱۹۴۵ء)، مولانا عبدالغفار حسن رحمانی ؒ (م ۲۰۰۷ء)، مولانا عبدالمجید الحریری ؒ (م ۱۹۷۲ء)، مولانا ابو القاسم صاحب ؒ (۱۹۶۵ء) والد ماجد سابق شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید ؒ (م ۱۹۹۷ء)، مولانا حبیب اللہ پیغمبر پوری ؒ (م ۱۹۴۱ء)، مولانا عبیداللہ عنبر بہاری ؒ (۱۹۵۶ء) اور ماسٹر اکبر بنارسی ؒ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

آپ نے صحیحین کا درس مولانا محمد منیر خاں بنارسی رحمہ اللہ سے لیا۔ مولانا عبد الغفار حسن رحمانی ؒ (م ۲۰۰۷ء) سے فقہ وتفسیر اور معقولات کی کتابیں پڑھیں، مولانا عبدالمجید الحریری ؒ (م ۱۹۷۲ء) سے ادب کی کتابوں کا درس لیا، ماسٹر اکبر بنارسی ؒ آپ کے انگریزی کے استاد تھے اور مولانا حبیب اللہ صاحب ؒ سے آپ نے فارسی کی کتابیں پڑھیں، قرأت اور تجوید کا علم آپ نے قاری احمد سعید ؒ (م ۱۹۶۴ء) سے

(۱) ماہنامہ محدث خصوصی شمارہ، جنوری، فروری ۱۹۹۱ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کیا اور اس طرح جامعہ رحمانیہ بنارس سے ۳۰؍جون ۱۹۴۴ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔(۱)

مشغلہ:

مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ کا تعلق رئیس خاندان سے تھا، آپ کا گھرانا ''تاجا بیوپاری'' کے نام سے مشہور تھا، بنارسی ساڑی کی تجارت ان کا آبائی پیشہ تھا، آپ نے بھی وہی پیشہ اپنایا اور بنارسی ساڑی کی تجارت میں مصروف ہوگئے اور کاروبار بڑے اعلی پیمانہ پر ہونے لگا، اللہ تعالی نے خوب خوب برکت عطا فرمائی۔ سات بھائی ایک ساتھ کاروبار کرتے تھے، بڑا اتحاد واتفاق تھا، فرم کا نام رحمٰن سلک میوزیم تھا جو آج بھی مشہور ہے۔

تجارتی مصروفیات اور کاروباری لین دین کے باوجود جمعیت وجماعت کے کاموں سے کبھی غافل نہیں رہے بلکہ شروع ہی سے آپ کو دینی کاموں سے دلچسپی تھی، آپ کو ذمہ داری کا احساس تھا، چونکہ ذہین وفطین، دوررس اور دوربین تھے، معاملات فہمی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اس لیے آپ کے خاندان کے بزرگوں کی نظر انتخاب آپ پر پڑنے لگی تھی۔

جامعہ رحمانیہ کی نظامت:

مدرسہ جامعہ رحمانیہ جو بنارس کا معروف ومشہور ادارہ ہے، اپنے ابتدائی دور میں بزرگ اساتذہ کرام کی کوششوں اور اخلاص کی برکتوں سے بڑا معیاری اور مثالی ادارہ تھا، دور دراز کا سفر کرکے طلبہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے جامعہ رحمانیہ بنارس کا رخ کرتے تھے، پرائمری درجوں میں بھی اچھے اساتذہ کی اچھی کارکردگی کی وجہ سے ہر مکتب فکر کے لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے لیے اس مدرسہ میں پڑھانا اپنے لیے

(۱) ریکارڈ جامعہ رحمانیہ

باعث فخر سمجھتے تھے۔

۱۹۶۰ء سے پہلے اس مدرسہ کے ناظم جناب مولانا عبدالمتین ؒ (م ۱۹۶۴ء) تھے، ۴؍دسمبر ۱۹۶۰ء کو مولانا عبدالوحید صاحب سلفی ؒ کو اس مدرسہ کا ناظم بنایا گیا، اس وقت ان کی عمر چھتیس سال تھی، آپ نے اپنے دور نظامت میں مدرسہ کی بہت کچھ اصلاح کی، اساتذۂ کرام کی تنخواہوں میں اضافہ کیا، طلبہ کی برابر نگرانی کرتے رہے، اس کے لیے اکثر وبیشتر دارالاقامہ جایا کرتے تھے، بالخصوص نماز فجر کے بعد نماز نہ پڑھنے والے طلبہ کو سخت تنبیہ کرتے، آپ نے مدرسہ کے تعلیمی وتربیتی معیار کو بلند کیا، جس سے مدرسہ کو کافی شہرت ہوئی، ناظم صاحب ؒ ۶؍شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۴؍نومبر ۱۹۶۶ء تک جامعہ رحمانیہ کے ناظم رہے۔(۱)

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کی نظامت:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا سنگ بنیاد مملکت سعودیہ عربیہ کے سفیر محترم جناب یوسف عبداللہ الفوزان رحمہ اللہ کے دست مبارک سے ۱۲؍رجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۹؍نومبر ۱۹۶۳ء کو رکھا گیا، تاسیس کے موقع پر اہالیان بنارس اور ہندوستان کی جماعت اہل حدیث کے باوقار علماء کرام اور اصحاب خیر اور محسنین بھی شریک تھے، مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام سے ہندو بیرون ہند کے اہلحدیثوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جماعت اہل حدیث کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا، فللہ الحمد والمنۃ.

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی ؒ جامعہ سلفیہ کی تاسیس کے وقت انجمن جامعہ رحمانیہ کے ناظم اعلی تھے۔

جامعہ سلفیہ کی بلڈنگ کی تعمیر آپ کی نگرانی میں شروع ہوئی، جامعہ کی بلڈنگ اور

(۱) ماہنامہ محدث خصوصی شمارہ، جنوری، فروری ۱۹۹۱ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد کے نقشہ وڈیزائن میں آپ کی ذہانت کا بڑا دخل تھا، مولانا کو اللہ تعالی نے فن تعمیر میں شاہجہانی ذوق عطا فرمایا تھا، مرکزی دارالعلوم کی حسین وجمیل اور بلند بالا عمارتیں آپ کے ذوق کی آئینہ دار ہیں، فن تعمیر میں آپ پورے خاندان میں یکتا، بے نظیر اور بے مثال تھے، جزاه الله أحسن الجزاء.

جامعہ میں تعلیمی افتتاح:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) میں اتر جانب پانچ کمرے کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۲۷/۲۸/ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۱/۲۲/ مارچ ۱۹۶۶ء بروز دوشنبہ وسہ شنبہ مرکزی دارالعلوم کا تعلیمی افتتاح بڑے شاندار اور اعلی پیمانہ پر ہوا تھا۔ اس افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے محترم شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ (م ۱۴۱۹ھ) وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نمائندہ خاص شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد رحمہ اللہ پروفیسر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، اس افتتاحی تقریب میں ہندو بیرون ہند کے علماء وفضلاء شریک ہوئے تھے۔ (۱)

جامعہ نے پچاس سال پورے کر لیے، شروع سے اب تک تعلیم وتربیت، تصنیف وتالیف، خطابت وصحافت کے میدان میں رواں دواں ہے اوران شاء اللہ آگے بھی رواں دواں رہے گا، کتنے اساتذۂ کرام اور ذمہ داران جامعہ دنیا سے دار آخرت کو سدھار گئے، لیکن اس میں کتاب وسنت کی تعلیم جاری ہے۔

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ یوم تاسیس سے لے کر اخیر تک جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس جیسے ادارہ کی نظامت عظمی کے اعلی منصب پر فائز رہے۔

(۱) ریکارڈ جامعہ سلفیہ

تقبل الله صالح أعماله وجعل الجنة مثواه.

جامعہ سلفیہ سے لگاؤ اور محبت:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس ہندو بیرون ہند کے اہل حدیثوں کی عظیم مرکزی درسگاہ ہے، اور ہمارے اسلاف اور بزرگان دین کے دیرینہ خواب کی تعبیر اور کاوشوں کا ثمرہ ہے، اس لیے جماعت کے ہر فرد کو جامعہ سے لگاؤ اور محبت ایک فطری چیز ہے، مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ جنہوں نے خون پسینہ سے جامعہ کو سینچا اور سنوارا تھا بھلا ان کو کیسے محبت نہ رہی ہوگی، ان کو تو جامعہ سے دلی لگاؤ، گہرا تعلق اور بے پناہ محبت تھی، آپ کو جامعہ کے درودیوار اور ایک ایک اینٹ سے محبت تھی، جامعہ کے متعلقین، علماء، طلباء، عوام وخواص سب سے محبت تھی، آپ کی ہمیشہ یہی آرزو رہی کہ جامعہ برابر شاہراہ ترقی پر گامزن رہے، خود بھی جامعہ کی ترقی کے لیے بیماریوں کے باوجود دن ورات لگے رہتے تھے، آپ نے جامعہ کے اندر جو آخری خطاب کیا تھا وہ آپ کے جذبات کا صحیح ترجمان ہے، آپ نے فرمایا تھا:

”یہ درودیوار اور میری زندگی، یہ لازم وملزوم ہیں، ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ اس کو الگ نہیں کیا جاسکتا، ذمہ داریوں کا سنبھالنا، اسے پورا کرنا یہ ایک ایسا فریضہ ہے اور بحیثیت مسلمان ہونے کے ہر مسلمان کو جب کوئی ذمہ داری دی جاتی ہے تو اس کی ادائیگی امانت داری کے ساتھ کرنے کے لیے اپنے شب وروز کو بالکل قربان کردینا پڑتا ہے“۔

”سب برابر ہیں اور سب کو برابر بن کے رہنا ہے، عہدہ کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ہر شخص کا فرض ہے کہ ہم نے اگر کسی کے ذمہ کوئی عہدہ دیا ہے، کوئی ذمہ داری دی ہے تو اس کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے بھی ہم کوشش کریں ورنہ وہ اکیلا ادا نہیں کر پائے گا، میری بھی یہی گزارش ہے“۔ (۱)

(۱) ریکارڈ جامعہ سلفیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جامعہ سے لگاؤ اس حد تک تھا کہ برابر جامعہ کی ترقی اور علمی معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کے لیے علماء کرام سے رابطہ رکھتے، مشورہ طلب کرتے، جامعہ میں دلچسپی لینے کے لیے خطوط لکھتے، اس سلسلے کا ایک خط جو آپ نے مولانا محمد مئوی حفظہ اللہ سابق شیخ الجامعہ جامعہ عالیہ عربیہ کے نام لکھا ہے نقل کر دینا مناسب ہوگا۔

"مرکزی دارالعلوم جماعت کی امانت ہے، اور جماعت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ اس میں دلچسپی لے، حقیقت میں آپ حضرات کی توجہ اور تعاون ہی سے یہ کام اتنا بڑھ سکا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں خلوص اور عمل میں سچائی پیدا کرے، آمین۔ امید کہ آپ اچھے ہوں گے، اپنی خیریت سے مطلع کیجئے گا"۔(۱)

مرکزی جمعیت اہل حدیث سے لگاؤ:

چودھویں صدی ہجری کے اواخر میں مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند جو مختلف اسباب ووجوہ کی بنا پر بے جان ہوچکی تھی اور زوال کے بدترین دور سے گزر رہی تھی، ایسے آزمائش کے دور میں جماعت کی باگ ڈور شعبان ۱۳۹۹ھ میں آپ کے سپرد کی گئی، آپ نے اس میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور تمام مشکلات پر انتہائی حسن وخوبی سے قابو پاتے ہوئے اسے فعال اور سرگرم کردیا، آپ کے گیارہ (۱۱) سالہ دور امارت میں تین مرتبہ جمعیت کا انتخاب ہوا اور ہر بار آپ کو باتفاق رائے جمعیت کا امیر منتخب کیا گیا۔ آپ کے دور امارت میں جمعیت نے ترقی کے بہت سارے مراحل طے کیے اور خصوصا داخلی وخارجی رابطے استوار کیے۔

شعبان ۱۴۰۵ھ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام شہر بنگلور (کرناٹک) میں ایک عظیم عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں عرب وعجم کی مقتدر شخصیتوں نے شرکت کی، اس کانفرنس کی صدارت کے لیے بھی آپ ہی کو منتخب کیا

(۱) محدث جنوری فروری ۱۹۹۱ء

گیا۔

اکتوبر ۱۹۸۹ء کو مرکزی جمعیت الشبان اہل حدیث کی عظیم کانفرنس دہلی میں آپ ہی کے ایماء پر منعقد ہوئی اور اس کی صدارت بھی آپ ہی نے کی۔

آپ متعدد مدارس اور مختلف اسلامی تنظیموں کے صدر تھے۔ اصلاح المساجد بمبئی کے نائب مدیر اور انڈین حج کمیٹی کے ایک معزز رکن تھے۔

عرب دنیا میں آپ کو خاص مقبولیت حاصل تھی۔ عرب مشائخ آپ کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مؤتمر رسالۃ المساجد جو رمضان ۱۳۹۵ھ میں مکہ مکرمہ میں منعقد ہوا اس میں آپ مدعوئین خصوصی کی حیثیت سے شریک تھے۔

المؤتمر العالمي لتوجيه الدعوة والدعاة جو صفر ۱۳۹۷ھ میں جامعہ اسلامیہ میں منعقد ہوئی اس میں بھی آپ شریک رہے۔ نیز مؤتمر العالمي الأول لتعليم الإسلامي جو ۱۳۹۷ھ جامعۃ الملک عبدالعزیز کے زیر اہتمام مکۃ المکرّمۃ میں منعقد ہوئی اس میں بھی آپ شریک تھے۔(۱)

فضائل ومحاسن:

ناظم صاحب رحمہ اللہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، فہم وفراست اور اصابت رائے سے معمور، حکمت ودوراندیشی اور انتظامی صلاحیت سے بھرپور، جفاکش اور محنت ومسلسل جہد وعمل کے عادی، خیرخواہی وہمدردی کے خوگر اہل علم کے قدرداں اور مرتبہ شناس، تمام مکاتب فکر میں یکساں احترام کے مالک، تواضع خاکساری اور خوش مزاجی ان کی فطرت، وضع داری وبردباری اور صبر وضبط ان کا امتیازی وصف، غرض فضائل ومحاسن میں آپ کی ذات ایسی جامع تھی کہ میر کا یہ شعر آپ پر پوری طرح صادق آتا ہے۔

(۱) محدث کا خصوصی شمارہ ۱۹۹۱ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سراپا میں جس جا نظر کیجیے
وہیں عمر اپنی بسر کیجیے

آپ کے اندر طمطراق اور دھوم دھڑاک تو نہیں تھا لیکن ایک میر کارواں کے جو بنیادی اوصاف ہوتے ہیں، بلند نگاہی، دلنوازی اور جان سوزی وہ سب آپ کے اندر موجود تھی ے

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

انسان سے قصور وکوتاہی کا صدور اس کا خاصا ہے، اور اس پر تنقید اور انگشت نمائی بھی ایک امر طبعی ہے، اس سلسلہ میں ناظم صاحب رحمہ اللہ کی شان یہ تھی کہ ناقدین کی تنقیدوں اور کچھ رفقاء واخوان کی آپ کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں بے اعتدالیوں کے باوجود بھی آپ نے اپنی وضع داری ودلداری میں جہاں تک مجھے علم ہے کبھی فرق نہیں آنے دیا، ایسے لوگوں کے ساتھ بھی ہمیشہ عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے، اور دلنوازی ہی کا معاملہ کرتے رہے۔(۱)

ذہانت وحاضر جوابی:

۱۹۸۶ء کے اخیر کا واقعہ ہے کہ تین افراد پر مشتمل ایک کشمیری وفد جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس حاضر ہوا، جماعتی تعلق سے ان کے کچھ شبہات تھے، راقم شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی ؒ کے آفس میں موجود تھا، ان لوگوں نے اپنے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا چاہا، شیخ الجامعہ ؒ نے کہا کہ آپ کے سوالات کا جواب امیر محترم جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفی حفظہ اللہ دیں گے، یہ وفد امیر محترم کے پاس ان کے دولت کدہ مدن پورہ میں حاضر ہوا، اتفاق سے راقم کو بھی کسی

(۱) محدث جنوری فروری ۱۹۹۱ء

کام سے امیر محترم کے پاس جانا ہوا، دیکھا تو کشمیری وفد وہاں موجود تھا، چائے کا دور چل رہا تھا، وفد آپ سے سوال کرتا رہا تھا اور آپ بڑے اطمینان وسکون سے ان کے ایک ایک سوال کا جواب دیتے جارہے تھے، یہاں تک کہ ان کے شکوک وشبہات ختم ہوگئے اور وہ لوگ بالکل مطمئن ہوکر واپس ہوئے۔

ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب ؒ (م ۲۰۰۳ء) سابق شیخ الجامعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی ذہانت کے بارے میں سن رکھا تھا، لیکن جب میں نے اپنی آنکھوں سے اس امر کا مشاہدہ کرلیا تو رشک کی حد تک متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، فرماتے ہیں کہ اپنی ایک خاص علمی ضرورت کے تحت ناظم صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا، صبح کا وقت تھا، آپ متعدد منیموں کے ساتھ حساب وکتاب کی تفتیش میں مصروف عمل تھے، مجھے انتظار کرنے کا حکم ملا، چنانچہ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ بات دیکھی جو سن کر بمشکل تصدیق کی جاسکتی ہے، ہوا یوں کہ آپ ہر ایک کو حکم دیتے، وہ اپنا بہی کھاتہ کھول کر سامنے رکھتا اور آپ اس سے حساب وکتاب کی روداد سنتے، اور پھر زبانی طور پر اس کی غلطی پکڑتے اور شدید محاسبہ کرتے، اور یہی عمل ہر ایک کے ساتھ پیش آیا جبکہ ان کی تعداد پانچ یا چھ سے کم نہ رہی ہوگی، جب موصوف ان سے فارغ ہوکر اندر چلے گئے تو ہر ایک نے دوسرے کی جانب نہایت تھکے انداز میں مسکرا کر دیکھا اور اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھنا شروع کیا۔

حافظ عباس صاحب ؒ جو جامعہ کے رکن، منصرم اور ناظم صاحب رحمہ اللہ کے مشیر خاص تھے، فرماتے ہیں کہ جامعہ کے آمد وخرچ کا حساب پیش کرنے کے لیے مولانا عبدالوحید صاحب سلفی ؒ کو بمبئی جانا تھا، آپ کے ساتھ حاجی محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ، مولانا عبدالقدوس صاحب ناظم جامعہ رحمانیہ ؒ اور میں تھا، سوء اتفاق کہ ناظم صاحب رحمہ اللہ تمام کاغذات بھول گئے، لیکن راتوں رات پورا حساب اپنی یادداشت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قلمبند کرلیا اور صبح میٹنگ میں حساب پیش کردیا۔(۱)

حلم وبردباری اور تواضع:

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی چہرہ ہمہ وقت منور وروشن رہتا تھا جس سے بھی ملاقات کرتے ہنستے ہوئے چہرہ سے ملتے، پہلی ملاقات کے وقت سلام ومصافحہ پر قناعت نہیں کرتے، بلکہ اٹھ کر معانقہ کرتے، انتہائی خوش حال ومال دار ہونے کے باوجود کبر ونخوت سے بالکل دور تھے، جامعہ سلفیہ کی نظامت سے لے کر جماعت کی قیادت تک وہ تواضع وخاکساری کا مجسمہ تھے۔

جو لوگ مولانا موصوف کے قریب رہے ہیں، وہ ان کی شرافت، حسن اخلاق، تحمل وبردباری اور معاملہ فہمی کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان کی مجلس میں ایک بھائی کی محبت ایک بزرگ کی شفقت اور ایک رفیق کی رفاقت کا لطف بیک وقت محسوس ہوتا تھا، ان کا خلوص بے پایاں ہر ایک کے لیے عام تھا۔(۲)

علماء کا احترام اور طلبہ پر شفقت ومہربانی:

مولانا موصوف رحمہ اللہ اتنے عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود علماء کی انتہائی تعظیم وتوقیر کرتے تھے، اہل علم کی قدردانی آپ کا شیوہ تھا، بالخصوص جامعہ کے مدرسین سے عزت وشفقت کا برتاؤ کرتے تھے، ان کی دل شکنی انہیں گوارہ نہ تھی، آپ نے اپنے دور نظامت میں کسی استاد کو نوٹس نہیں دیا، بلکہ ان کی خدمت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے، جمعیت وجماعت کی میٹنگوں میں باہر سے آنے والے علماء کرام اور مہمانان عظام کی بڑی قدر کرتے تھے، ان کی اقامت وضیافت کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے، ان کی ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں

(۱) بروایت حافظ محمد عباسؒ   (۲) محدث کا خصوصی نمبر ۱۹۹۱ء

رہتے، طلبہ کی کسی قسم کی پریشانی ان کو گوارا نہ تھی، جامعہ میں طلبہ کے کھانے کے نظام پر خاص توجہ فرماتے، پاسپورٹ بنوانے اور بیرون ملک سفر کرنے کے لیے طلبہ کو اگر کوئی پریشانی آڑے آتی تو ہر طرح کا مادی ومعنوی تعاون فرماتے، اساتذہ اور طلبہ اور غیر تدریسی اسٹاف کے ساتھ ان کی نرم گفتاری وکرم گستری کا وطیرہ معروف تھا، چنانچہ ناظم صاحبؒ کے حسن اخلاق اور نرم گفتاری کے متعلق خاندان سعیدی کے آخری چراغ جناب مولوی عبدالمنان صاحبؒ (م ۲۰۰۸ء) کا بیان ہے کہ جہاں تک میری معلومات ہے ناظم صاحب اساتذہ تو اساتذہ کسی معمولی چپراسی کے ساتھ بھی سخت کلامی کرتے ہوئے اور پھٹکارتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ اساتذہ ہوں یا طلبہ سب کے ساتھ نرم روی، محبت اور شفقت ومہربانی سے پیش آتے تھے۔

جلال ووقار:

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے ایسا جلال ووقار اور رعب ودبدبہ عطا فرمایا تھا کہ جو لوگ آپ کو برا بھلا کہتے تھے یا جو لوگ آپ کے خلاف ہوتے تھے سامنے آتے ہی خاموش ہوجاتے اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے۔

دالمنڈی میں سلفیہ بلڈنگ کا جب تعمیری سلسلہ شروع ہوا، تو بڑے بڑے مشاکل سامنے آئے، غنڈہ قسم کے لوگ آتے اور دھمکیاں دیتے اور قتل تک کی وارننگ دے جاتے، ہاشم خان جو دیکھ ریکھ اور نگرانی کرتے تھے پریشان ہوجاتے، تھک ہار کر بیٹھ جاتے، ناظم صاحب رحمہ اللہ سے کہتے تو آپ ان کو صبر وشکر کی تلقین فرماتے، ان تمام امور کے باوجود، جب غنڈوں، بدمعاشوں کا سامنا آپ سے ہوتا تو آپ کے نورانی چہرہ اور رعب ودبدبہ سے مغلوب ہوجاتے اور نہ صرف یہ کہ زبان سے کوئی ناشائستہ بات نہ نکلتی بلکہ آپ کا پورا پورا ادب واحترام کرتے ہوئے گفتگو کرتے اور طویل معاملہ منٹوں میں حل ہوجاتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی شخصیت جماعت وجمعیت کے حق میں نقطۂ اتحاد کی حیثیت رکھتی تھی، آپ میں بڑی خوبی یہ تھی کہ تنظیم کی لڑی میں سب کو پروئے رکھا، اپنی دانشمندی اور تدبر سے جماعت کو اختلاف وانتشار اور دھڑے بندی کے ماحول سے پاک رکھا، شہر ہو یا دیہات، قصبہ ہو یا گاؤں سبھی لوگ آپ کا بڑا احترام کرتے اور عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اختلاف میں آپ ہی کو حکم مانتے تھے، چنانچہ بجرڈیہہ میں ایک مرتبہ مدرسہ احیاء السنۃ کے چند مسائل کو لے کر بڑا اختلاف ہوا، وہاں کے تمام لوگ آپ کے فیصلہ کو ماننے کے لیے تیار ہوگئے، ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دانشمندی کے ساتھ ایسا فیصلہ کیا جو سب کے لیے قابل قبول ہوا اور اختلاف ختم ہوگیا۔(۱)

امامت:

ایک بندۂ مومن کی ذمہ داریوں میں ایک اہم ذمہ داری مسجد میں امامت کی ہے، اس پرفتن اور پرآشوب دور میں کسی کا مستقل امامت کرنا بڑا مشکل ہوجاتا ہے، لیکن ناظم صاحب رحمہ اللہ نے مدن پورہ کی جامع مسجد اہل حدیث میں تیس سال تک امامت کی ذمہ داری کو انجام دیا، ۱۹۵۹ء میں مولانا عبدالاحد صاحب رحمہ اللہ (م۱۹۶۱ء) جب بیمار ہوگئے اور مرض برابر بڑھتا گیا تو یہ ذمہ داری ناظم صاحب رحمہ اللہ کو سپرد کردی، اللہ تعالی نے موصوف کو بلند دلکش اور شیریں آواز عطا کی تھی، لوگ آپ کی قرأت سے بڑا محظوظ اور متاثر ہوتے تھے، چنانچہ ڈونک ضلع چندولی کے رہنے والے شمس الدین کہتے ہیں کہ ”جب میں مدن پورہ میں تلاش معاش کے لیے آیا تو مجھے نماز پڑھنے کا اتفاق جامع مسجد اہل حدیث (طیب شاہ) میں ہوا، میں تو حنفی تھا، لیکن میں نے جب مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ کے باوقار اور پرنور چہرہ کو دیکھا، مزید برآں ہلکا ہلکا سا تبسم تو میری ذات پر بڑا اثر ہوا اور جب نماز فجر میں آپ کی

(۱) بروایت حاجی محمد یعقوب صاحب بجرڈیہہ

امامت میں نماز ادا کی تو آپ کی تلاوت جس میں سحر کا سا اثر تھا، مجھ پر وہ اثر ہوا کہ میں حنفیت سے تائب ہوکر اہل حدیث ہوگیا پھر تو مجھے کتاب وسنت والے اس مسلک میں اتنا لطف آیا کہ نہ صرف میں اہل حدیث رہا بلکہ مذہب حقہ کی ترویج واشاعت شروع کردی۔ الحمدللہ آج گاؤں میں اچھا اثر ہے“۔

عائلی زندگی:

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ کی شادی مولانا عبدالاحد بنارسی ؒ (م۱۹۶۱ء) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، موصوفہ ابھی باحیات ہیں، اللہ تعالی انھیں صحت وعافیت سے رکھے (آمین) بڑی نیک اور صالحہ ہیں، دکھی اور غریبوں کے لیے دردمند دل رکھتی ہیں، اہل علم کی قدرداں اور صوم وصلاۃ کی پابند ہیں۔

اللہ تعالی نے مولانا کو ۴/لڑکیاں اور دو لڑکے عطا فرمائے، جن کے نام یہ ہیں:

(۱) مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی (۲) مولانا عبیداللہ طاہر صاحب سلفی۔

مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے فراغت کے بعد بنارس ہندو یونیورسٹی میں بی، اے میں داخلہ لیا مگر تجارتی مشغولیت کی وجہ سے ڈگری نہ لے سکے۔ عرصہ سے جامعہ سلفیہ بنارس کے ناظم اعلی ہیں اور مولانا عبیداللہ طاہر صاحب جامعہ سلفیہ بنارس سے فراغت کے بعد جامعہ ام القری میں داخلہ لیا اور فراغت کے بعد بنارس واپس چلے آئے اور آبائی کاروبار بنارسی ساڑی کی تجارت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالی دونوں صاحبزادوں کو اپنے والد محترم کا سچا جانشین بنائے، آمین۔

علالت اور زندگی کے آخری ایام:

مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمہ اللہ کو ۷/مارچ ۱۹۸۹ء کو دل کا دورہ پڑا جس کے علاج کے سلسلے میں دس روز تک اسپتال میں بھرتی رہے، کمزوری کے باوجود بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصروفیت میں کمی نہ آئی۔

۲۸/مئی ۱۹۸۹ء کو جامعہ سلفیہ میں مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کی میٹنگ بلائی، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ (م ۱۹۹۴ء) سے آخری ملاقات ۲۶/جون کو مبارک پور میں کی، آپ کا آخری خطبۂ صدارت ۳۰/ستمبر ۱۹۸۹ء کا وہ خطبہ ہے جس کو آپ نے دہلی کے سپرو ہاؤس میں کل ہند شبان اہل حدیث کنونشن کے موقع پر کھڑے ہوکر پڑھا تھا۔ ۲۹/اکتوبر ۱۹۸۹ء کو اپنڈکس کے آپریشن کے لیے ہسپتال میں داخل کیے گئے، اسی روز رات ۱۱/بجے آپریشن ہوا جو کامیاب رہا، آپ شفایاب ہوگئے، ۱۶/نومبر ۱۹۸۹ء کو سر میں شدید درد ہوکر بخار آگیا، ہسپتال میں زیر علاج رہے، دوا چل رہی تھی، مگر بخار برابر رہتا تھا، جو کبھی کبھی شدت اختیار کرجاتا تھا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وفات:

بالآخر ۲۵/نومبر ۱۹۸۹ء شنبہ کے دن صبح سے طبیعت کچھ بدلی لگ رہی تھی، مگر بات چیت سے سکون معلوم ہوتا تھا، ڈھائی بجے ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے، شام ۷/بجے گلا صاف کرکے کلی کی، منہ دھویا، سانس بدل گئی اور سوا سات بجے روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی رحلت سے جمعیت وجماعت کو بڑا صدمہ لاحق ہوا، اور جماعت ایک عظیم مدبر، عظیم مخلص رہنما، عظیم غیرت مند سلفی عالم سے محروم ہوگئی، آپ کی وفات سے ایسا محسوس ہوا کہ ہم سب کے سر سے ایک سایۂ شفقت اٹھ گیا۔ اللهم أجرنا في مصيبتنا.

تجہیز وتکفین:

مولانا عبدالوحید سلفیؒ کے انتقال کے دوسرے روز ۲۶/نومبر ۱۹۸۹ء مطابق

۲۶/ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ بروز اتوار آپ کو غسل دیا گیا اور بعد نماز ظہر شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (م ۱۹۹۴ء) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کی نماز جنازہ میں ہر مکتب فکر کے بے شمار لوگ تھے۔ علماء، فضلاء، طلبۂ مدارس اور مضافات بنارس سے آئے ہوئے ذمہ داران جامعہ وجماعت اور مختلف مدارس کے اساتذہ اور ذمہ دار حضرات نے شرکت کی اور آپ کے آبائی قبرستان سکرا باغ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے لگائے ہوئے گلشن علمی پر ہمیشہ موسم بہار قائم ودائم رکھے، آمین۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

وصلى الله على رسوله الكريم، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالوحید رحمانی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۴۶ھ= ۱۹۲۷ء وفات: ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء)

آہ! آج ہمارے درمیان شیخ الجامعہ نہیں رہے، وہ قلم جو انہیں ہمیشہ حفظہ اللہ لکھتا تھا آج انہیں رحمہ اللہ لکھتے ہوئے لرز رہا ہے، آج وہ عظیم شخص ہم سے جدا ہو گیا جو عربی اور اردو ادب میں ایک ممتاز ومخصوص مقام رکھتا تھا، جس کی تدریس کا انداز سب سے جدا اور دلنشیں تھا، جو جماعت اہل حدیث کا بہترین مقرر اور خطیب تھا، جس نے جامعہ اور جماعت کے لیے اپنی زندگی وقف کردی، جو بے غرضی، کسر نفسی اور شرافت کا عظیم پیکر تھا، وہ شخصیت آج اپنی تمام روحانی اولاد، رفقاء جماعت اور جامعہ کو بے سہارا کر گئی۔اللھم اغفرله وارحمه۔

نسب نامہ:

مولانا عبدالوحید بن مولانا حافظ محمد ابوالقاسم (۱) بن حاجی محمد رفیق (۲) بن حاجی نھو (۳) بن شیخ ولی محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

(۱) مولانا کے والد محترم مولانا حافظ قاری محمد ابوالقاسم کا ترجمہ اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) محمد رفیق صاحب مولانا کے دادا تھے، دین دار اور نیک انسان تھے، اچھے تاجر تھے، عطر کے بے حد شوقین تھے، اچھا سے اچھا عطر استعمال کرتے تھے، جس گلی سے آپ گذرتے پتہ چل جاتا کہ محمد رفیق صاحب گذرے ہیں، مولانا رحمانیؒ کو عطر کے استعمال کا نفیس ذوق اپنے دادا سے ورثہ میں ملا تھا، آپ کی پرورش میں آپ کے دادا محمد رفیق صاحب نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، آپ سے بے حد محبت و پیار کرتے تھے، اور بڑی شفقت ومہربانی سے پیش آتے، اس لیے بھی کہ آپ کے پہلے اکلوتے پوتا تھے، اور پانچ ماہ کی عمر میں مولانا کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔

(۳) جب شہدین کا قافلہ بنارس وارد ہوا تو مدن پورہ سے حاجی نھو صاحب کے ہمراہ حافظ محمد یوسف، حاجی محمد اسحاق، اور حافظ عبدالرحیم بیٹھک والے، دین سردار، اور صدیق اللہ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ سے ملنے گئے، اسی ملاقات سے ان لوگوں کو اہلحدیثیت کی روشنی ملی اور اس سے پہلے یہ خاندان حنفی تھا اور ان میں سے بعض افراد شیخ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے مرید تھے جیسے مولوی عبدالغفار صاحبؒ برادر خرد حاجی عبدالرحیم صاحب وغیرہ بروایت مولانا عبدالوحید رحمانیؒ ومحمد ہارون صاحب مرحوم۔

آپ مدن پورہ شہر بنارس کے معزز خاندان میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی، آپ کا خاندان دینی ودنیاوی دونوں وجاہتوں کا جامع ہے۔

جب آپ پانچ ماہ کے تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا، حاجی محمد صدیق (م۱۹۸۹ء) اپنی ڈائری میں رقم طراز ہیں: ''ہمشیرہ کلثوم بی بی (۱) دختر حافظ عبدالغفار صاحب کا انتقال ۱۹/شوال ۱۳۴۶ھ یوم دوشنبہ بوقت ساڑھے بارہ بجے دن بتاریخ ۱۹/ اپریل ۱۹۲۸ء مدرسہ والے مکان میں ہوا، ان کی شادی محمد ابوالقاسم بن ماموں محمد رفیق صاحب سے ہوئی اور وقت وفات ایک لڑکا مسمی عبدالوحید پانچ ماہ کا چھوڑ کر انتقال کیا، حاجی صاحب مرحوم آگے لکھتے ہیں: ''عبدالوحید بڑے ہو کر عالم دین ہوئے اور بعد میں مرکزی دارالعلوم بنارس کے شیخ الجامعہ ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ابتدا سے لے کر انتہا تک کی تعلیم اور جملہ علوم وفنون کی تکمیل جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں اپنے لائق و فائق اساتذۂ کرام سے کی، ماسٹر عبدالحمید صاحب جون پوری (م۲۰۰۰ء) سابق مدرس جامعہ رحمانیہ خودنوشت سوانح حیات میں لکھتے ہیں ''میں ۱۹۴۲ء میں جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں تدریس کے لیے آیا یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی شیخ الجامعہؒ پرائمری کی پانچویں جماعت میں زیر تعلیم تھے اور عربی کے اساتذہ میں مولانا محمد منیر خاںؒ (م۱۹۴۵ء) اور مولانا عبدالغفار حسن صاحب رحمہ اللہ اور مولانا حبیب اللہ وغیرہ جیسے جید عالم دین درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔

اساتذۂ کرام:

(۱) مولانا عبدالمجید الحریریؒ (م۱۹۷۲ء) (۲) مولانا حافظ محمد ابوالقاسم بنارسی

(۱) مولانا کی والدۂ محترمہ کا نام کلثوم بی بی تھا، بڑی نیک دیندار اور صوم وصلاۃ کی پابند تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(م۱۹۶۵ء) (۳) مولانا قاری احمد سعیدؒ (م۱۹۶۴ء) (۴) مولانا نذیر احمد رحمانی املویؒ (م۱۹۶۵ء) (۵) مولانا عبیداللہ عنبر پیغمبر پوریؒ (م۱۹۵۶ء) (۶) مولانا حبیب اللہ چھپرویؒ (م۱۹۴۱ء) (۷) مولانا عبدالمعید بنارسیؒ (م۱۹۸۰ء) (۸) مولانا ابوالخیر فاروقیؒ (م۱۹۸۰ء) (۹) ماسٹر اسراراللہ وغیرہ۔

اپنے استاد قاری احمد سعیدؒ (م۱۹۶۴ء) سے آپ نے قرآن مجید کی تعلیم مکمل کی اور تجوید سیکھی، آپ بڑے خوش الحان تھے، قرآن پڑھنے کا انداز بڑا نرالا اور انوکھا تھا، جب قرآن مجید پڑھتے تو بڑا بھلا معلوم ہوتا تھا، بہرائچ میں جب آپ نے جمیل خاں کا نکاح پڑھاتے وقت قرآنی آیات پڑھیں تو ایک بہت بڑے وکیل عش عش کر اٹھے اور کہا کہ میں نے آج تک اس طرح کسی کو قرآن مجید پڑھتے نہیں سنا، شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ دو علمی شخصیتیں ایسی ہیں جن کے احسانات اہل مدن پورہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے ان میں سے ایک مولانا محمد منیر خاںؒ ہیں جنھوں نے مدن پورہ میں علم کا چراغ روشن کیا، ظلم و جہالت کی تاریکی میں کتاب وسنت کی روشنی بکھیری اور مخالفین کو دنداں شکن جواب دیا، دوسری شخصیت قاری احمد سعیدؒ کی ہے جنھوں نے ”خیرکم من تعلم القرآن و علمه“ کا عملی نمونہ پیش کیا اور اہل مدن پورہ کو قرآن مجید صحیح نطق اور صحت مخارج کے ساتھ پڑھنا سکھا دیا“ اردو، فارسی اور ابتدائی نحو، صرف کی کتابیں آپ نے مولانا حبیب اللہ چھپروی بہاریؒ سے پڑھیں شیخ الجامعہؒ اعتراف نعمت کے طور پر کہا کرتے تھے کہ مولانا حبیب اللہ بڑے خوش نویس تھے، اور اپنے شاگردوں کو بھی لکھنے کی خوب مشق کراتے تھے، انہی کی کوششوں سے ہم مدن پورہ والوں کو خوشنما کتابت کا حصہ ملا، حساب و جغرافیہ کے استاد ماسٹر اسراراللہ صاحب تھے، جو اپنے فن میں بڑے ماہر تھے، مولانا عبدالمعید بنارسیؒ (م۱۹۸۰ء) سے عربی ادب کی ابتدائی کتابیں القراءۃ الرشیدۃ وغیرہ پڑھیں، سنن ترمذی آپ نے مولانا

عبیداللہ پیغمبر پوریؒ سے پڑھی، حدیث کی بعض کتابیں آپ نے اپنے والد محترم جناب مولانا ابوالقاسم بنارسیؒ (م۱۹۶۵ء) سے پڑھیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، المعلقات السبع وغیرہ استاذ الاساتذہ جامع المعقول والمنقول مولانا نذیر احمد املویؒ (م۱۹۶۵ء) سے پڑھیں، دیوان المتنبی، مقامات حریری، الکامل للمبرد وغیرہ آپ نے اپنے محسن استاد ادیب عصر مولانا عبدالمجید الحریریؒ (م۱۹۷۲ء) سے پڑھیں، آپ کل تین ساتھی تھے، مولانا عابد حسن رحمانی سابق استاد جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا ظفیر الحق بہاری اور شیخ الجامعہ علیہ الرحمۃ آپ جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس سے ۱۹۵۲ء میں فارغ ہوئے، اسی مناسبت سے اپنے کو رحمانی لکھتے تھے، آپ نے الہ آباد بورڈ سے مولوی اور عالم کی ڈگری بھی حاصل کی۔ (۱)

درس وتدریس:

فراغت کے بعد ہی آپ نے اپنے مادر علمی جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں مسند تدریس سنبھال لی، اور ۱۹۶۵ء تک جامعہ رحمانیہ میں برابر درس دیتے رہے، آپ نے ہمیشہ ادب وحدیث کا درس دینا پسند فرمایا اس لیے کہ ادب وحدیث سے آپ کو خاص شغف تھا اگر چہ بعض اور فنون کو بھی آپ نے پڑھایا ہے۔ جب جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ۱۹۶۶ء سے تعلیم شروع ہوئی (۲) تو آپ وہاں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۷۰ء میں شیخ الجامعہ کے منصب پر فائز ہوئے اس وقت بھی آپ

(۱) ریکارڈ جامعہ رحمانیہ

(۲) ۲۱، ۲۲/ مارچ ۱۹۶۶ء مطابق ۲۷، ۲۸/ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ بروز دوشنبہ وسہ شنبہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا تعلیمی افتتاح بڑے شاندار اور اعلی پیمانے پر ہوا تھا۔ اس افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے محترم شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ (م۱۴۲۰ھ) سابق وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نمائندہ خاص شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد پروفیسر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، اس افتتاحی تقریب میں ہندو بیرون ہند کے علماء فضلاء شریک ہوئے تھے۔ (ریکارڈ جامعہ سلفیہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ادب وحدیث کو پڑھانا پسند فرمایا، مجھے بھی مولانا کا شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے، میں نے مولانا سے ادب میں کلیلہ ودمنہ، حماسۃ مختارات، تاریخ الادب العربی للزیات اور حدیث میں صحیح مسلم اور اسرار الشریعہ میں حجۃ اللہ البالغہ پڑھی ہے، مولانا کی خوبی یہ تھی کہ ادب کی کتاب پڑھاتے تو لفظی ترجمہ سے گریز کرتے ہوئے بامحاورہ ترجمہ کراتے اور ادبی شہ پاروں کے محاسن میں کھوجاتے، اگر نثر پڑھاتے تو اردو یا فارسی کا محاورہ پیش کرتے اور نظم پڑھاتے تو عربی اشعار کی مناسبت سے اردو یا فارسی کے اشعار پیش کرتے، مولانا کو عربی، اردو اور فارسی کے بے شمار اشعار یاد تھے، اور ان اشعار کو برمحل پیش کرنے میں آپ کو بڑی قدرت حاصل تھی، حدیث پڑھاتے وقت مولانا رواۃ کے بارے میں بڑی معلومات فراہم کرتے تھے، آپ نے اخیر زندگی ۱۹۹۷ء میں ثانویہ اولی کے طلباء کو حدیث کی کتاب "بلوغ المرام" پڑھائی ہے، قدرت کی طرف سے آپ کی زبان میں شہد گھول دیا گیا تھا، زبان میں چاشنی اور شیرینی اس قدر تھی کہ بس طبیعت چاہتی تھی کہ ہر وقت آپ کا درس سنتے رہیں۔

شیخ الجامعہ کا منصب:

جناب مولانا محمد رئیس صاحب ندوی رحمہ اللہ مدرس جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم بنارس) فرماتے ہیں کہ میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) میں تدریسی خدمات کے لیے دسمبر ۱۹۶۹ء میں حاضر ہوا اس وقت جامعہ میں کوئی شیخ الجامعہ نہیں تھا، میں نے اس کے لیے تحریک کی اور مولانا عبدالوحید صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۸۹ء) ناظم جامعہ سلفیہ سے کہا کہ یہ جامعہ ہے تو اس کے لیے ایک شیخ الجامعہ کا ہونا ضروری ہے، آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت جامعہ میں بشمول عربی مشائخ ۱۲ یا ۱۳/ اساتذہ کرام تھے، میری تحریک پر ناظم صاحب مرحوم نے اس سلسلے میں غور وخوض کیا اور کچھ دنوں بعد اپنے آفس میں جملہ اساتذہ کرام کو اکٹھا کیا اور مشورہ کیا کہ میں

چاہتا ہوں کہ جامعہ میں ایک شیخ الجامعہ ہوں، جو جامعہ کے داخلی اور تعلیمی امور کے ذمہ دار ہوں، آپ ہی لوگ بتلائیں کہ کس کو منتخب کیا جائے، ندوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ الجامعہؒ کا نام پیش کیا اور تمام اساتذۂ کرام نے اس کی تائید کی اور مولانا عبدالوحید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ کے شیخ الجامعہ ہوگئے، خاکسار نے ان کی زندگی میں ان سے استفسار کیا تھا کہ آپ کو شیخ الجامعہ کب منتخب کیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا تھا کہ ۱۹۷۰ء میں، شیخ الجامعہ آپ کے نام کا لازمی جز تھا، بنارس اور مضافات بنارس بلکہ بہت سارے حلقوں میں آپ صرف اسی نام سے پہچانے جاتے تھے، آپ عرصہ تک جامعہ رحمانیہ بنارس کے نائب ناظم بھی رہے، ضلعی جمعیت اہل حدیث بنارس اور اجتماعی رویت ہلال کمیٹی بنارس کے کافی عرصہ تک صدر رہے، ۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶/ مارچ ۱۹۹۷ء میں آپ کو جامعہ سلفیہ کا نائب صدر منتخب کیا گیا تھا۔(۱)

جامعہ سے شیفتگی اور محبت:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس ہند و بیرون ہند کے اہلحدیثوں کی عظیم مرکزی درسگاہ ہے، اور ہمارے اسلاف وبزرگان دین کے دیرینہ خواب کی تعبیر اور کاوشوں کا ثمرہ ہے، اس لیے ہر فرد جماعت کو جامعہ سے لگاؤ اور محبت ایک فطری چیز ہے، شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جامعہ سے بہت زیادہ تعلق اور بے پناہ محبت تھی، آپ کو جامعہ کے در و دیوار اور ایک ایک اینٹ سے محبت تھی، جامعہ کے متعلقین، علماء، طلباء، عوام وخواص سب سے محبت تھی، آپ کی ہمیشہ یہی آرزو رہی کہ جامعہ برابر شاہراہ ترقی پر گامزن رہے، خود بھی جامعہ کی ترقی کے لیے برابر کوشاں رہتے، تمام شعبوں کی دیکھ بھال خود کرتے، آپ فرماتے تھے "جامعہ ہمارا ہے ہم سب جامعہ کے لیے ہیں، جامعہ کے لیے قربانی پیش کرنا ہم سب کا اخلاقی ودینی فرض ہے"۔ جامعہ

(۱) ریکارڈ جامعہ سلفیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آپ کو محبت کیوں نہ ہوتی، آپ جماعت اہل حدیث ہند کے ممتاز رکن رکین اور جامعہ سلفیہ بنارس کی تاسیس کے انتہائی اہم شخص اور جامعہ کے شیخ الجامعہ تھے، جامعہ کی عظیم لائبریری جس میں بے شمار قیمتی کتابیں ہیں آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مولانا عبدالمجید الحریری رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی کتب خانہ جامعہ کی لائبریری کی زینت بنا۔(۱)

شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اس کتب خانہ کی منتقلی میں جتنی کوشش اور محنت کی ہے میں ہی جانتا ہوں، آج شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ ہم میں نہ رہے، لیکن آپ کی روحانی یادگاریں باقی ہیں ۔

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

تبلیغی سرگرمیاں:

مولانا کی تدریسی زندگی کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری تھا، بنارس مضافات بنارس میں کوئی اجتماع ایسا کم ہی ہوتا جس میں مولانا شریک نہ ہوتے ،صرف آپ کا نام سن کر دور دور سے لوگ اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لاتے ،اپنے تو اپنے غیر بھی بڑی تعداد میں شریک ہوتے ،کسی بھی اجتماع میں مولانا کی

(۱) مولانا اپنی علمی اورادبی زندگی میں ہندوستان کی دو عظیم اور مشہور شخصیتوں سے بے حد متاثر تھے، مولانا عبدالمجید صاحب حریریؒ جو اردو، عربی اور انگلش کے ادیب اور متعدد زبانوں کے ماہر تھے، ان کی شخصیت بچپن ہی سے مولانا کے سامنے تھی، آپ ان کی علمی مجلسوں میں شریک رہتے، آپ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور ان سے خوب خوب فیضیاب ہوئے، دوسری عظیم شخصیت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تھی جن سے آپ حد درجہ متاثر تھے، مولانا آزاد کی تصنیفات پر آپ کی گہری نظر تھی، ان کی زندگی کے علمی، ادبی، سیاسی اور دیگر تمام پہلوؤں کا مطالعہ آپ نے بڑی باریک بینی سے کیا تھا، حقیقت میں آپ ماہر آزادیات تھے، مولانا آزادؒ کی وفات پر آپ نے جو مضمون لکھا تھا اس نے بڑی شہرت پائی، آپ بات بات میں ان کا حوالہ دیتے، غرض مولانا آزاد کی زندگی کے ہر گوشے کو آپ نے کھنگالا تھا، ان کے متعلق جو بھی نئی تصنیف منظر عام پر آتی اسے فوراً منگواتے، انتقال سے قبل بھی مولانا آزاد کے متعلق ایک پاکستانی اہل حدیث مصنف کی کتاب ''مولانا آزادؒ نے کیا کہا تھا'' زیر مطالعہ رہی۔

شرکت اس اجتماع کی کامیابی کی دلیل ہوتی، جب آپ اپنی میٹھی وشیریں زبان میں علم کے موتی بکھیرتے تو اس کی سحر بیانی دل ودماغ کو متاثر کرتی اور'' و إن من البیان لسحرا'' کے تحت کبھی کبھی دلوں کی دنیا میں انقلاب برپا ہوجاتا، مولانا جماعت کے لوگوں کو محروم نہ کرتے بلکہ ان کی تمناؤں، آرزوؤں اور ان کے دینی جذبات و احساسات کا بڑا پاس ولحاظ رکھتے، اطراف وجوانب کے لوگ دعوت وتبلیغ کے اجتماع میں یا مدرسہ، مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب میں مولانا کی شرکت کے متمنی رہا کرتے تھے، طبیعت کی ناسازی کے باوجود مولانا شریک ہوتے، بنارس، بھدوہی، گھوسیا، گھمہاپور، لوہتہ، ببری، اسلام پور، بینی پور، جونپور، مرزاپور، گیان پور، مبارک پور، ویڈھن کے علاوہ ہندوستان کے مختلف جہات سے اجلاس، سیمینار، اور کانفرنس میں شرکت کے دعوت نامے آتے رہتے لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے اکثر معذرت کردیتے، جہاں شرکت کرنا بہت ضروری ہوتا وہاں شریک ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی خوبیوں سے نوازا تھا، آپ شیریں زباں تھے، نفیس وسلیس اردو بولتے تھے، زبان و بیان دونوں میں ملکہ تامہ حاصل تھا، بڑے بڑے علماء، ڈاکٹر، پروفیسر زبان وبیان میں ان کی مہارت کے معترف تھے، کسی موضوع پر جب تقریر شروع کرتے تو اس انداز سے بیان کرتے کہ سامعین بڑے غور سے سنتے، مجمع پرسکون ہوجاتا، ماحول کا بڑا خیال رکھتے، باتیں سب بیان کرجاتے لیکن مخالف کو احساس تک نہ ہو پاتا، میں نے آپ کی زبان وبیان کا جوہر کئی مقامات پر دیکھا ہے، بنیاباغ اور نیشنل انٹر کالج کے میدان میں کئی قومی اجتماع ہوئے مولانا نے جماعت کی نمائندگی کی اور بنارس کے اہلحدیثوں کی لاج رکھ لی، مخالفین عش عش کرتے رہ گئے، مولانا کی وہ تقریر میں کبھی بھول نہیں سکتا جو انہوں نے بیٹھک مدن پورہ میں ''اتباع سنت'' کے موضوع پر کی تھی، مخالفین کے جواب میں مسلسل آپ نے تین گھنٹہ تقریر کی تھی، اس کے بعد پھر مجھے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح کی پُر مغز اور علمی تقریر سننے کا اتفاق نہیں ہوا، جب میں مولانا کو ان کی یہ تقریر یاد دلاتا تھا تو بڑا افسوس کرتے کہ کسی نے ٹیپ نہیں کیا اور سچ بھی ہے اگر وہ تقریر موجود ہوتی تو ہم سب کو استفادہ کا موقع ملتا، بلکہ استفادہ عامہ کے پیش نظر اسے چھپوا دیا جاتا، چونکہ مولانا کا پھیپھڑا کمزور تھا اس لیے وہ تین گھنٹہ مسلسل تقریر کرنے کے بعد ایک ہفتہ تک صاحب فراش رہے، تقریر جوابی تھی اس کے بعد مخالفین کو بیٹھ جانا پڑا اور ساتھ ہی ساتھ مولانا کی صلاحیت وقابلیت اور زبان وبیان پر قدرت کا اعتراف کر لینا پڑا اور مدن پورہ میں دوسری جماعت کے لوگوں نے خوب سمجھ لیا کہ جماعت اہل حدیث میں بھی قابل قدر اور لائق احترام عالم دین ہیں، مولانا اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، مولانا نے جامعہ، جمعیت اور جماعت کے لیے جو قربانیاں دیں اور جو خدمات کی ہیں وہ ناقابل فراموش کارنامہ ہے، ان کی بے لوث دینی خدمات ہی کا صلہ ہے کہ آج ان کے ہزاروں شاگرد ملک وبیرون ملک میں پھیلے ہوئے مختلف کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں، اور درس وتدریس، دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

مولانا خدمت دین اور تبلیغ کا بڑا جذبہ رکھتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے تھے، ۱۹۸۳ء کے اخیر اور ۱۹۸۴ء کے شروع میں راقم الحروف اور مولانا احسن جمیل صاحب سلفی کچھ بزرگوں کے ساتھ مل کر دعوت وتبلیغ کے عمل میں دلچسپی لینے لگے اور جگہ جگہ تبلیغ کا کام شروع کر دیا گیا تو مولانا نے کہا کہ دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے ہو تو منظم ہو کر کرو اور اپنی پرانی جمعیت، جمعیت الشبان المسلمین کے اسٹیج سے کام کرو مولانا کے مشورہ پر ہم لوگوں نے عمل کیا اور ساتھ ہی مولانا نے ہمت افزائی کے لیے یہ بھی کہا کہ ضرورت ہوگی تو دعوت وتبلیغ کے لیے میں بھی چلوں گا، مولانا کے مشورہ پر عمل کرنے کا بڑا فائدہ ہوا، جمعیت الشبان المسلمین کے اسٹیج سے بڑے اہم تبلیغی ودعوتی کام انجام پائے، بہت سارے مفید پمفلٹ شائع ہوئے، جگہ جگہ جلسے

ہوئے جس میں اکثر وبیشتر مولانا بھی شریک رہا کرتے تھے، شہر اور مضافات کے لوگوں میں دلچسپی ہوئی کچھ لوگ روشن خیال ہو گئے اور کچھ اہل حدیث بھی ہوئے، جماعتی سطح پر لوگ ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب ہو گئے، مولانا بنارس کی تمام اہل حدیث انجمنوں اور جمعیتوں کے سرپرست اور مربی تھے اور وقت ضرورت مفید مشورے دیا کرتے تھے۔

خطبۂ جمعہ:

مولانا کی تبلیغی سرگرمیوں میں ایک بہت بڑا حصہ خطبۂ جمعہ کا بھی تھا، آپ اس مبارک فریضہ کو تاحیات بڑی مستعدی سے انجام دیتے رہے کوئی معقول عذر ہوتا یا آپ بیمار ہوتے تب ہی آپ خطبۂ جمعہ نہ دیتے، ورنہ خطبۂ جمعہ آپ برابر دیا کرتے تھے، فراغت سے پہلے اور اس کے بعد مسجد نمیا میں خطبۂ جمعہ دیتے رہے، مسجد کے انتظامیہ میں سے ایک بزرگ برکت چچا مولانا کے گھر آتے اور بڑے عزت واحترام کے ساتھ مسجد لے جاتے، یہ سلسلہ کافی دنوں تک چلتا رہا اس کے بعد آپ مسجد باگڑ بلی کے مستقل خطیب ہو گئے اور ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۴ء تک مسجد اہل حدیث باگڑ بلی میں خطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے، پھر ۱۹۶۵ء سے اخیر زندگی تک جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ کے خطیب رہے، آپ شکر تالاب عیدگاہ اہل حدیث کے امام عیدین بھی تھے، ۱۹۶۷ء سے آپ عیدگاہ اہل حدیث شکر تالاب کے امام مقرر ہوئے اور تاحیات امام عیدین رہے اور سب سے پہلے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھائی، بزم نسواں جسے مولانا عبدالقدوس صاحب نے قائم کیا تھا، اس میں بھی مولانا تقریر کیا کرتے، مولانا نے مجھے بتلایا تھا کہ میں نے ایک بار غیبت کے موضوع پر تقریر کی تھی اس بزم کا عورتوں پر بڑا اچھا اثر تھا، لیکن زیادہ دنوں تک چل نہ سکی، بنارس ومضافات بنارس میں مولانا کی تبلیغی ودعوتی کوششوں کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے، کچھ تو اہلحدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئے اور کچھ اہل حدیث تو نہیں ہوئے لیکن خوش خیال ہوگئے۔

سفر بیت اللہ:

مولانا عبدالوحید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو زندگی میں کئی بار زیارت بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، پہلی بار جب آپ کی عمر تقریباً نو (۹) سال کی تھی اپنے دادا محترم محمد رفیق صاحبؒ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے، یہ ۱۹۳۷ء کا زمانہ تھا اس سال مدن پورہ سے بے شمار لوگ مع اہل وعیال حج کے لیے تشریف لے گئے تھے، جن میں جناب مولانا عبدالأحدؒ و جناب حاجی عبدالحق والد محترم ناظم صاحب مرحوم، بیٹھک میں محمد ابوالقاسم صاحب اپنے کنبہ کے ساتھ اور حاجی محمد فاروقؒ بھی اپنی والدہ محترمہ اور بچوں کے ساتھ تشریف لے گئے تھے، جامعہ کی زندگی میں کئی بار آپ جامعہ کی نمائندگی کرتے ہوئے مکہ، مدینہ تشریف لے گئے اور ہر بار زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے، آپ ۱۴۱۶ھ میں اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے، یہ آپ کی زندگی کا دوسرا اور آخری حج تھا۔

فضائل وشمائل:

آپ کا قد درمیانہ اور رنگ گندمی تھا، دبلے پتلے اور نشیط انسان تھے، اسلامی تہذیب وثقافت کے امین تھے، آپ کا مخصوص لباس پائجامہ، کرتا اور ٹوپی تھا، موسم گرما میں سفید رومال اور موسم سرما میں بنارسی صدری اور کشمیری شال کا استعمال کرتے تھے، اپنے اس سادہ لباس میں بڑے پرکشش نظر آتے تھے، چہرے پر داڑھی آپ کی شخصیت کو باوقار بنائے رکھتی تھی، طبیعت میں پاکیزگی، تواضع اور سادگی تھی، اٹھنے بیٹھنے، چلنے، پھرنے اور گفتگو کرنے کا ان کا اپنا الگ انداز تھا، پان کھانے کی عادت نہیں تھی مگر کبھی کبھار تقریبات میں کھا لیا کرتے تھے، کسی بات کو متانت وسنجیدگی کے ساتھ اس طرح پیش کرتے کہ لوگ ہمہ تن گوش ہوکر سنتے، ہمیشہ اپنے چھوٹوں اور

ماتحتوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے اور بزرگوں کا حد درجہ ادب واحترام کرتے، اخلاق کے سلسلے میں مولانا عبدالمتین صاحب میمن جوناگڈھی خطیب جامع مسجد بنگلور کا قول قابل ذکر ہے: ''صالح اور نیک انسان تھے، بڑی خوبیوں کے مالک تھے جس سے ایک بار ملے اسے ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنالیا، کتنا خلوص، کتنی اپنائیت، اور کس درجہ تواضع کے مناظر دیکھنے میں آئے، اللہ! اللہ! اب ایسے لوگ کہاں ملیں گے؟

زہد وقناعت اور خودداری:

مولانا کی خاص خوبی ان کی پرہیزگاری وخودداری تھی، وہ زہد وقناعت، خودداری اور بے نفسی کی ایک زندہ مثال تھے، فراغت کے بعد سے کافی عرصہ تک قلیل تنخواہ پر گذر بسر کرتے رہے لیکن کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا، ان پر صبر آزما دور بھی گذرے مگر اپنی عزت نفس اور خودداری کے آبگینہ کو ہر طرح سے سنبھال کر رکھا اور مرضیٔ مولی پر ہمیشہ صابر وشاکر رہے، مولانا اپنے خاندان کے سرپرست بھی تھے، جب اللہ تعالیٰ نے انکی روزی کشادہ کردی تو اپنوں کے علاوہ غیروں کے ساتھ بھی بھرپور تعاون کرتے اور ان کی ضرورتوں کو خفیہ انداز سے پوری کرتے تھے، آپ کی شخصیت بڑی عظیم تھی، سبھی جانتے ہیں کہ مولانا کے جماعتی اور غیر جماعتی تعلقات بڑے وسیع تھے، یہی وجہ تھی کہ مولانا کو سبھی لوگ عزت واحترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، آپ کا جماعت سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ بنارس ومضافات کے اہل حدیث افراد اپنے مسائل کا حل ڈھونڈھنے کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے، آپ کی ذات متفق علیہ تھی، سب آپ کے فیصلے کو خوشی بخوشی قبول کرلیتے، تعمیر مسجد کا مسئلہ ہو یا مدرسہ کا ہر ایک میں مولانا کی رائے اور مشورہ کی بڑی اہمیت ہوتی تھی، آپ کہیں بھی جماعتی تعلق سے جاتے ہرگز پیسہ نہ لیتے، کہیں مصالحت کے لیے جاتے، کہیں خطاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے جاتے کہیں کسی تقریب میں جاتے، کہیں جنازہ میں شرکت کے لیے جاتے مگر مجال نہیں کہ مولانا پیسے لینے پر راضی ہو جائیں۔

مولانا کے پاس اکثر و بیشتر وفود اور مقامی غیر مقامی مہمان آتے سب کو مولانا اپنے پیسے سے چائے پلاتے، اگر کسی وقت دفتر میں کوئی پیسہ دینے کی کوشش کرتا تو بہت ڈانٹتے، کبھی کبھی میں بھی پیسے کی ادائیگی کی کوشش کرتا لیکن ناکام ہو جاتا، ہاں کبھی مولانا مشغول رہے اور پیسے ادا کر دیئے گئے تو جو ادا کر دیتا وہ اپنے کو بڑا خوش نصیب سمجھتا لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا۔

استاد محترم مولانا محمد رئیس صاحب ندوی فرماتے ہیں کہ: مولانا میری مرافقت میں افراد جماعت کے مابین مصالحت کے لیے گھوسیا ٹاؤن تشریف لے گئے لیکن آمد و رفت کا کرایہ اپنے پاس سے ادا کیا اور افراد جماعت سے ایک پیسہ لینا گوارا نہ کیا۔

ندوی صاحب کے گاؤں کے مدرسہ میں جس کے مولانا سرپرست بھی تھے اجلاس عام میں تشریف لے گئے تھے واپسی میں ٹرین پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور مسافروں سے سامان چھیننا شروع کر دیا اتفاق سے اسی ڈبے میں مولانا بھی تھے، مولانا کا سارا سامان، نقد، کلائی گھڑی، چادر وغیرہ سب کچھ لے لیا، کافی نقصان ہوا، بعض اساتذہ کرام نے ناظم جامعہؒ سے درخواست کی کہ مولانا کا بڑا نقصان ہوا ہے، جامعہ سے کچھ تلافی ہونی چاہیے، مولانا عبدالوحید صاحب سلفیؒ ناظم جامعہ شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج اور ان کی خودداری سے خوب آشنا تھے، انہوں نے کہا کہ کیا شیخ الجامعہ لینے کے لیے تیار ہوں گے؟ بعد میں جب مولانا کو معلوم ہوا کہ بعض اساتذہ نے میرے لیے ناظم صاحب سے مدد کی درخواست کی ہے تو آپ بگڑ گئے اور کہا کہ کیسے جرأت ہوئی کہ آپ لوگ اس قسم کی بات ناظم صاحب سے کہیں جو کام میں نے کبھی نہیں کیا وہ آج کیسے کر سکتا ہوں؟

شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کو بھی برابر خودداری کی تلقین کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ ایک مسلمان کو عزت کی زندگی گذارنی چاہیے، چاہے اسے مزدوری ہی کیوں نہ کرنی پڑے، ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔

فارغین اور طلبہ کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ:

مولانا ایک بزرگ عالم دین، تجربہ کار اور کامیاب مدرس کے ساتھ ساتھ بہت ہی رحم دل اور شفیق مربی بھی تھے، اپنے شاگردوں کو اپنے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے تھے، ان کے ساتھ ہمدردی اور شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے تھے، ان کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرتے اور ان کو حل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے، آپ بلند اخلاق و کردار کے حامل تھے، آپ کا انداز تخاطب بڑا پیارا ہوتا تھا، عزیز طلبہ اور فارغین کا بڑا خیال رکھتے، اور کہتے تھے کہ طالب علم جب اونچی جماعت میں پڑھنے لگے یا فارغ ہو جائے تو صرف اس کا نام نہ پکارو بلکہ اس کے نام کے ساتھ مولوی یا مولانا یا ڈاکٹر بھی لگاؤ اور اس کی عزت کرو مجھے خوب یاد ہے کہ جب مولانا شاہد جنید صاحب سلفی جامعہ سلفیہ کے ناظم ہوئے تو انہوں نے کہا کہ آج سے ان کو ناظم صاحب کہا کرو اور دفتر میں کسی نے ان کو ایک دن مولانا کے سامنے یہ کہہ دیا کہ شاہد جنید صاحب آرہے ہیں بس آپ بگڑ گئے اور کہا کہ جامعہ کی کمیٹی نے انہیں ناظم منتخب کیا ہے تو ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم انہیں ناظم صاحب ہی کہیں، کوئی آپ کے پاس آتا اور وہ ڈاکٹر ہوتا بھلے ہی آپ کا شاگرد ہی کیوں نہ ہوتا آپ اسے ڈاکٹر صاحب ہی کے ساتھ خطاب کرتے، ان باتوں کا بڑا خیال رکھتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے یہی وجہ ہے کہ شاگردوں کو موصوف سے بڑا والہانہ تعلق تھا، اور محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی شاگرد کی زبان سے آپ کے متعلق کوئی حرف شکایت سننے میں نہیں آیا، میں ملک و بیرون ملک کے لوگوں سے ملا اور جب بھی آپ کا ذکر آیا تو لوگوں نے آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تعلق سے خیر کا تذکرہ کیا اور اچھے خیالات کا اظہار فرمایا اور آپ کے حسن اخلاق اور بہترین صفات کا تذکرہ کیا، میں شیخ الجامعہ کے ساتھ ۱۹۸۳ء سے ان کی اخیر زندگی تک کام کرتا رہا میں نے آپ کے اخلاق واطوار کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے، مجھے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جو دل آزاری کا سبب بنے، بلکہ ہمیشہ شفقت ومحبت سے پیش آتے اور تشجیعی کلمات کہتے کبھی کوئی کام بگڑ جاتا تو سمجھاتے اور اس کو اچھے انداز میں کرنے کا طریقہ بتلاتے اور خود بھی رہنمائی فرماتے، میں نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ بعض طلبہ غربت وافلاس کی وجہ سے ترک تعلیم پر مجبور ہوتے اور مولانا کو خبر لگتی تو آپ طالب علم کی ذکاوت وفطانت کے پیش نظر اس کو تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے پر ترغیب دلاتے اور بعض اہل خیر سے رابطہ کرکے ماہانہ وظیفہ جاری کرادیتے، ایسے سیکڑوں طلبہ ہوں گے جن کے ساتھ یہ احسان وسلوک کیا ہوگا لیکن میں اپنے ایک رفیق درس مولانا محمد اسرائیل سلفی کا واقعہ ان کے اصرار پر ذکر کرتا ہوں، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

”سالانہ امتحان کے بعد تعطیل ہوئی، میرے گاؤں اور آس پاس کے سارے طلبہ چھٹی پر گھر چلے گئے، میں باقی رہا، ایک دن شیخ الجامعہؒ نے مجھے دیکھا تو دریافت کیا، مولوی اسرائیل گھر کیوں نہیں گئے؟ میں نے بتایا کہ مولانا اگر میں گھر جاؤں گا تو پھر دوبارہ پڑھنے نہیں آسکتا اس لیے کہ میں ڈھائی سو روپے کا مقروض ہوں، یہ سن کر مولانا نے کہا کہ جامعہ میں رہو جس دن کہوں گا اس دن چلے جانا، دوسرے روز مولانا نے ایک اہل خیر سے بات کی اور ان سے تین سو روپے دلوائے اور یہ بھی پوچھا کہ ہر ماہ کتنے روپے میں کام چل سکتا ہے؟ میں نے کہا تیس روپے میں، شیخ الجامعہؒ نے کہا کہ مہینہ ختم ہونے پر یہاں آجانا اور مطلوبہ رقم لے لینا، مولوی محمد اسرائیل سلفی کہتے ہیں وہ اہل خیر بھی خوب ”جزاہ اللہ خیرا“ جب تک میں جامعہ میں رہا تب تک

مجھے وظیفہ دیتے رہے اور پھر میرا بھائی پڑھنے آیا تو شیخ الجامعہ کی وساطت سے میرے بھائی کو بھی پورے طالب علمی دور میں وظیفہ ملتا رہا، کبھی کبھار کہیں جانا ہوتا تو مزید رقم بھی مل جاتی، بیان مکمل ہونے پر مولانا محمد اسرائیل سلفی کی آنکھیں نم ہوگئیں اور انہوں نے مولانا کو بہت ساری دعائیں دیں۔“

ارشد تلامذہ:

جامعہ رحمانیہ اور جامعہ سلفیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے بے شمار طالبان علوم نبوت آپ کے فیضان علم سے فیض یاب ہوئے، علم وادب کے موتی چنے اور اپنی علمی تشنگی بجھائی، آپ کے تلامذہ اپنے علمی ودینی خدمات سے نہ صرف یہ کہ سلفیت کے چراغ کو روشن کئے ہوئے ہیں، بلکہ ہندوبیرون ہند میں سلفیت کو فروغ دے رہے ہیں، ذیل میں آپ کے چند ممتاز تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- جناب ڈاکٹر وصی اللہ عباس صاحب (مکہ مکرمہ)
۲- جناب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب (لندن)
۳- جناب ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب (دمام)
۴- جناب ڈاکٹر صغیر احمد صاحب (دبئی)
۵- جناب مولانا عبدالسلام صاحب مدنی (جامعہ سلفیہ بنارس)
۶- جناب مولانا عبدالباری صاحب مدنی (ابوظبی)
۷- جناب مولانا شمیم احمد خلیل صاحب (قطر)
۸- جناب ڈاکٹر عبداللہ صاحب (بحرین)
۹- جناب ڈاکٹر اختر جمال صاحب (مکہ مکرمہ)
۱۰- جناب ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب (مکہ مکرمہ)
۱۱- جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب بنارسی (جامعہ سلفیہ بنارس)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲- جناب ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب مبارک پوری (جامعہ سلفیہ بنارس)

۱۳- جناب مولانا عبدالقدوس صاحب (ریاض)

۱۴- جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب پریوائی (ریاض)

۱۵- جناب مولانا ابوالقاسم صاحب سلفی ایم-اے (جامعہ سلفیہ بنارس)

۱۶- جناب مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی (جامعہ سلفیہ بنارس)

۱۷- جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلفی (جامعہ سلفیہ بنارس)

۱۸- جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ محمدیہ مالیگاؤں

۱۹- جناب مولانا احمد مجتبیٰ صاحب مدنی

۲۰- جناب مولانا اصغر علی سلفی (ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند)

۲۱- صلاح الدین المدنی (مقیم حال کویت)

۲۲- جناب عزیز شمس صاحب (مکہ مکرمہ)

مضمون نگاری:

درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ آپ کو شروع سے ہی مضمون نگاری کا بیحد شوق تھا اور یہ شوق اخیر عمر تک قائم رہا، پندرہ روزہ ''مشیر'' الہ آباد، ترجمان دہلی، صوت الجامعہ (اردو) بنارس ''محدث'' بنارس ''صوت الامۃ'' عربی بنارس وغیرہ میں آپ کے مضامین برابر شائع ہوتے رہے، چند اہم مضامین بطور نمونہ ذیل میں درج ہیں:

۱- اخلاقی پستی — پندرہ روزہ ''مشیر'' الہ آباد یکم مئی ۱۹۴۸ء

۲- ایک دکھے دل کی کراہ — پندرہ روزہ ''مشیر'' الہ آباد ۱۵/مئی ۱۹۴۸ء

۳- نوجوانان اہلحدیث کہاں ہیں؟ — پندرہ روزہ ''مشیر'' الہ آباد یکم جولائی ۱۹۴۸ء

مذکورہ تینوں مضامین اس وقت کے ہیں جب مولانا جامعہ رحمانیہ میں زیر تعلیم

تھے۔

۴- ایک غلط فہمی کا ازالہ — پندرہ روزہ ''ترجمان'' یکم نومبر ۱۹۶۴ء

۵- عورت اور فن کتابت — ''صوت الجامعہ'' اردو بنارس فروری ۱۹۷۳ء

۶- ماہ شعبان اور مسلمان — ''صوت الجامعہ'' اردو بنارس اگست ۱۹۷۳ء

۷- مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی — ''صوت الجامعہ'' اردو بنارس مئی ۱۹۷۴ء

۸- الاسلام وتحدید النسل — ''صوت الجامعہ'' عربی بنارس نومبر ۱۹۶۹ء

۹- معیار برتری — ماہنامہ ''محدث'' بنارس جنوری ۱۹۸۳ء

مذکورہ بالا مضامین کے علاوہ آپ کے اور بھی مضامین وتحریریں ہیں ان تمام کو یکجا کر دیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہو جائے۔

تصنیف:

مولانا کو جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے اہم منصب ''شیخ الجامعہ'' کے عہدے پر فائز ہونے نیز اہم کتابوں کی تدریس، دعوت وتبلیغ اور جامعہ کے تعلیمی امور میں بے پناہ مشغولیت کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا زیادہ موقع نہ ملا پھر بھی آپ نے تصنیف وتالیف کے فطری ذوق کی بنا پر اس میدان میں بھی اپنا لوہا منوایا، مولانا علیہ الرحمۃ سے جو لوگ قریب تھے وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ مولانا کا ادبی ذوق نہایت ہی اعلیٰ تھا، آپ کی تحریروں میں ادب کی چاشنی بدرجہ اتم موجود ہے، زبان و بیان کی شگفتگی، سلاست، شیرینی بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں:

۱- تقویۃ الایمان عربی صفحات: ۱۶۱ ناشر جامعہ سلفیہ

مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) کی کتاب تقویۃ الایمان اردو کا عربی میں ترجمہ کیا ہے مولانا کا یہ ترجمہ جامعہ سلفیہ بنارس سے دوبار شائع ہو چکا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری بار ۱۴۰۶ھ میں شائع ہوا ہے۔(۱)

۲-فضائل عشرۂ ذی الحجہ اور مسائل قربانی (اردو) صفحات:۲۸

یہ رسالہ ۱۴۰۶ھ میں جمعیۃ الشبان المسلمین بنارس نے شائع کیا ہے، اس رسالہ میں عشرہ ذی الحجہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے مسائل قربانی پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل بحث کی ہے۔(۱)

عائلی زندگی:

مولانا عبدالوحید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی رفیقۂ حیات سے صرف دو بچیاں ہوئیں، پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی مدن پورہ کے ایک معزز گھرانہ میں کی اور ان سے تین صاحبزادے ہیں (۱) محمد اسامہ (۲) محمد احمد (۳) مولوی محمد انس سلفی۔

مولوی محمد انس سلفی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے فراغت کے بعد جامعہ ام القریٰ مکہ میں زیر تعلیم رہے اور لیسانس کی ڈگری حاصل کی، فی الحال اپنے مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، توقع ہے کہ علم وفن میں اپنے والد محترم کے جانشین اور ان کی سچی یادگار ثابت ہوں گے، اور بقیہ دونوں صاحبزادے محمد اسامہ اور محمد احمد اپنے آبائی کاروبار بنارسی ساڑی کی تجارت میں لگے ہوئے ہیں، دونوں نہایت سنجیدہ ہیں۔

زندگی کے آخری ایام اور سلسلۂ علالت:

یوں تو مولانا رحمانی رحمۃ اللہ علیہ مریض رہا کرتے تھے اور اکثر دواؤں کا استعمال کیا کرتے تھے، آپ کو ٹی، بی، کا مرض تھا، جو بڑھاپے میں پھر عود کر آیا تھا، ٹی،

(۱) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ص:۴۰۲

(۲) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص:۲۴۱

بی کے مرض سے نجات ملی تو آنکھ کے مرض موتیابند میں مبتلا ہوگئے اور یکے بعد دیگرے دونوں آنکھوں کا آپریشن کرایا، اس کے بعد بھی بہت زیادہ کمزوری کا احساس کیا کرتے تھے، کبھی تندرست رہتے، کبھی بیمار رہتے، اسی طرح ایام زندگی گزر رہے تھے اور جامعہ میں آمد ورفت جاری تھی کہ اچانک ۶/اگست ۱۹۹۷ء کو پہلی بار دل کا شدید دورہ پڑا اور گردھام کالونی میں ڈاکٹر بیج ناتھ کے یہاں بھرتی ہوگئے لیکن تکلیف میں کمی محسوس نہیں ہوئی تو بنارس ہندو یونیورسٹی میں ایڈمٹ ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد شفایاب ہوگئے اور دوسرے پرائیویٹ ڈاکٹروں کا علاج کراتے رہے، اور برابر آرام کرتے رہے چند مہینے آرام کے بعد جامعہ آنے لگے، لوگوں کو ان کی صحت یابی پر بڑی خوشی ہوئی، اچانک پھر طبیعت خراب ہوگئی اور تنفس کی شکایت کے ساتھ نقاہت و کمزوری برابر بڑھتی گئی۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب تنفس کی شکایت بڑھ گئی اور طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو آپ کو ۷/دسمبر ۱۹۹۷ء کو سیوا سدن اسپتال میں بھرتی کیا گیا اور بڑے بڑے ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ لیکن وقت موعود آچکا تھا، ۹/شعبان ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۰/دسمبر ۱۹۹۷ء چہارشنبہ کی شب میں پونے تین بجے آپ کی روح پرواز کرکے خالق کون ومکاں سے جاملی، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

تجہیز وتکفین:

سارے شہر ہند وبیرون ہند میں ٹیلی فون اور فاکس سے آنا فانا خبر پھیل گئی اور لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا، مولانا کے چہرے پر مردنی کے کوئی آثار نہ تھے، بس معلوم ہوتا تھا کہ محو خواب ہیں، احباب، اعزہ اور جماعت کے لوگ شدت غم سے بے قرار تھے، غسل کے بعد نعش کو جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ میں رکھا گیا، آخری دیدار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کا بے حد ہجوم تھا، بعد نماز ظہر بوقت ۲/ بجے دن موجودہ شیخ الجامعہ مولانا احسن جمیل صاحب سلفی نے نماز جنازہ پڑھائی، بلاتفریق مسلک ہزار ہا لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔

تقریبا تین بجے دن میں ہندوستان کی عظیم مرکزی درس گاہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کی عظیم ہستی شیخ الجامعہ علیہ الرحمۃ اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں سپرد خاک کردیئے گئے اور اس طرح حسن عمل اور اخلاق وکردار کا داعی کتاب وسنت کا شیدائی، پیام انسانیت کا علم بردار ہم سے رخصت ہوا۔

ملک و بیرون ملک کے تمام شہروں میں جہاں افراد جماعت ہیں نیز بستیوں اور گاؤں میں آپ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الجامعہؒ کا نعم البدل پیدا فرمائے، اور مرحوم کی لغزشوں کو درگزر فرما کر ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے، آمین۔ و صل اللھم وسلم علی محمد و آلہ و صحبہ أجمعین۔

مراجع

(۱) ڈائری حاجی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

(۲) ریکارڈ جامعہ سلفیہ وجامعہ رحمانیہ، بنارس

(۳) پندرہ روزہ ''مشیر'' الہ آباد ۱۹۴۸ء

(۴) پندرہ روزہ ترجمان دہلی یکم نومبر ۱۹۶۴ء

(۵) صوت الجامعہ (اردو) جامعہ سلفیہ، بنارس

(۶) صوت الجامعہ (عربی) جامعہ سلفیہ، بنارس

(۷) ماہنامہ محدث (اردو) جامعہ سلفیہ، بنارس

(۸) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات

(۹) بعض معلومات مولانا سے ان کی زندگی میں حاصل کی گئیں۔

مولانا قاری عبدالوہاب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۳۱ھ=۱۹۱۳ء وفات: ۱۴۰۰ھ=۱۹۸۰ء)

نسب نامہ:

قاری عبدالوہاب بن عبدالمجید بن صدیق اللہ بن کریم بخش۔

آپ شہر بنارس کے جنوبی علاقہ محلّہ مدن پورہ کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں بنارس میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔

جامعہ رحمانیہ مدن پورہ میں اپنے لائق و فائق اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد منیر خاں (م ۱۹۴۵ء) مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری رحمہ اللہ (۲۰۰۷ء)، مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ (م ۱۹۹۹ء)، قاری احمد سعید (م ۱۹۶۴) اور مولانا حافظ ابوالقاسم (م ۱۹۶۵ء) والد ماجد شیخ الجامعۃ السّلفیہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

آپ حافظ قرآن تھے، قاری احمد سعیدؒ سے آپ نے تجوید کی تکمیل کی تھی، خوش الحان قاری، کامیاب مدرس، اور سلفیت کے پُر جوش داعی و مبلغ تھے، راقم کو مرحوم سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

فراغت کے بعد آپ نے سفارت، تدریس، تبلیغ، امامت اور خطابت کے فرائض کو خیر وخوبی، شوق ولگن امانت داری اور دینی تڑپ کے ساتھ انجام دیا۔

آپ مدرسہ سعیدیہ دارانگر کے سفیر تھے، سفارت کی ذمہ داری کو نہایت ہی خوش اسلوبی اور امانت ودیانت کے ساتھ پورا کیا۔(۱)

(۱) پندرہ روزہ ''نور توحید'' لکھنؤ مجریہ ۱۰/ مارچ ۱۹۵۲ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد داؤد رازؒ (م ۱۹۸۱ء) بمبئی میں مومن پورہ مسجد اہل حدیث کے امام و خطیب تھے، جب وہ حج بیت اللہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو ان کی جگہ قاری صاحب نے امامت وخطابت کے فریضہ کو بحسن وخوبی ادا کیا، قاری احمد سعیدؒ کے انتقال کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے اور کئی سالوں تک جامعہ رحمانیہ میں طلبہ کو ناظرہ مع حفظ وتجوید پڑھاتے رہے۔

۱۹۵۲ء میں آپ ریواں (ایم-پی) تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ خیر العلوم میں منصب تدریس پر فائز ہوئے، تدریس کے ساتھ درس قرآن اور درس حدیث کا سلسلہ بڑی مستعدی سے جاری رکھا، شہر کے ہر عمر کے شائقین علم حاصل کرنے کے لیے قاری صاحب کے پاس آتے، آپ سب سے نہایت اخلاق وخندہ پیشانی کے ساتھ ملتے، شہر میں وعظ وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہا جس سے اکثر لوگ خوش خیال ہوگئے مگر سماجی دباؤ کی وجہ سے مسلک اہل حدیث قبول نہیں کرسکے، تاہم چند حضرات آپ کی تبلیغی کوششوں سے اعلانیہ اہل حدیث ہوگئے۔ (۱)

اہلحدیث مذہب قبول کرنے والے افراد کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱- جناب عبدالغنی صاحب ٹھیکیدار

۲- جناب حکیم جان عالم صاحب

۳- جناب عبدالغفور صاحب

۴- جناب حکیم ابی صاحب

یہ حضرات جلد ہی اللہ کے پیارے ہوگئے، اللھم اغفرلھم وارحمھم۔

مسلک اہلحدیث قبول کرنے والوں میں ایک نوجوان محمد حسین بھی ہیں یہ ابھی حیات ہیں، اور بھوپال میں پولیس ڈپارٹمنٹ میں کسی اہم عہدہ پر فائز ہیں، یہ تھے ریواں میں

(۱) پندرہ روزہ "نور توحید" لکھنؤ مجریہ ۱۰/ مارچ ۱۹۵۲ء

آپ کے تبلیغی کوششوں کے نتائج۔

ویڑھن ضلع سیدھی میں سلفیت آپ کی ہی بدولت پھیلی، واقعہ یوں ہے کہ ایک بزرگ جناب حکیم حافظ عبدالکریم صاحب دوافروش اپنی تجارت کے سلسلے میں ویڑھن آئے اور مسجد میں قیام فرمایا، حسن اتفاق سے ان کی ملاقات محمد سعید صاحب سے ہوگئی، تعارف ہوا، محمد سعید صاحب کو قرأت سیکھنے کا بڑا شوق تھا، حکیم صاحب سے انہوں نے اپنے ذوق کا اظہار کیا، حکیم صاحب اہل حدیث تو نہیں تھے لیکن انہوں نے بتایا کہ اگر آپ اپنا شوق پورا کرنا چاہتے ہوں تو ریواں چلے جائیں وہاں محلّہ گھوگھر ڈرین ٹولہ میں حاجی نذیر احمد صاحب کے یہاں ایک اچھے قاری تشریف فرما ہیں، واضح رہے کہ اس دور میں محترم قاری صاحب ریواں میں حاجی نذیر احمد صاحب کے مدرسہ میں مدرس تھے اور تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دے رہے تھے، حکیم صاحب نے یہ بھی بتادیا تھا کہ وہ اہلحدیث ہیں مگر قرأت میں ماہر ہیں۔ قرأت سیکھنے کا شوق سعید صاحب کو کشاں کشاں ریواں لے گیا، سعید صاحب مسلکاً بریلوی تھے اور عام طور سے ایسے لوگ جماعت اہل حدیث وافراد جماعت سے نفرت رکھتے ہیں، چنانچہ وہ محترم قاری صاحب سے قرأت سیکھنے لگے، مگر اپنے آبائی مسلک پر سختی سے قائم تھے، کسی اہلحدیث کے یہاں پانی پینا بھی گوارا نہ کرتے تھے مگر قاری صاحب دوران تعلیم اپنے حسن اخلاق، الطاف وعنایات اور حکمت ودانائی کے ساتھ انہیں جام توحید پلاتے اور سنت رسول سے روشناس کراتے رہے، قاری صاحبؒ کی تبلیغی کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ سعید صاحب نے ریواں ہی میں مسلک سلف کو اختیار کرلیا اور متبع کتاب وسنت بن گئے۔

محترم محمد سعید صاحب ریواں سے ویڑھن واپس ہوئے تو دل جذبۂ تبلیغ سے لبریز تھا، آپ نے بے پناہ جذبۂ اخلاص کے ساتھ اپنے خویش واقارب، دوست و احباب کو کتاب وسنت کی دعوت دی، توفیق ربانی سے جلد ہی چند افراد اہلحدیث ہوگئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱-جناب محمد ایوب صاحب برادر جناب محمد سعید صاحب

۲-جناب ماسٹر محمد حنیف صاحب

۳-جناب محمد ایوب گنیاری صاحب

اس طرح قاری صاحبؒ کی تبلیغی مساعی سے ریواں سے کتاب وسنت کی روشنی ویڑھن پہونچی اور لوگوں کے دلوں کو منور کرتی گئی۔

ویڑھن میں ایک بار آپ توحید وسنت کا وعظ فرمارہے تھے، اہل بدعت چراغ پا ہوکر جگہ جگہ ٹولیوں کی شکل میں جمع تھے ان میں سے بعض کے ہاتھوں میں خطرناک ہتھیار بھی تھے، قاری صاحبؒ مضبوط دل کے تھے، ان لوگوں کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اپنی تقریر کو جاری رکھا، دوران تقریر موصوف نے فرمایا کہ: ''اگر تمہارے پاس قرآن وحدیث کی تلوار ہوتو میدان میں آجاؤ'' اس کے بعد موصوف کو اتفاقیہ کھانسی آنے لگی، کھنکھار کر گلا صاف کرنا چاہتے تھے، مخالفین نے سمجھا کہ مولانا تلوار دکھارہے ہیں اور مقابلہ کا چیلنج کررہے ہیں، چاروں طرف سے مخالفین اسٹیج کی طرف بڑھنے لگے، سامعین میں سے ایک صاحب جن کا نام شیخ احمد تھا اس دینی محفل میں شریک تھے، جب انہوں نے اس ہجوم کو دیکھا تو ان کی ایمانی غیرت وحمیت جوش میں آگئی اور قاری صاحب پر ٹوٹ پڑنے والوں کو للکارا اور کہا کہ آج سے میں بھی اہلحدیث ہوگیا، اب اگر آگے قدم بڑھایا تو خیر نہیں۔

موصوف کی اس للکار سے مخالفین کا آگے بڑھتا ہوا قدم رک گیا، اس طرح قاری صاحبؒ کی تقریر سے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مسلک حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔(۱)

(۱) بروایت مولانا محمد شفیع رحمانی ساکن ویڑھن

قاری صاحبؒ سنت کے شیدائی اور بدعت کے سخت مخالف تھے اور پیغام حق پہونچانے میں نڈر تھے، آپ کی عمدہ وشیریں آواز کی وجہ سے لوگ بہت متاثر ہوتے جس محفل میں جاتے چھا جاتے اور قرآن کی تلاوت سے ایک سماں باندھ دیتے، اس سے ان کی تقریر میں جان پیدا ہوجاتی اور لوگ انتہائی سکون واطمینان سے تقریر سنتے اور متاثر ہوتے۔

آپ نے مرزاپور، گھوسیا، بنی پور وغیرہ میں تبلیغی فرائض کو بڑی مستعدی سے انجام دیا، اکثر وبیشتر آپ خطبہ جمعہ گھوسیا میں دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی بنی پور اور دوسری جگہوں پر بھی جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔

گھوسیا میں آپ نے ایک انجمن بنام جمعیۃ الشبان المسلمین قائم کی تھی جواب تک قائم ہے اور باقاعدہ رجسٹرڈ بھی ہے، آپ ہی کی کوشش سے وہاں ایک مکتب کا قیام بھی عمل میں آیا، اور جب تک آپ زندہ تھے اس انجمن کے زیر اہتمام ایک سالانہ تبلیغی ودینی جلسہ منعقد کراتے تھے۔ علماء کا روح پرور اجتماع ہوتا سامعین کا جم غفیر ہوتا، دور دور سے لوگ قرآن وسنت کا پیغام سننے کے لیے آتے اور اچھا اثر لے کے جاتے، گھوسیا کے لوگ آج بھی قاری صاحبؒ کی خدمات کو یاد کرتے ہیں، آپ کا جاری کردہ مکتب آج بھی چل رہا ہے، اور سیکڑوں بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں۔

انجمن حلقۃ الخطابہ جامعہ رحمانیہ سے نکلنے والا رسالہ ''گلدستۂ عیدقرباں'' میں آپ کا ایک مضمون ''قربانی اور عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل'' پر موجود ہے جو دس صفحات پر مشتمل ہے۔(۱) اور ایک مضمون ''تعاقب برفتوی اہل حدیث'' یکم اکتوبر ۱۹۵۱ء کے اخبار اہلحدیث دہلی میں شائع ہوا، یہ مضمون آپ نے اس وقت لکھا تھا جب آپ جامع

(۱) گلدستۂ عیدقرباں'' بنارس مجریہ ۱۳۵۸ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد اہل حدیث بھائی کھلّہ مومن پورہ بمبئی میں خطیب تھے۔(۱) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو لکھنے کا بھی اچھا خاصا ذوق تھا۔

اخیر عمر میں آپ کسی طرح زینے سے پھسل کر گر گئے اور پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی، علاج و معالجہ بہت ہوا لیکن کسی طرح کا کوئی افاقہ نہ ہوا، وقت موعود آپہونچا اور ۱۲/ جمادی الأخریٰ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۹/ اپریل ۱۹۸۰ء بروز منگل بوقت ساڑھے تین بجے دن اپنے مالک حقیقی سے جاملے، إنا لله و إنا إليه راجعون۔ اور اسی رات بعد نماز عشاء اپنے آبائی قبرستان محلہ ریوڑی تالاب میں سپرد خاک کردیے گئے۔(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لڑکا عطا فرمایا جو باحیات ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہے۔

(۱) اخبار اہل حدیث دہلی مجریہ یکم اکتوبر ۱۹۵۱ء

(۲) بیاض حاجی محمد صدیق صاحب مرحوم

مولانا قاری حافظ عبیدالرحمٰن بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۳۶ھ=۱۹۱۷ء وفات:۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴ء)

نام ونسب:

مولانا قاری حافظ عبیدالرحمٰن بن عبدالحمید بن مولانا عبداللطیف بن عبدالغفور بن حاجی نھو بن شیخ ولی محمد بن پیر محمد فرنگی۔

آپ بنارس کے مشہور محلّہ مدن پورہ کے ایک معزز گھرانے میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما ہوئی۔

آپ کا گھرانہ علمی اور مذہبی گھرانہ ہے آپ کے دادا عبداللطیف صاحبؒ (م۱۹۴۵ء) عالمِ دین تھے، چچا مولانا عبدالمجید حریری صاحبؒ (م۱۹۷۲ء) کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا، دوسرے چچا عبدالحلیم صاحبؒ (م۱۹۸۵ء) حافظ قرآن تھے، علم وتعلم کا یہ سلسلہ آج بھی آپ کے گھرانے میں جاری ہے۔

تعلیم وتربیت:

مولانا کی تعلیم وتربیت کا آغاز جامعہ رحمانیہ میں ہوا، دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کرلیا، آپ کے دادا مولانا عبداللطیف صاحبؒ (م۱۹۴۵ء) مسجد نیمیا، بازار سدانند میں نماز تراویح پڑھانے کے لیے گیارہ سال کی عمر میں اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔ آپ نے جملہ علوم وفنون کی تکمیل جامعہ رحمانیہ میں ہی کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد منیر خاں (م۱۹۴۵ء) مولانا عبدالغفار حسن رحمانی رحمہ اللہ (م۲۰۰۷ء) قاری احمد سعیدؒ (م۱۹۶۴ء) مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی رحمہ اللہ (م۱۹۹۹ء)، مولانا حبیب اللہ رحمہ اللہ (م۱۹۴۱ء) مولانا ابوالقاسم صاحبؒ (م۱۹۶۵ء) والد ماجد شیخ الجامعہ، حافظ عبدالقدیر صاحب کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ دوران تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے الٰہ آباد عربی وفارسی بورڈ سے ۱۹۴۰ء میں عالم اور ۱۹۴۲ء میں فاضل کا امتحان پاس کیا۔

حفظ کی تکمیل کے بعد فن تجوید کی تکمیل قاری احمد سعید صاحبؒ (م۱۹۶۴ء) سے کی، آپ نہایت خوش گلو اور خوش الحان قاری تھے، قاری احمد سعید صاحبؒ کو اپنے تین شاگردوں پر بڑا ناز تھا، جن میں سے ایک آپ بھی تھے۔

۱۹۵۵ء میں مدراس میں آل انڈیا قرأت کا مقابلہ ہوا، آپ نے بھی اس مقابلے میں شرکت فرمائی، اور پہلی پوزیشن حاصل کیا، آپ کو عمدۃ القراء کے خطاب اور مڈل سے نوازا گیا۔

آپ عربی، اردو، انگریزی کے اچھے خطاط اور طغرا نویس تھے جہاں بھی ان کے ہاتھ کے لکھے طغرے وسائن بورڈ لگے ہیں وہ ایک دلکش یادگار ہیں

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے آبائی پیشہ تجارت کو اختیار کیا، کاروباری مصروفیتوں کے باوجود قرآن وحدیث اور دینی کتابوں کا مطالعہ برابر جاری رکھتے تھے، علم اور اہل علم کے قدرداں تھے، کافی عرصہ تک حافظ ظہور والی مسجد کے خطیب رہے اور مسجد اہل حدیث نمیا میں بھی کبھی کبھار خطبہ دیا کرتے۔ راقم نے دونوں مسجدوں میں آپ کے خطبے سنے ہیں، آپ کی تقریر آیات قرآنیہ واحادیث رسول سے مزین ومرصع ہوا کرتی تھی، زبان بہت صاف اور سلیس استعمال کرتے تھے، لوگ آپ کی تقریر نہایت دلچسپی سے سنتے تھے۔

وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ کی محفلوں میں شریک ہوا کرتے تھے، آپ کتاب و سنت کی اشاعت اور سلفیت کی ترویج کے لیے شدید جذبہ رکھتے تھے۔

بنارس کے دیہی علاقوں نیز بنارس سے باہر بھی آپ تبلیغ کے لیے جایا کرتے تھے، آپ پرجوش داعی ومبلغ تھے، چنانچہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ خیز انقلاب کے بعد آپ

کے استاذ قاری احمد سعید صاحبؒ (م۱۹۶۴ء) نے جب تبلیغی فرائض انجام دینے کے لیے یوپی اہل حدیث کانفرنس کی بنیاد ڈالی تو تبلیغی مشن میں اپنے استاد کے ساتھ ساتھ آپ بھی ہوتے تھے، قاری صاحبؒ اکثر وبیشتر اپنے ساتھ رکھتے، اشتہاروں میں آپ کا نام مقررین کی فہرست میں ہوتا، جلسہ گاہ میں تلاوت کلام پاک سے ایک سماں باندھ دیتے اور تقریر سے عوام وخواص کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے، مدراس میں چند برسوں تک نماز تراویح میں قرآن پاک سناتے رہے، راقم کو مسجد اہل حدیث نمیا میں آپ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہے، آپ کے قرآن مجید پڑھنے کا انداز نرالا تھا، تراویح میں جب آپ قرآن مجید پڑھتے تھے تو بڑا بھلا معلوم ہوتا تھا، آج بھی لوگ موصوف کی خوش الحانی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

انجمن حلقۃ الخطابہ جامعہ رحمانیہ سے نکلنے والے میگزین ''گلدستہ'' کے آپ مدیر تھے، اور انجمن حلقۃ الخطابہ کے ناظم بھی۔ ''گلدستۂ محرم'' میں آپ کا ایک مضمون ''ماہ محرم کے احکام وفضائل اور بدعات'' پر موجود ہے جو تقریبا بیس صفحات پر مشتمل ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو لکھنے کا بھی ذوق تھا۔

آپ درمیانہ اور متوسط قد وقامت کے آدمی تھے، کشادہ پیشانی، گورا رنگ، دوہرا بدن چہرے پر داڑھی آپ کی شخصیت کو بارونق بنائے رکھتی تھی، آپ بااخلاق، خوش مزاج اور ملنسار تھے، وضع کے بڑے پابند تھے، صحت وتندرستی کا خاص خیال رکھتے تھے اور روزانہ ورزش آپ کا معمول تھا۔

زندگی کے آخری مرحلے میں آپ مختلف عوارض میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے لوگوں سے ملنا اور گفتگو کرنا بہت کم کر دیا تھا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۱/ جون ۱۹۹۴ء بروز سنیچر ساڑھے آٹھ بجے دن میں اچانک دل کا دورہ پڑا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ ''إنا لله وإنا إليه راجعون۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس سادگی سے کاٹ کر اپنی تمام عمر
چپ آکے آپ شہر خموشاں میں سو گئے

آپ کی نماز جنازہ مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے پڑھائی، اور اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں مدفون ہوئے۔ اللھم اغفرله وارحمه واجعل الجنة مثواه۔ عصر کی نماز کے بعد تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ تاریخ قطعۂ وفات مندرجہ ذیل ہے:

واصل حق ہوئے خاموش انیس الجان (۱۴۱۴ھ)
حافظ گنج نہاں قاری عبیدالرحمٰن (۱۹۹۴ء)

مرحوم کے پسماندگان میں چھ لڑکے اور ۲/لڑکیاں ہیں لڑکوں کے نام یہ ہیں:
(۱) عزیزالرحمٰن (۲) ولی الرحمٰن (۳) نعیم الرحمٰن (۴) فضل الرحمٰن (۵) سعیدالرحمٰن (۶) کلیم الرحمٰن۔ سبھی ماشاء اللہ بااخلاق اور خوش مزاج ہیں، اور اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔

مراجع

(۱) ''گلدستۂ محرم'' بنارس، مجریہ ۱۳۵۸ھ۔
(۲) ریکارڈ جامعہ رحمانیہ۔
(۳) جریدہ ترجمان دہلی، مجریہ ۱۵/جولائی ۱۹۹۴ء۔
(۴) اخبار اہلحدیث دہلی، مجریہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۵۷ء۔
(۵) موصوف کے صاحبزادے عزیزالرحمٰن عزیز نے بعض اہم معلومات فراہم کیں۔

مولانا علی احمد بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۴۸ھ=۱۹۲۹ء وفات: ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء)

نام ونسب:

آپ کا نام علی احمد اور آپ کے والد ماجد کا نام حاجی محمد موسیٰ تھا، آپ شہر بنارس کے شمالی علاقہ علوی پورہ کے مشہور محلّہ سالار پورہ میں ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔

تعلیم:

آپ کی ابتدائی تعلیم محلّہ کی مسجد میں ہوئی، اس کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی اور ڈگری کالج سے انٹر پاس کیا، ذہین وفطین تھے، عربی تعلیم سے دلچسپی پیدا ہوئی تو اپنے وقت کے مایۂ ناز علماء دین مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء) اور مولانا نذیر احمد املویؒ (م ۱۹۶۵ء) صدر مدرس جامعہ رحمانیہ سے برابر استفادہ کرتے اور اہم مسائل میں رجوع فرماتے رہے، یہاں تک کہ دینی مسائل میں اچھی خاصی دسترس حاصل ہوگئی۔

مشغلہ:

تحصیل علوم کے بعد اپنے آبائی پیشہ بنارسی ساڑی کی تجارت میں لگ گئے کاروباری مصروفیتوں کے باوجود دینی کتابوں کے مطالعہ، وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ کا بڑا جذبہ رکھتے تھے، چنانچہ ''ادارۃ الامر بالمعروف والنھی عن المنکر'' قائم کیا گیا جس کے روح رواں آپ ہی تھے، اس ادارے کے پلیٹ فارم سے دعوت وارشاد کا کام ہوتا تھا، دینی اجلاس بھی ہوا کرتے تھے، علاوہ ازیں وقت کی مناسبت سے پمفلٹ، کتابچہ، کلینڈر اور اسلامی کتابیں بھی شائع ہوتی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت وتبلیغ:

آپ دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے، جماعت کے اچھے واعظ اور مقرر تھے، ہندوستان کے مختلف صوبوں میں مقبول تھے اور وعظ وتبلیغ کے لیے بلائے جاتے تھے، مقامی طور پر بھی بڑی مقبولیت تھی، لوگ آپ کے وعظ وتقریر کے بڑے دلدادہ تھے، آپ کی تقریر میں کافی مجمع ہوتا تھا، ایک بار اللہ پورہ میں مولانا مرحوم کے ساتھ مجھے بھی خطاب کرنے کا اتفاق ہوا تھا، مولانا کا انداز بیان محققانہ ہوتا، مسائل اور واقعات کو خالص کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کرتے اور گھنٹوں تقریر فرماتے، مسائل کی تحقیق کے لیے لوگ آپ کے پاس تشریف لاتے، کسی کو رفع الیدین کا مسئلہ پوچھنا ہوتا، کوئی طلاق ثلاثہ کا مسئلہ پوچھتا، کوئی آمین بالجہر اور کوئی رکعات تراویح کے بارے میں تحقیق چاہتا آپ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے اور کتاب وسنت کی روشنی میں سوالوں کا جواب دیتے، شہر کے مختلف مقامات میں آئے دن دعوتی وتبلیغی پروگرام کا انعقاد ہوتا مولانا کی تقریر برابر ہوتی رہتی جس سے بہت سارے لوگ خوش خیال ہوگئے، اور ان کے عقائد کی بہت حد تک اصلاح ہوگئی، اور اکثر مسلمان پیر پرستی، قبر پرستی اور تعزیہ پرستی سے تائب ہوگئے، مگر سماجی دباؤ کی وجہ سے کھل کر مسلک اہل حدیث پر عمل نہیں کر سکے، تاہم لوگوں کی ایک تعداد آپ کی تبلیغی کوششوں سے اہل حدیث ہوگئی، اہل حدیث ہونے والے چند افراد کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) رمضان علی مرحوم، رسول پورہ (۲) محمد اکرام، رسول پورہ (۳) عثمان علی نقشہ نویس (۴) حافظ محمد حسن سالار پورہ (۵) حاجی فتح محمد خوجہ پورہ (۶) عبدالرؤف خاں صاحب، خوجہ پورہ (۷) حفیظ خان لدھن پورہ۔

مقامی طور پر آپ مسجد اہل حدیث ''بڑھیادائی'' کے مستقل خطیب تھے اور آپ

۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۵ء تک اس فریضے کو بہت ہی مستعدی سے انجام دیتے رہے، آپ نے اپنے وعظ وتقریر سے لوگوں کے اندر دینی جذبہ پیدا کیا، جس سے ان کے مسلک و عقیدہ میں پختگی پیدا ہوگئی، حق کی تلاش میں دلائل و براہین کے پیچھے لگ کر کتنے لوگ راہ راست پر آگئے، آپ ایک اچھے مناظر بھی تھے۔

مرکزی دارالعلوم سے شغف:

جس طرح جماعت کے مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) سے سبھی لوگوں کو محبت وعقیدت تھی، آپ کو بھی جامعہ سے دلی لگاؤ تھا، بلکہ آپ مرکزی دارالعلوم بنارس کی تعمیری کمیٹی کے رکن تھے اور ترجمان کے تاسیس نمبر میں آپ کا بڑا وقیع اور پراز معلومات مضمون بعنوان ''کتاب و سنت کی اشاعت اور مرکزی دارالعلوم'' تین صفحات پر مشتمل موجود ہے، آپ نے اس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کے اسباب اور مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور مدارس و جامعات کے ذریعہ قرآن وحدیث کی اشاعت کو ثابت کیا ہے، اور اپنے اسی مضمون میں اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''یقین ہے ان شاءاللہ بہت جلد جماعت کے شایان شان مرکزی دارالعلوم کا تعمیری منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ کر مجوزہ درس و تدریس کا کام شروع ہوجائے گا، اور پھر یہاں سے اٹھنے والا ہر ذرہ ان شاءاللہ نیر تاباں ثابت ہوگا، اور اپنے مضمون کے ایک مقام میں مولانا فرماتے ہیں ''تقریب سنگ بنیاد کے بعد جہاں جہاں بھی جلسوں کی شرکت وغیرہ کے سلسلے میں پہونچا ہر جگہ لوگوں کو مداح پایا، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرکزی دارالعلوم کی محبت اور اس کی تکمیل کی لگن ہر فرد جماعت کے دل میں باقی رکھے اور جلد سے جلد رشد وہدایت کی روشنی کا ایک تابناک منارہ ہو کر سارے ملک کو جگمگا سکے، آمین۔ (ترجمان کا تاسیس نمبر یکم و پندرہ جنوری ۱۹۶۳ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون نگاری:

دعوت وتبلیغ، بحث ومناظرہ کے ساتھ ساتھ آپ کو شروع ہی سے مضمون نگاری کا بھی بے حد شوق تھا اور جماعت کے متعدد رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے، چند اہم مضامین بطور نمونہ ذیل میں درج ہیں:

۱- رسالہ بدعت حسنہ پر ایک نظر — اخبار اہل حدیث دہلی ۱۹۶۰ء میں کئی قسطوں میں شائع ہوا ہے۔

۲- توسل واستعانت بالغیر — اخبار اہل حدیث دہلی جنوری ۱۹۶۳ء میں کئی قسطوں میں شائع ہوا ہے۔

۳- کتاب وسنت کی اشاعت اور مرکزی دارالعلوم — ترجمان کا تاسیس نمبر یکم و ۱۵/جنوری ۱۹۶۴ء۔

تصانیف:

مولانا مضمون نگاری کے ساتھ ساتھ کتابوں کی تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے، ذیل میں ان کی کتابوں کا نام مع تبصرہ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱-کتاب الصلوۃ (اردو) صفحات ۱۱۶ مطبع نیشنل آرٹ الہ آباد

اس کتاب میں طہارت، وضو، نماز پنج وقتہ، جمعہ، عیدین، جنازہ وغیرہ کے مسائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۲-رکعات احمدی: (اردو) صفحات: ۸۰، طبع: ۱۹۵۳ء

یہ کتاب مولوی امیر حمزہ کے رسالہ "الرای الصحیح" کے جواب میں ہے جس میں بیس رکعات تراویح کو سنت ثابت کیا گیا تھا۔

۳-شرعی پردہ (اردو) صفحات: ۴۴، مطبع اسرار کریمی الہ آباد، طبع: ۱۹۷۱ء

۴- قرآن حکیم اور سائنسی تحقیقات (اردو) صفحات: ۳۴، مطبع اکرم حسین

بنارس، طبع: ۱۹۶۹ء

اس کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز قطعی طور پر خالق کائنات کے ماتحت اور اس کے ارادہ ومشیت کے تابع ہے اور اسلامی تعلیمات اور سائنسی علوم میں کوئی تضاد نہیں اور نہ اسلام ان کے حصول کا مخالف ہے، یہ اور بات ہے کہ اسلام میں بہت سی چیزیں ایسی بتائی گئی ہیں کہ انسانی عقل کی رسائی ابھی ان اشیاء کے حقائق سے بہت دور ہے۔

۵-امارت وصحابیت بجواب خلافت وملوکیت (اردو) صفحات: ۱۴۱، مطبع: اجمل پریس بمبئی، طبع: ۱۹۶۹ء

اس کتاب میں خلفاء بنوامیہ پر مولانا مودودیؒ کے لگائے ہوئے الزامات کا جواب دیا گیا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تک کے خلفاء کے برسراقتدار آنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔(۱)

۶- المختارات في كسوة المستورات (اردو)

۷- فتح الوهاب في مسئلة الحجاب (اردو)

۸-السنة المتوارثة في مسئلة اللحية (اردو)

۹-عید اضحی (اردو)

۱۰-ہدیہ خلوص (اردو)

۱۱-اظہار الحق الصريح في مسئلة التراويح (اردو)

۱۲-کتاب المناسک (اردو) صفحات: ۹۵، مطبع: وارانسی لیتھو پریس، بنارس، طبع ۱۹۶۸ء

(۱) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص: ۱۱۶، ۱۸۵، ۲۸۵، ۳۰۶، ۴۹۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علالت ووفات:

زندگی کے آخری مرحلے میں آپ مختلف عوارض میں مبتلا ہو گئے تھے اور برسوں صاحب فراش رہے، بالآخر وقت موعود آپہونچا اور ۷/ جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ مطابق ۷/ فروری ۱۹۸۷ء بروز سنیچر دار فنا سے دار بقا کو سدھار گئے، إنا لله و إنا إليه راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمہ اللہ سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان سالار پورہ میں مدفون ہوئے، اللہم اغفرلہ وارحمہ واجعل الجنۃ مثواہ۔ مرحوم کے پسماندگان میں تین لڑکے اور ۶/لڑکیاں ہیں، تمام لڑکے اپنے آئی کاروبار میں مصروف ہیں۔

مولانا کبیر الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۹۳۶ء)

آپ کا نام کبیر الدین احمد ہے، نسب ذیل میں درج ہے:

نسب نامہ:

مولانا کبیر الدین احمد بن مولانا سعید الدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن مولانا شاہ عبدالاعلی بن مولانا حاجی شاہ کریم اللہ بن شاہ ظہور محمد بن شاہ جلال الدین بن قاضی شاہ غلام مصطفیٰ بن شاہ قیام الدین بن شاہ عبداللہ بن قطب الاقطاب شاہ محمد غوث گوالیاری بن شاہ خطیر الدین بن شاہ عبداللطیف بن خواجہ معین الدین قتال بن خطیر الدین بن بایزید بن خواجہ فرید الدین عطار نیشا پوری رحمہم اللہ۔ خواجہ فرید الدین عطار کا نسب پدری حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے اور مادری بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

ولادت:

مولانا کبیر الدین احمد کی ولادت شہر بنارس کے مشہور علاقہ محلّہ سرائے گوبردھن چیت گنج میں ہوئی۔ مولانا کا گھرانہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا صحیح مصداق تھا۔ آپ کے دادا، پردادا اور پورا خاندان علوم وفنون میں یکتائے روزگار تھا، کئی پشتوں تک اس خاندان کے افراد نے علم وفضل کے چراغ کو روشن رکھا، علمی محفلیں سجتی تھیں، بڑے بڑے علماء کرام اکٹھا ہوتے تھے، آپ کا گھرانہ علماء کرام کا مرکز بھی تھا۔

تعلیم وتربیت:

مولانا کبیر الدین رحمہ اللہ علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے، بچپن ہی سے قال اللہ، وقال الرسول کی دلکش صداؤں سے کان آشنا ہو چکے تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدمحترم مولانا سعیدالدین جعفریؒ سے حاصل کی،آپ کے اساتذۂ کرام میں مولانا نذیرالدین احمد جعفری ہاشمی،مولانا حمیدالدینؒ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

مشغلہ:

تعلیم سے فراغت کے بعد درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہوگئے، کچھ ہی دنوں کے بعد ہیڈ پوسٹ آفس میں پوسٹ ماسٹر کے عہدے پر فائز ہوگئے اور تاحیات اسی عہدے پر برقرار رہے۔

شادی:

آپ کی شادی آپ کے عم محترم مولانا سید حمید الدین جعفری ہاشمیؒ کی صاحبزادی عائیمہ بی بی سے ہوئی جس سے دولڑکیاں ہاجرہ بی بی، زینب بی بی پیدا ہوئیں۔

وفات:

سادگی اور بے نیازی کے ساتھ زندگی گذارتے ہوئے آپ دارفانی سے ۱۹۳۶ء میں دار بقاء کوسدھار گئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔اور اپنے آبائی قبرستان حسین پورہ میں مدفون ہوئے۔

اللھم اغفر له وارحمه ووسع مدخله.

مراجع

(۱) تذکرۃ الاعلیٰ مؤلفہ مولانا سید نذیرالدینؒ، تجرید واضافہ کنندہ سید خبیرالدین احمد جعفری انسپکٹر آف ریلوے شہداء پور، سکھر ڈویژن پاکستان۔
(۲) محمد عارف بن محی الدین ساکن سرائے گوبردھن چیت گنج نے بعض تفصیل فراہم کی۔

مولانا مجیدالدین احمد ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۲۶۲ھ=۱۸۴۵ء وفات: ۱۲۹۸ھ=۱۸۷۸ء)

نام ونسب:

مولانا سید مجیدالدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن مولانا شاہ عبدالاعلی بنارسیؒ، آپ کا شجرۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶۲ھ میں بنارس کے مشہور علاقہ محلّہ سرائے گوبردھن چیت گنج میں ہوئی اور یہیں نشو ونما بھی پائی۔

تعلیم وتربیت:

مولانا مجید الدین احمد ہاشمیؒ نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم دین اور اشاعت کتاب وسنت کا مرکز تھا، والدمحترم مولانا جلال الدین احمد بنارسیؒ تھے جو اپنے عہد کے زبردست عالم اور مسلک سلف کے داعی تھے، آپ کے تمام بھائی بھی ماشاء اللہ حق کے داعی اور علم وعمل کے پیکر تھے، ظاہر ہے کہ ایسے خانوادے میں آپ کی کس قدر اعلیٰ پائے کی دینی تربیت کی گئی ہوگی۔

جب آپ سولہ یا سترہ سال کے ہوئے تو والد ماجد مولانا جلال الدین احمدؒ (م ۱۲۷۹ھ) کا انتقال ہوگیا، لیکن علمی ماحول اور باپ کی بہتر تربیت کا اثر تھا کہ انہوں نے اپنے طور پر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، فارسی کی تعلیم مولانا پیغمبر بخش بنارسی سے حاصل کی اور بقیہ علوم کی تحصیل اپنے دونوں بزرگ بھائیوں مولانا سعیدالدین احمد (م ۱۲۹۳ھ) اور مولانا حمیدالدین احمد سے حاصل کی۔

مولانا موصوف میں بھی اپنے والد کی طرح عمل بالحدیث اور اتباع سنت کا ولولہ تھا، کسی کی ملامت، طعن وتشنیع کی پرواہ نہیں کرتے تھے، عمر بہت مختصر پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پینتیس یا چھتیس برس کی عمر میں آپ کو سرسام کا مرض لاحق ہوا، جو موت کا پیش خیمہ ثابت ہوا، اور اسی مرض میں ۲۰/ جمادی الاولی ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۲/ مئی ۱۸۷۸ء کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ آپ کے دو بلند اطوار صاحبزادے تھے: حافظ عظیم الدین احمد اور علیم الدین احمد۔

مراجع

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۴۸
(۲) تذکرۂ مشائخ بنارس، ص: ۶۸

مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۰۷ھ=۱۸۹۰ء وفات: ۱۳۶۹ھ=۱۹۴۹ء)

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا صحیح مصداق تھا، آپ کے والد ماجد محدث، مفسر اور فقیہ تھے، اور آپ کے سبھی بھائی عالم دین، قاری قرآن، اور دین کے داعی ومبلغ تھے، آپ کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے، آپ کی شخصیت ہمہ گیر تھی، آپ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جب کہ ہندوستان میں مرزائیت، عیسائیت، قادیانیت اور آریہ سماجیت غرض کہ مختلف فرقہ کے لوگ اپنے اپنے مذہبی تسلط کے لیے کوشاں تھے اور منظم طور پر اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشیں رچ رہے تھے، شرک وبدعات کا زور تھا، تقلید کا ڈنکا بج رہا تھا، ایسے حالات میں جن مردان کار نے میدان عمل میں قدم رکھا اور ہر محاذ پر یکساں داد شجاعت دی ان میں ایک نمایاں شخصیت مولانا سیف بنارسیؒ کی بھی تھی جس نے اسلام اور اہل اسلام کی خدمات کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کردی تھی۔

نام ونسب:

آپ کا نام محمد، کنیت ابوالقاسم اور سیف الاسلام لقب تھا، تعلیمی دور تک آپ صرف محمد کے نام سے پہچانے جاتے تھے لیکن ۱۳۱۹ھ میں جب شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سند دیتے وقت میاں صاحب نے فرمایا: ارے یہ خالی محمد کیا؟ کنیت ابوالقاسم بڑھالے۔(۱)

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد بن سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ نجا ہی

(۱) الزہر الباسم، ص: ۱۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنجابی (۱)، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد سعید صاحب محدث بنارسی (م۱۳۲۲ھ) جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بنارس کو اپنا وطن ثانی بنایا۔ (۲)

حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ کی جائے پیدائش بنارس کا مشہور علاقہ دارا نگر ہے، محلّہ دارانگر بنارس کے شمالی حصے میں واقع ہے، اور قلب شہر میدا گن سے تھوڑے فاصلہ پر ہے، دارانگر کے قریب کے تمام محلے علوی پورہ کے نام سے مشہور ہیں، علوی پورہ اب بگڑ کر علّی پورہ ہوگیا۔

مولانا سیف بنارسیؒ بتاریخ یکم شوال شب بروز چہار شنبہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۷/مئی ۱۸۹۰ء بوقت طلوع ہلال عید پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام ''محمد فضل قادر'' رکھا گیا، جس سے سال ولادت ۱۳۰۷ھ برآمد ہوتا ہے۔ (۳)

تعلیم وتربیت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطری طور پر بے پناہ ذہانت و فطانت سے نوازا تھا، شیر خوارگی کے وقت سے ہی قال اللہ وقال الرسول کی دل کش صداؤں سے کان آشنا ہوچکے تھے، جب آپ چار سال کے ہوئے تو تعلیم کی ابتدا مولانا عبدالکبیر بہاری ثم البنارسی (م۱۳۳۱ھ) کی نگرانی میں ہوئی، سات سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کرکے حفظ شروع کردیا اسی سال قاضی شیخ محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری (م۱۳۲۴ھ) سے سند ''مسلسل بالاولیہ'' حاصل کی۔

مولانا سید عبدالکبیر بنارسی (م۱۳۳۱ھ) سے نحو، صرف، فارسی اور دیگر ابتدائی

(۱) نزھۃ الخواطر، ج:۸، ص:۴۵۵، طبع جدید

(۲) نورتوحید، لکھنؤ، سیف الاسلام نمبر، مجریہ جنوری، فروری ۱۹۵۱ء

(۳) تراجم علماء حدیث ہند، ص:۳۵۶

کتابیں پڑھیں، ادب ومعانی وبلاغت مولانا سید نذیر الدین احمد صاحب جعفری ہاشمی بنارسی (م۱۳۵۲ھ) سے پڑھیں، فقہ اصول فقہ، منطق و فلسفہ وغیرہ حکیم مولوی عبدالمجید بنارسی (م۱۳۵۶ھ) سے پڑھیں، حدیث وتفسیر اپنے والد مکرم مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م۱۳۲۲ھ) سے پڑھیں، شعروشاعری میں مولانا ابوادریس صاحب میرٹھی سے استفادہ کیا، والد کی زندگی ہی میں ضرورت بھر انگریزی پڑھ لی تھی، ۱۹۱۵ء میں ایک بنگالی ماسٹر سے بنگلہ زبان سیکھی، جب آریہ سماجیوں کا زور ہوا اوران سے محاذ آرائیاں ہونے لگیں تو ہندو مذہب سے مکمل براہ راست واقفیت حاصل کرنے کے لیے ہندی اور سنسکرت پر بھی عبور حاصل کیا۔ ۱۳۲۲ھ میں اپنے والد ماجد سے صحاح ستہ کا دورہ کرکے سند لے لی، اس وقت آپ کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ (۱)

اس کے علاوہ اپنی علمی استعداد میں اضافہ کرنے اور فنون حدیث میں جو آپ کا خاص موضوع تھا مہارت پیدا کرنے کے لیے اپنے عہد کے مشہور ائمہ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اوران سے سند حدیث لی، چنانچہ آپ نے مولانا شمس الحق صاحب محدث عظیم آبادی صاحب عون المعبود (م۱۳۲۹ھ) حضرت مولانا عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی (م۱۳۳۴ھ) شیخ حسین بن محسن یمنی (م۱۳۲۷ھ) سے خصوصی طور پر سند اجازہ لی، ان حضرات سے آپ کے والد بزرگ وار کے گہرے روابط تھے اور اکثر یہ علماء کرام بنارس میں تشریف لاتے تھے اور مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ کے مکان پر ٹھہرتے تھے، اس لیے مولانا سیف بنارسی کو ان میں سے بیشتر سے نیاز اپنے وطن ہی میں حاصل ہوگیا، البتہ آپ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور ۱۳۱۹ھ میں حضرت میاں صاحبؒ سے سند اجازہ حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں آپ تمام علوم آلیہ وعالیہ میں کمال حاصل کرکے فارغ

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص:۳۵۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التحصیل ہوگئے۔ (۱)

درس وتدریس:

فراغت کے بعد ہی آپ نے مدرسہ سعیدیہ اسلامیہ میں (جو آپ کے والد کا قائم کیا ہوا تھا) مسند تدریس سنبھال لی، اہل بنارس کا خیال تھا کہ مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ کے انتقال کے بعد کوئی ان کی جگہ کو پُر نہیں کر سکے گا، لیکن جب آپ مسند نشین ہوئے تو نہ صرف یہ کہ اپنے والد کے خلاء کو پُر کیا بلکہ تمام علوم میں خصوصاً فن حدیث میں ایسی مہارت پیدا کی کہ اگلے پچھلے سب کے علوم کو سمیٹ لیا اور والد ماجد سے آگے بڑھ گئے۔ ۱۳۳۰ھ سے بالالتزام صحیحین اور تفسیر کا درس شروع کر دیا، ۱۳۳۱ھ میں آپ مدرسہ سعیدیہ کے مدرس اول مقرر ہوئے، چنانچہ آپ ''الزہرالباسم'' مطبوعہ ۱۳۳۱ھ میں لکھتے ہیں کہ: ''درس و تدریس کا سلسلہ لڑکپن سے اب تک بند نہیں ہوا، بلکہ اب تو خدا کے فضل سے مدرسہ اہل حدیث کا صدر مدرس مولینا نذیر الدین احمد بنارسی (م۱۳۵۲ھ) کی جگہ پر ہوں۔ (۲) آپ نے ۱۳۶۸ھ تک انتالیس بار صحیح بخاری، صحیح مسلم اور تفسیر کا درس دیا۔ تقریباً سات سو طلبہ شائقین قرآن و حدیث ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے آکر فیض یاب ہوئے، افسوس کہ چالیسواں دور پورا نہ ہونے پایا تھا کہ آپ کی حیات مستعار پوری ہوگئی۔ (۳)

طریقۂ تدریس حدیث:

فن حدیث میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل تھا، اپنے زمانے میں اسماء رجال کے امام تھے، وسعت مطالعہ، استحضار اور استنباط میں آپ متقدمین سے کسی طرح کم نہ تھے، دوران درس، احادیث کے حوالے مع قید جلد، سن طبع، صفحہ اور متن کے ساتھ پیش

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۵۷ (۲) الزہرالباسم، ص: ۹

(۳) نور توحید کا سیف الاسلام نمبر، ص: ۹

کرتے اور ہر اعتراض کا مسکت جواب مع دلائل عقلیہ ونقلیہ ایسا دیتے کہ معترض کو شک وشبہہ کی گنجائش باقی نہ رہتی تھی، کتاب العلم اور کتاب الایمان میں خصوصاً آپ کی درسی بحث اپنی نوعیت کی بے نظیر ہوتی تھی۔ (۱)

مولانا سیف بنارسیؒ کے درس کے متعلق ان کے شاگرد رشید مولانا فیض الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مفتی دارالحدیث مئو کا بیان ہے کہ ''آج علامہ البانی کی کتابیں اور ان کی تحقیقات دیکھتا ہوں تو سیف بنارسیؒ کے درس کا منظر یاد آجاتا ہے، مولانا سیف بنارسیؒ اپنی بات کو حجت اور دلائل کے ذریعہ اس قدر واضح انداز میں پیش کرتے کہ مخاطب مکمل طور سے مطمئن ہوجاتا تھا، قوت تفہیم میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا''۔ (۲)

فضائل وشمائل:

آپ کا قد باوجاہت، درمیانہ تھا، جسیم اور کشادہ چشم تھے، ظاہری وباطنی خوبیوں سے آراستہ نیک سیرت وخوبصورت تھے، آواز بہت بلند تھی جس کے باعث جلسوں میں اکثر آپ کی تقریر کے لیے لاؤڈ اسپیکر کی چنداں ضرورت باقی نہ رہتی تھی، تقریر کے وقت آپ پر مضامین کا دروازہ ایسا کھل جاتا تھا جیسے کوئی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے، تکلفات وعیش پسندی سے دور رہتے، اپنا ذاتی کام خود انجام دیتے تھے، کبھی کسی ملازم کی نوبت نہ آئی جو آپ کا معین بنے، اخلاق کے باب میں مؤقر جریدہ ''اعتصام'' کا یہ اقتباس قابل ذکر ہے:

''نہایت محبوب شخصیت رکھتے تھے، جس دوست سے ایک مرتبہ ملے اسے ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنالیا، کتنا اخلاص، کتنی اپنائیت اور کس درجہ تواضع کے مناظر دیکھنے

(۱) نور توحید سیف الاسلام نمبر ۱۹۵۱ء

(۲) مولانا سیف بنارسی شخصیت اور کارنامے: ڈاکٹر احمد سعید فاروقی (انٹرویو مولانا فیض الرحمٰن مئوی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آئے اللہ! اللہ! اب یہ مواقع کہاں ملیں گے؟'' (۱)

سفرِ بیت اللہ:

مولانا سیف بنارسیؒ کو زندگی میں دوبار زیارت بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، آپ کا پہلا سفر ۱۳۳۰ھ میں ہوا، اس سفر میں آپ کا ارادہ مدینہ منورہ کے بعد بلادِ اسلامیہ بیت المقدس، مصر وغیرہ جانے کا تھا لیکن اس خطرناک علالت کے باعث جو منیٰ میں نویں ذی الحجہ کو ہیضہ کی شکل میں نمودار ہوئی تھی، زیارت مدینہ منورہ نہ ہوسکی اور نہ دیگر بلادِ اسلامیہ کی سیاحت۔

دوسرا سفر حج ۱۳۴۴ھ میں کیا مولانا سیف بنارسیؒ کا یہ آخری سفر حج بہت اہم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اول تو زیارت مدینہ شریف کی تمنا بر آئی۔ دوم یہ کہ اسی حج میں علامہ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے پڑپوتے شیخ محمد عبداللطیف صاحب نے آپ سے ثلاثیات بخاری شریف سنا کر سند لی، یہ زمانہ سلطان عبدالعزیز بن سعودؒ کی حکومت کا تھا، سلطان موصوف نے اسی سال مؤتمر اسلامی منعقد کی تھی جس کے آپ بھی ایک ممتاز رکن تھے۔

سلطان سے پہلی ملاقات کچہری میں بعد نماز جمعہ ہوئی، سفر مدینہ میں بئر الشیخ پر قاضی مکہ عبداللہ بن بلیہد سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کو چائے پر مدعو کیا اور قافلہ کی روانگی تک آپس میں خوب مذاکرہ علمیہ رہا، مدینہ میں حاکم مدینہ ابراہیم بن آل سیہان سے ملاقات کی اور ان کی خواہش اور ایماء پر مسجد نبوی میں تقریر فرمائی۔ آپ جب تک مدینہ رہے کبھی شیخ محمد بن علی الترکی اور کبھی شیخ قاضی محمود مصری صاحبان کے یہاں عصرانہ میں شریک ہوتے رہے اور علمی مجالس خوب گرم ہوتیں، یہ دونوں شیخ حدیث کے بہت دلدادہ تھے۔ (۲)

(۱) نور توحید سیف الاسلام نمبر، ص: ۹ (۲) نور توحید سیف الاسلام نمبر، ص: ۱۰

تبلیغی سرگرمیاں:

اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ نے ۱۹۰۴ء میں ایک انجمن بنام مؤید السنۃ (تائید الاسلام) قائم کی، اس انجمن کے زیر اہتمام ہر ہفتہ جلسہ ہوا کرتا تھا جس کا اہم مقصد کتاب وسنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کا قلع قمع کرنا تھا، علوی پورہ کے مختلف علاقوں میں خاص طور سے بڑھیا دائی کی مسجد میں عاملین بالحدیث کی طرف سے شب برأت وغیرہ کے سلسلہ میں آپ کی تقریریں ہوا کرتی تھیں، مسلسل تیس سال تک اس دینی اجتماع میں آپ نے تقریر کی، قادیانیت کی تردید میں انجمن حمایت الاسلام کی طرف سے اکثر جلسے ہوا کرتے تھے اور ان جلسوں کی رونق آپ کی ذات سے وابستہ تھی، ایک انجمن بنام اشاعت الاسلام مدن پورہ بنارس میں ۱۹۳۰ء میں قائم ہوئی تھی، یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنارس میں کچھ قادیانیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے کوشش شروع کردی تھی، مولانا سیف بنارسیؒ اس انجمن کے پلیٹ فارم سے تحریری وتقریری ہر دوطرح سے قادیانیوں کی خوب خوب خبر لیتے، آپ کی تبلیغی سرگرمیاں صرف چار سال ۳۶ء تا ۴۰ء بند رہی، حکومت برطانیہ نے آپ کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے جو آپ کا ساتھ مسجد میں بھی نہ چھوڑتے تھے نیز اضلاع بنارس میں تقریر کرنے پر پابندی عائد کر رکھی تھی، پابندی ختم ہوتے ہی آپ کی تقریر محلّہ در محلّہ دوبارہ شروع ہوگئی، ۴۱ء تا ۴۴ء آپ کی تقریریں ہر ہفتہ بنارس میں خاص اہتمام کے ساتھ ہوتی تھیں، آپ کی تقریریں صرف مسلم طبقہ تک محدود نہ تھیں بلکہ آریوں کے سالانہ جلسہ (کیرتن) میں آپ مدعو کئے جاتے تھے، بنارس کے علاوہ انجمن اہل حدیث مضافات یوپی، سی پی، بہار اور بنگال کے سالانہ جلسوں میں آپ کی شرکت فرض کفایہ کی صورت اختیار کر چکی تھی، ملک کے بیشتر حصوں میں جماعتی جلسوں میں بحیثیت مقرر شرکت فرماتے، یوپی کا شاذ ونادر ہی کوئی شہر ہوگا جہاں آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ سلسلۂ تقریر تشریف نہ لے گئے ہوں، آپ کی تقریر میں وہ کشش تھی کہ جہاں پہونچ جاتے تھے ہر ذوق اور ہر طبقہ کے لوگ کھنچے چلے آتے تھے، آپ عوام وخواص دونوں میں ہر دل عزیز اور بے حد مقبول تھے، آپ کی مقبولیت کے بارے میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۸ء) اخبار اہل حدیث میں تحریر فرماتے ہیں:

"عجیب بات ہے کہ مولانا ابوالقاسم بنارسی کی غیر موجودگی حاضرین کو بہت شاق گذرتی تھی اور پوچھتے تھے کہ کیوں نہیں آئے؟ مولوی صاحب کی اس پنجابی مقبولیت پر جتنا غبطہ کیا جائے کم ہے۔"

جس وقت آپ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اس وقت کا منظر کسی شاعر نے کیا خوب کھینچا ہے:

سیف بھی بیٹھے ہوئے ہیں ایک طرف کس گھات سے
کفر کی گردن کٹے گی آج ان کے ہاتھ سے (۱)

آپ کانفرنس اہل حدیث کے سب سے پہلے بلا تنخواہ سفیر وواعظ تھے۔(۲)

اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد بنارس میں عیدین کے مستقل امام ہوئے جسے آپ نے پابندی کے ساتھ آخر تک نبھایا اور جماعت اہل حدیث نے اپنا امام بنارس تسلیم کیا۔

آپ اور آپ کے والد ماجد مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ کی کوششوں سے بنارس میں جماعت اہل حدیث کو مرکزی مقام حاصل ہوا، ہمارے انھیں اسلاف اور بزرگوں کے اخلاص اور کوششوں کا ثمرہ ہے کہ آج ہندوستان کی مرکزی سلفی درسگاہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کے نام سے بنارس میں موجود ہے اور اس کے قیام سے سلفیت کو جو فروغ ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔

(۱) سیف الاسلام ص: ۱۱-۱۶ (۲) تراجم علماء حدیث ہند ص: ۳۵۷

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس:

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس جس کا قیام ۱۹۰۶ء میں عمل میں آیا ہے اس کی خدمات میں آپ کا اسم گرامی نمایاں حیثیت رکھتا ہے، آپ نے اس کے قیام اور اغراض و مقاصد کی بھر پور تائید کی تھی، موصوف کا تائیدی بیان یہ ہے "اہلحدیث کانفرنس کی بابت جو رائے قرار پائی ہے اس کے ساتھ میں بھی اتفاق کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا اچھا اثر بخشے، نہایت خوشی کی بات ہے کہ مذاکرۂ علمیہ آرا قریب ہے، اس اہل حدیث کانفرنس کا انعقاد ضرور بالضرور اسی جلسہ میں ہو" ۱۹۱۱ء میں کانفرنس کے وفد میں آپ نے بنگال کا دورہ کیا، اور اس کے تیسرے سالانہ اجتماع میں شعبۂ تالیف وتصنیف کے سکریٹری مقرر ہوئے، اس کے پانچویں اجتماع کے داعی خود آپ ہیں جو کہ ۱۹۱۶ء میں بنارس میں ہوا تھا، یہ جلسہ ہر حیثیت سے کامیاب اور گذشتہ جلسوں سے بڑھا ہوا اور آئندہ کے لیے ایک نمونہ تھا۔

اہلِ حدیث لیگ:

اہل حدیث لیگ کا انعقاد ۱۹۳۲ء میں کلکتہ کی جمعیت تبلیغ اہل حدیث کانفرنس میں ہوا، جس میں تین ماہ کے لیے عارضی طور پر آپ صدر منتخب ہوئے تھے، دوبارہ چھپرا میں باقاعدہ عہدہ داروں کا انتخاب ہوا جس میں بالاتفاق آپ صدر ہوئے، اور آپ کے برادر خرد مولانا قاری احمد سعید صاحب سکریٹری منتخب ہوئے۔

ملک کی سیاسی تحریکات میں بھی جرأت وبے باکی کے ساتھ حصہ لیا اور اس وقت انگریزی اقتدار یہاں پوری طرح مسلط تھا، اس کے خلاف پر جوش اور پرزور تقریریں کیں، کسی ذاتی مصلحت اور خودغرضی کی خاطر یا ہنگامی نعروں کی رو میں بہہ کر نہیں، بلکہ سمجھ بوجھ کر پوری بصیرت کے ساتھ ملک وملت کے لیے مفید سمجھ کر، ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۰ء کانگریس کمیٹی بنارس کے صدر رہے اور ۴۰ء کے آخر میں فارورڈ بلاک کمیٹی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممبر ہوئے۔

مناظرہ:

تقریر وخطابت کا اسٹیج ہو یا بحث ومناظرہ کا میدان مخالفین کے اچھے سے اچھے مدعیان فضل وکمال بھی سامنے آنے سے گھبراتے تھے، یوں تو آپ نے متعدد بار مناظرے کئے اور سب میں بفضل منان کامیاب رہے، مگر معروف ومشہور مناظرے کانپور، الہ آباد، پٹنہ، جبل پور، دیناج پور، بنارس اور ٹانڈہ وغیرہ کے ہیں، تمام مقامات میں الحمدللہ میدان آپ ہی کے ہاتھ رہا۔

اکثر ہوئی ہے منکر سنت سے گفتگو
لیکن کسی جگہ میں نہ ہارا محمدی(۱)

فاتح قادیان مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا دست راست تسلیم کرلیا تھا، چنانچہ ایک بار جب بنارس تشریف لائے تو اہالیان بنارس نے شکایتاً عرض کیا کہ آپ بنارس وغیرہ کے مناظروں میں کیوں نہیں شرکت فرماتے؟ تو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے جواب دیا کہ چونکہ مولانا سیف بنارسی، یوپی، بہار، بنگال کے لیے کافی ہیں اس لیے میں ان علاقوں کی طرف سے بالکل مطمئن ہوں۔(۲)

صحافت ومضمون نگاری:

آپ نے نوعمری سے ہی مضمون لکھنا شروع کردیا تھا جو زیادہ تر اخبار اہلحدیث کی زینت بنتے تھے۔ ۱۳۳۰ھ میں آپ نے اپنا ذاتی رسالہ ''السعید'' کے نام سے جاری کیا جو ہر اعتبار سے منفرد تھا، اس رسالہ کے شائع ہونے کے لیے کوئی دن تاریخ مقرر نہیں تھی، ہر شمارہ ایک مستقل رسالہ کی شکل میں ہوتا تھا، اور وہ کسی رسالہ کے جواب یا عقائد بدعیہ کی تردید میں ہوتا تھا، ضخامت سولہ صفحات تھی اور جب وہ رسالہ

(۱) سیف الاسلام نمبر، ص:۱۲ (۲) سیف الاسلام نمبر، ص:۳۵

بند ہوگیا تو ''مذاکرۂ علمیہ'' آرہ، اخبار اہل حدیث امرتسر، اہل حدیث گزٹ، اخبار محمدی وغیرہ میں بیش بہا اور قیمتی افادات علمیہ شائع کراتے رہے باوجودیکہ صحت سالہا سال سے خراب تھی مگر مطالعہ کتب کا شوق آخر تک قائم رہا، قدرت کی طرف سے حافظہ بھی خوب ملا تھا، اس لیے جس موضوع پر لکھتے تھے معلومات کا انبار جمع کردیتے تھے۔

کتب خانہ سعیدیہ:

آپ نے اپنے کتب خانہ میں کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کیا اور ایسی نادر کتابیں جمع کیں جن کا تصور شاید اس زمانے میں محال تو نہیں مشکل ضرور تھا، مصر سے چھپی ہوئی ہر کتاب آپ کے پاس ضرور آتی، آپ کے برادر خرد مولانا قمر صاحبؒ لکھتے ہیں:

''مرحوم کی جس قدر آمدنی تھی وہ سب علمی خدمات میں صرف ہوتی تھیں، بمبئی، مصر نیز دائرۃ المعارف حیدرآباد میں مرحوم کا نام درج رجسٹر تھا کہ جوں ہی کوئی علمی کتاب شائع ہوتی وہ مرحوم کے پاس آتی''(۱)، درحقیقت آپ کا کتب خانہ نوادرات کا مخزن ہے، چونکہ مولانا سیف بنارسیؒ کے انتقال کے بعد ان کے گھرانے میں ان کا کوئی سچا جانشین نہیں ہوا اس لیے ان کے بیٹوں اور بھتیجوں نے یہ کتب خانہ ۱۹۶۸ء میں جامعہ سلفیہ میں منتقل کردیا۔(۲)

مدرسہ سعیدیہ:

آپ کے والد ماجد کا قائم کردہ یہ مدرسہ ایک عظیم درسگاہ کی حیثیت رکھتا تھا بے شمار طالبان علوم نبوت نے استفادہ کیا، مدرسہ میں آنے والے طلباء میں اکثر کی غرض وغایت عموماً سیف بنارسیؒ کی تقریرِ درس سے فیض حاصل کرنا ہوتا تھا، چنانچہ اس شوق کی

(۱) سیف الاسلام نمبر، ص:۱۳۰ (۲) بروایت ماسٹر عبدالمنان رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کے لیے درسِ نظامیہ کے اختتام پر حاضر خدمت ہوتے اور سند حاصل کرتے، سند کا مقصد اجازت روایت حدیث ہوتا تھا، اس کا حق دار ہر وہ شخص تھا جو آپ سے کسی وقت بھی حدیث من اولہ الیٰ آخرہ سنا کر لے سکتا تھا۔

تلامذہ:

آپ کے درس میں شرکت کرنے کے لیے ہندوستان کے گوشے گوشے سے لوگ آتے، اور علمی تشنگی بجھاتے، آپ کے تلامذہ آج بھی اپنے علمی اور دینی خدمات سے نہ صرف یہ کہ سلفیت کی مشعل کو روشن کئے ہوئے ہیں، بلکہ ہند و بیرون ہند میں سلفیت کو فروغ دے رہے ہیں۔ ذیل میں آپ کے چند ممتاز تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- جناب مولانا مختار احمد ندوی صاحب امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند، رحمہ اللہ۔

۲- جناب مولانا فیض الرحمٰن فیضی صاحب مفتی دارالحدیث، مئوناتھ بھنجن، رحمہ اللہ۔

۳- جناب مولانا حکیم عبیداللہ کاشمیری صاحب رحمہ اللہ۔

۴- مولانا محمد مئوی صاحب سابق شیخ الجامعہ عالیہ مئو حفظہ اللہ۔

۵- جناب مولانا عبدالشکور صاحب دورسدھارتھ نگری حفظہ اللہ۔

۶- جناب مولانا محمد حنیف صاحب سعیدی حفظہ اللہ۔

۷- جناب مولانا عبداللہ سعیدی صاحب گونڈہ حفظہ اللہ۔

۸- جناب مولانا محمد اسماعیل خاں پریوائی صاحب رحمہ اللہ۔

۹- جناب مولانا احمد علی صاحب بنارسیؒ۔

۱۰- جناب مولانا محمد شاکر گیاوی صاحبؒ۔

۱۱- جناب مولانا عبدالمبین منظر صاحبؒ۔

تصنیف و تالیف:

تصنیف و تالیف سے دل چسپی اوائل عمری اور طالب علمی کے دور سے ہی تھی،

خطابت اور درس و تدریس کی طرح نہایت کم عمری میں آپ نے اس میدان میں پورے ہندوستان میں شہرت حاصل کر لی، تعلیمی دور میں ہی آپ نے کئی رسالے عربی اور اردو میں لکھے، ۱۳۲۲ھ یعنی فراغت کے فوراً بعد مولوی عمر کریم پٹنوی (م ۱۹۲۳ء) سے محاذ آرائی کا آغاز کیا، اور ۱۳۳۰ھ تک درجنوں کتابیں، رسالے اور اشتہاران کی تحریروں کے جواب میں لکھے، ان سب کتابوں کا مضمون صحیح بخاری پر لگائے گئے الزامات و تنقیدات کا جواب تھا، پھر بدعتی حضرات کی خبر لی، آپ کی تصنیفات میں سب سے مشہور "جمع القرآن والاحادیث" "حل مشکلات بخاری بجواب الجرح علی البخاری" "الامر المبرم" اور مئو آئمہ کا خطبہ صدارت "سواء الطریق" ہے، آپ کی تصانیف میں اکثر معترضین کے جوابات ہیں، لیکن اس سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو بھی آپ کی تصنیفات نہات قیمتی علمی سرمایہ ہیں، آپ کی تصانیف تقریباً علوم اسلامیہ کے موضوع پر ہیں جن کا ذیل میں تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

علمی خدمات:

۱- جمع القرآن والحدیث (طبع اول: ۱۳۴۴ھ) اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب عہد نبوی کی ہی ترتیب ہے اور کتابت حدیث کا آغاز عہد نبوی ہی میں ہو گیا تھا۔

۲- اللؤلوء والمرجان فی تکلم المرأۃ بآیات القرآن (طبع اول: ۱۳۲۷ھ) اس رسالہ میں امام عبداللہ بن مبارک اور ایک صالحہ خاتون رابعہ بصری کا مکالمہ درج ہے، امام ابن مبارک کے سوالات کے جوابات اس صالحہ خاتون نے آیاتِ قرآن سے دیئے تھے۔

۳- قضیۃ الدحیث فی حجیۃ الحدیث (طبع اول: ۱۳۲۹ھ) اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں احادیث کا مقام قرآن مجید کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اسی طرح احادیث کا بھی ذمہ لیا ہے، اور جس طرح قرآن کے احکام واجب العمل ہیں اسی طرح احادیث بھی واجب العمل ہیں۔

۴-لؤلؤ الشرع فی حدیث ام زرع (طبع اول:۱۳۲۷ھ) اس رسالہ میں حدیث ام زرع کا ترجمہ اور تشریح ہے، یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور شمائل ترمذی میں موجود ہے۔

۵-حصول المرام — اس رسالہ میں طریقۂ اذان، وضو، تعمیر مسجد، طریقۂ نماز، فرض، وتر، تراویح، جمعہ، عیدین اور نماز سفر وحضر کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔

۶-أربعین محمدی - اس کتاب میں ۴۰/احادیث معہ ترجمہ وتشریح درج کی ہیں۔

۷-کتاب الرد علی أبی حنیفة (طبع اول:۱۳۳۳ھ) امام ابوبکر بن أبي شيبہ (م ۲۲۵ھ) نے مصنف ابن أبي شيبہ میں ۱۲۵، ایسی احادیث درج کی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے فتاویٰ اور مسائل ان کے خلاف ہیں، ان کا اردو ترجمہ اور تشریح کی ہے۔

۸-حسن الصناعة فی صلوة التراويح بالجماعة (طبع اول:۱۹۴۴ء) اس کتاب میں نماز تراویح باجماعت کا ثبوت احادیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

۹-تحریرالطرفین فی صلوة التراويح و تکبیرالعیدین (طبع اول:۱۹۰۸ء) یہ رسالہ ایک اشتہار کا جواب ہے جس میں ۲۰/رکعت تراویح کو سنت مؤکدہ ثابت کیا گیا تھا اور تعداد تکبیرات عیدین ۵/ ثابت کیا گیا تھا۔

۱۰-هداية المسائل إلى احاديث وائل - اس رسالہ میں آمین سے متعلق وائل بن حجر کی احادیث جمع کی ہیں اور امام کے پیچھے آمین بالجہر کہنا متعدد احادیث سے ثابت کیا گیا ہے۔

۱۱-نافع الاحناف (طبع اول:۱۳۲۸ھ) اس رسالہ میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل جمع کئے ہیں جو اہل حدیث اور اہل تقلید کے لیے یکساں مفید ہیں۔

۱۲-احسن المسائل

۱۳-روزمرہ مسائل ضروریہ

۱۴-کسوٹی معیار اسلام

۱۵-سوالات از علمائے دین

۱۶-السعید (ٹریکٹ نمبر۱) (طبع اول:۱۳۳۰ھ) اس رسالہ میں استعانت بغیراللہ، نذرو نیاز اور فاتحہ خوانی کی تردید قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ سے کی گئی ہے۔

۱۷-بارہ سوالات کے جوابات (طبع اول:۱۳۳۰ھ) شیخ کاظم حسین نے السعید (ٹریکٹ نمبر۱) پر اعتراضات کئے، یہ رسالہ اس کا جواب ہے۔

۱۸-حکم الحاکم فی کنیة أبی القاسم (طبع اول:۱۹۰۷ء) اس رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس شخص کا نام "محمد" ہو، وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہے۔ صحیح احادیث سے اس کا جواز پیش کیا گیا ہے۔

۱۹-الأفكار علی أذكار (طبع اول:۱۳۳۲ھ) یہ رسالہ مولوی عبدالحمید پانی پتی کے رسالہ "اذکار نبویہ" کے جواب میں ہے، مولوی عبدالحمید نے رسالہ کا نام اذکار نبویہ رکھا ہے لیکن اس میں عقائد کو برباد کرنے والے قصے کہانیاں درج کردیئے ہیں۔

۲۰-حل مشکلات بخاری، جلد/۳ (طبع اول:۱۳۳۰ھ،۱۳۳۳ھ) اس کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نام''الکوثر الجاری فی جواب الجرح علی البخاری'' بھی ہے، اور یہ کتاب ڈاکٹر عمر کریم پٹنوی کی کتاب''الجرح علی البخاری'' کے جواب میں ہے، ڈاکٹر عمر کریم نے صحیح بخاری پر بیہودہ الفاظ میں اعتراضات کئے تھے۔

۲۱-الأمر المبرم لإبطال الکلام المحکم (طبع اول:۱۳۲۹ھ) یہ کتاب بھی ڈاکٹر عمر کریم کی کتاب کا جواب ہے، انہوں نے ۱۷۵/اعتراضات صحیح بخاری پر کئے تھے۔

۲۲-ماء حمیم للمولوی عمر کریم (طبع اول:۱۳۳۲ھ) یہ کتاب بھی ڈاکٹر عمر کریم کے ان اعتراضات کا جواب ہے جو انہوں نے ۱۲/اعتراضات صحیح بخاری پر کئے تھے۔

۲۳- صراط مستقیم لهداية عمر کریم (طبع اول: ۱۳۲۷ھ) یہ رسالہ بھی ڈاکٹر عمر کریم کے اعتراضات کا جواب ہے، جوانہوں نے صحیح بخاری پر ایک اشتہار کی صورت میں کئے تھے۔

۲۴-الریح العقیم لحسم بناء عمر کریم (طبع اول: ۱۳۲۸ھ) یہ کتاب بھی ڈاکٹر عمر کریم کے ایک رسالہ کے جواب میں ہے جو انہوں نے ۵۹/اعتراضات صحیح بخاری پر کئے ہیں۔

۲۵-الخزی العظیم للمولوی عمر کریم (طبع اول: ۱۳۲۸ھ) یہ رسالہ بھی ڈاکٹر عمر کریم کے ایک اشتہار کے جواب میں ہے جو انہوں نے ۱۰/اعتراضات صحیح بخاری پر کئے تھے۔

۲۶- العرجون القدیم فی انشاء هفوات عمر کریم (طبع اول: ۱۳۲۶ھ) یہ کتاب بھی ڈاکٹر عمر کریم کے ایک اشتہار کے جواب میں ہے جوانہوں نے صحیح بخاری پر کئے تھے، اس اشتہار میں ڈاکٹر عمر کریم نے بہت زیادہ ہرزہ سرائی کی

تھی۔

۲۷-الجرح علی أبي حنیفة (طبع اول:۱۹۱۲ء) یہ کتاب امام ابوحنیفہ کے سوانح حیات پر مشتمل ہے، اس میں ۱۱۰/جلیل القدر محدثین کرام و ائمہ جرح وتعدیل کے نام درج کئے گئے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی تضعیف کی ہے، مولانا بنارسی نے مستند کتابوں کے حوالے نقل کئے ہیں۔

۲۸-السیر الحثیث فی برأة أهل الحدیث

۲۹-دفع بہتان عظیم

۳۰-قشف الشرفی رد کشف السر (طبع اول: ۱۳۳۰ھ) یہ رسالہ مولوی عبدالحمید پانی پتی کے رسالہ''کشف السر المکنون بإثبات علم ما کان وما یکون لصاحب العجون'' کے جواب میں ہے۔ پانی پتی صاحب نے آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب ثابت کیا ہے۔

۳۱-رمی الجمرتین علی شاک کلمة الشہادتین (۲جلد) (طبع اول:۱۳۲۶ھ) یہ کتاب مولوی عبدالستار قادری کی اس کتاب کی تردید میں لکھی گئی، جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کہنا شرک ہے کیونکہ یہ کلمہ اجتماعی طور پر قرآن وحدیث میں یکجا نہیں ہے۔

۳۲- جمع الرسالتین فی النهی عن قرأة الفاتحة علی القبور والأطعمة برفع الیدین مع الضمتین الکریمتین (طبع اول:۱۳۴۴ھ) اس کتاب میں کھانا سامنے رکھ کر اور قبر پر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سورہ فاتحہ کی بدعت کا قلع قمع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کتاب کے آخر میں عہد نبوی وصحابہ میں جمع حدیث کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے۔

۳۳-ایضاح المنهج لموقف اقامة الحجج (طبع اول:۱۳۳۲ھ) یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالہ ایک بدعتی مولوی کے رسالہ کے جواب میں لکھا گیا ہے، جنہوں نے کئی قسم کی بدعات کو داخل دین کرنے کی کوشش کی۔

۳۴- صخور المنجنیق علی صاحب الحق الحقیق (طبع اول: ۱۳۳۱ھ) یہ کتاب مولوی عبدالحمید پانی پتی کے رسالہ ''الحق الحقیق بالقبول عن رزق اعظم الولی الرسول'' کے جواب میں لکھی گئی، کتاب کا موضوع بدعت کی تردید وغیرہ ہے۔

۳۵- البرزج رد الانموذج (طبع اول: ۱۳۳۲ھ) یہ رسالہ ایک اشتہار کے جواب میں ہے جو امام بخاری اور کعبہ کے طواف کے بارے میں عبداللطیف نامی ایک شخص نے شائع کیا تھا۔

۳۶- علاج درماندہ در کیفیت مباحثہ ٹانڈہ (طبع اول: ۱۳۳۱ھ) یہ کتاب ایک تحریری مناظرہ کی روداد ہے جو مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی اور مولوی فاخر حنفی الہٰ آبادی کے مابین جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ہوا تھا، مناظرہ کا موضوع ''عقائد شرکیہ'' تھا۔

۳۷- شرعی باز پرس در فتویٰ جوازِ عُرس (طبع اول: ۱۳۳۰ھ) یہ رسالہ فتویٰ جواز عُرس کی تردید میں ہے۔

۳۸- الصول الشدید علی مصنف القول السدید (طبع اول: ۱۳۳۱ھ) یہ رسالہ ''القول السدید'' مصنفہ ابوالمنظور قادری کے جواب میں لکھا گیا، قادری صاحب نے القول السدید، جواز عرس کی تائید میں شائع کیا تھا۔

۳۹- التبدید لما فی التهدید (طبع اول: ۱۳۳۲ھ) الصول الشدید کے جواب میں مولوی حبیب الرحمٰن بدایونی نے ''التہدید'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا،

مولانا بنارسی مرحوم نے اس کا جواب ''التبدید'' کے نام سے دیا۔

۴۰- ذکر اهل الذکر (طبع اول: ۱۳۲۶ھ) اس رسالہ میں آیت: ''فاسئلوا أهل الذكر ان كنتم لا تعلمون'' کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ اہل الذکر کون لوگ ہیں۔

۴۱- التنقيد فی رد التقليد (طبع اول: ۱۳۲۵ھ) یہ کتاب شیخ حبیب اللہ ندوری کی کتاب ''التقلید'' کا جواب ہے جس میں انہوں نے تقلید شخصی کو ثابت کرنے کے ساتھ علماء اہلحدیث کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

۴۲- تحفة الصبور علی منحة الغفور (طبع اول: ۱۳۳۲ھ) یہ رسالہ مولوی عبدالحمید بنارسی کے رسالہ ''منحۃ الغفور'' کا جواب ہے، جس میں مولانا سیف بنارسی نے ان بدعات کی تردید کی ہے جو ماہ محرم، صفر اور ماہ رجب میں ہوتی ہیں۔

۴۳- سواء الطريق (طبع اول: ۱۹۴۴ء) یہ مولانا سیف بنارسی کا خطبۂ صدارت ہے جو آپ نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس منعقدہ مئو آئمہ ضلع الہٰ آباد ۲۶ تا ۲۸ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ میں پڑھا تھا۔

۴۴- جمع المسائل والعقائد (طبع اول: ۱۹۳۲ء) اس کتاب میں مقلدوں کے ۷۵/ قابل دید مسائل جمع کئے گئے ہیں۔

۴۵- الزهر الباسم فی الرخصة فی الجمع بين محمد وأبی القاسم (طبع اول: ۱۳۳۱ھ) یہ کتاب حکیم ابوتراب محمد عبدالحق امرتسری کے رسالہ کے اعتراضات کے جواب میں ہے جو انہوں نے ابوالقاسم رکھنے پر کئے تھے جواب احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے معہ حوالہ درج کئے ہیں

۴۶- تنقيد المعيار (طبع اول: ۱۹۲۴ء) یہ رسالہ ایک تقلیدی مصنف کی کتاب کے جواب میں ہے جو انہوں نے مولانا شاہ اسماعیل شہید اور مولانا محمد سعید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث بنارسی پر کئے تھے۔

۴۷- اجتلاب المنفعة لمن يطالع احوال الائمة الأربعة (طبع اول:۱۳۲۹ھ) اس کتاب میں ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد) کے حالات تحقیق سے قلمبند کئے ہیں۔

۴۸- تذكرة السعيد يا سوشل لائف (طبع اول: ۱۹۱۰ء) یہ رسالہ مولانا محمد سعید محدث بنارسی کے حالات اور ان کی علمی خدمات پر مکالمے کی صورت میں تحریر کیا گیا ہے، مولانا محمد سعید محدث بنارسی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کے والد محترم تھے۔

۴۹- سفرنامہ بیت اللہ (طبع اول:۱۳۳۱ھ) یہ مولانا سیف بنارسی کا سفرنامہ حج ہے اس میں حرمین شریفین کے حالات، حج کے اسرار و مقاصد، قربانی کے مسائل، مسجد نبوی کے حالات اور اس کے ساتھ ارکانِ حج کی دعائیں بھی درج کی گئی ہیں۔

۵۰- زبانِ عرب

۵۱- عمدة التحرير فی جواب المنير وصاحب التفسير (عربی) (طبع اول:۱۳۲۹ھ) اس کتاب میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ ''ابوہریرہ'' منصرف ہے۔

۵۲- أحسن التقرير فی جواب المنير (عربی)(طبع اول:۱۳۲۹ھ) اس رسالہ میں بھی ابوہریرہ کے منصرف ہونے پر بحث ہے۔

۵۳- عمدة الرفيق (عربی)(طبع اول:۱۳۲۹ھ) اس کتاب میں بھی ابوہریرہ کے منصرف ہونے پر بحث کی گئی ہے۔

۵۴- معیار نبوت (طبع اول:۱۳۵۲ھ) اس رسالہ میں نبوت کی تعریف کی ہے اور مرزا قادیانی کی تردید بھی ہے۔

۵۵- لیکچر (طبع اول:۱۹۱۱ء) یہ رسالہ مولانا سیف بنارسی کا ایک لیکچر ہے جو آپ نے ۱۲/ دسمبر ۱۹۱۱ء کو انجمن تائید الاسلام کے اجلاس منعقدہ بنارس میں پڑھا تھا۔

۵۶- اظہار حقیقت (طبع اول:۱۹۳۲ء) یہ رسالہ مرزا قادیانی کے مسیح موعود، مہدی اور نبی و رسول ہونے کی تردید میں ہے۔

۵۷- ردمرزائیت (طبع اول:۱۳۵۲ھ) اس رسالہ میں ختم نبوت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

۵۸- قضاء ربانی بردعا قادیانی (فیصلہ الٰہی) اس رسالہ میں قادیانی اشتہار (مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ) پر بحث کی گئی ہے اور قادیانی، لاہوری، تحریروں کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔

۵۹- مولوی غلام احمد قادیانی کے بعض جوابات پر ایک نظر (طبع اول:۱۳۲۵ھ) ایک قادیانی مولوی نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایک مضمون شائع کیا، یہ کتاب اس مضمون کے جواب میں ہے۔

۶۰- جوابِ دعوت (طبع اول: ۱۳۲۵ھ) یہ رسالہ ایک قادیانی کے رسالہ ''دعوۃ الی الحق'' کا جواب ہے، اس میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام، واُخت ہارون پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

۶۱- نورِ اسلام بجواب ظہور امام (طبع اول:۱۹۴۳ء) یہ کتاب قادیانی کتاب ظہورِ امام کا جواب ہے، اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قادیانی علماء کی تحریروں کا رد کیا گیا ہے۔

۶۲- دفع امام از ظہور امام (طبع اول:۱۹۴۴ء) یہ کتاب بھی قادیانی رسالہ ظہور امام کی تردید میں ہے اور اس کا موضوع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت ہے۔

۶۳- سواء الطريق (طبع اول:۱۹۴۳ء) یہ رسالہ مولانا سیف بنارسی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبۂ صدارت ہے جو آپ نے ۱۲/ اپریل ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے اجلاس میں پڑھا تھا۔

۶۴- ایضاح الطریق لصاحب التحقیق (طبع اول: ۱۹۶۳ء) یہ رسالہ مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی کے رسالہ "تحقیق الحدیث" کے جواب میں ہے۔

۶۵- تعلیم الاسلام (طبع اول: ۱۹۲۴ء) اس کتاب میں قرآن مجید کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۶۶- الجوائز (طبع اول: ۱۹۲۰ء) اس کتاب کا اشتہار اہلحدیث امرتسر ۱۹/ اگست ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔(۱)

عائلی زندگی:

مولانا سیف بنارسیؒ نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں۔ پہلی شادی نہایت کم عمری میں یعنی بارہ سال کی عمر میں ۱۹۰۲ء میں ہوئی، شادی کے ایک سال بعد ہی آپ کی اہلیہ کا ۱۹۰۳ء میں انتقال ہوگیا۔(۲) مذکورہ خاتون سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ کا نکاح ثانی پانڈے حویلی کے ایک رئیس خاندان میں حاجی بسم اللہ صاحب کی صاحبزادی ام کلثوم سے ہوا۔

موصوفہ سے فروری ۱۹۲۴ء میں فرزند تولد ہوا، بچے کا نام محمد قاسم رکھا گیا، مولانا کے یہاں یہ پہلی اولاد تھی جو شادی کے طویل عرصے کے بعد پیدا ہوئی، اس لیے جتنی بھی خوشیاں منائی جاتیں کم تھیں، حتیٰ کہ مولانا امرتسریؒ نے بچے کی پیدائش پر مبارکباد پیش کی اور دعا کی کہ خدا کرے بچہ دادا کا نعم البدل بنے۔(۳) لیکن افسوس کہ مولانا کو

(۱) حوالہ محدث پاکستان، مجریہ فروری، مارچ ۱۹۹۵ء
(۲) نور توحید سیف الاسلام نمبر، ص: ۱۳
(۳) اہلحدیث مجریہ ۲۹/ فروری ۱۹۲۴ء شمارہ نمبر ۱۸ ج ۲۱

یہ خوشی راس نہ آئی اور مارچ ۱۹۲۴ء میں یہ نومولود وفات پا گیا۔ ۱۹۳۷ء سے مولانا کی اہلیہ بیمار رہنے لگیں اور یہ بیماری روز بروز بڑھتی گئی، بالآخر ۱۱/ جون ۱۹۴۲ء کو آپ کی اہلیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔(۱)

اس کے فوراً بعد ہی آپ نے تیسرا نکاح اپنی بھاوج مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ (م ۱۳۵۴ھ) کی بیوہ سے کیا، تیسری بیوی سے مولانا کی چار اولاد ہوئیں، ابوعاصم آپ ریلوے میں سرکاری ملازم تھے اب ریٹائر ہو چکے ہیں، ابوباسم آپ جیپ فیکٹری میں ملازم تھے، اب الہ آباد میں رہائش پذیر ہیں، ابو ہاشم آپ معذور ہیں، ڈاکٹر ابوحاتم آپ بنارس ہندو یونیورسٹی کے شعبۂ عربی میں پروفیسر تھے، ۳۰/ جنوری ۲۰۱۵ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

مولانا سیف بنارسیؒ کی اہلیہ نے طویل عمر پائی اور چند سال قبل وفات پائی۔

زندگی کے آخری ایام اور سلسلۂ علالت:

یوں تو آپ کئی بار شدید طور پر بیمار ہوئے ۱۹۱۲ء میں حج کے لیے گئے تو وہاں آپ کو ہیضہ ہوگیا تھا، اللہ کو آپ سے دین کی خدمت لینی تھی اس لیے صحت لوٹ آئی، پھر ۱۹۳۱ء میں آپ کو سرسام ہوگیا تھا۔(۲)

آپ کے بھتیجے مولانا عبدالحنان صاحب حفظہ اللہ آپ کے مرض الموت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لیکن جس مرض نے آپ کو عضو معطل بنادیا وہ عرق النساء کی بیماری تھی، حکیموں کا کہنا تھا کہ برف کے زیادہ استعمال سے یہ مرض ہوا، شروع مارچ ۴۳ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس کے اثرات بظاہر علاج سے ختم ہوگئے، لیکن اندر ہی اندر اس نے

(۱) اہلحدیث امرتسر جولائی ۱۹۴۲ء (۲) اہلحدیث امرتسر ش ۱-ج ۱۹، ۱۹۳۱ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا بایاں حصہ بالکل بیکار کردیا۔ آخر مارچ ۱۹۴۳ء میں آپ شدید بخار میں مبتلا ہوئے جس کے باعث ضعف اور نقاہت بہت بڑھ گئی ۱۹۴۴ء میں بنارس میں خارش کی وبا شدید طور پر پھیلی تھی، اس نے آپ کو بھی بہت پریشان کیا، آپ کے سارے بدن میں پھوڑے نکل آئے، کسی کروٹ چین نہیں ملتا تھا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا دشوار ہوگیا تھا، مسجد تک نہیں جاسکتے تھے، کچھ دن تک تدریس بھی بند رہی، لیکن صحیحین کا درس جاری رہا، اور اسی حالت میں مئوناتھ بھنجن کے جلسہ میں شریک ہوئے، اپریل ۱۹۴۸ء میں ایڑیوں کے درد نے آپ کو بالکل مجبور بنادیا، بیماری ہی کی حالت میں سیرت کمیٹی مدن پورہ کے اراکین کے اصرار پر آپ جلسہ میں تقریر کرنے کے لیے تشریف لے گئے، جلسہ میں آپ نے آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں بیان کیں جو اس قدر پسند کی گئیں کہ اسے بزم توحید مدن پورہ نے ''گلزار حدیث'' کے نام سے شائع کیا۔

آخری عمر میں آپ نے سفر بہت کم کردیا تھا، آپ کے قُویٰ اس قدر کمزور ہوگئے تھے کہ صعوبات سفر ناقابل برداشت تھے، لیکن اس کے باوجود کئی مواقع ایسے پیش آئے کہ مسلسل وقت آپ کا جلسہ ہی میں گذرتا تھا ۱۹۴۹ء کا پہلا اور آخری سفر اور عمر کا آخری جلسہ ٹانڈہ ہے، جس میں آپ شریک ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد بنگال کا پہلا اور آخری سفر آل بنگال وآسام اہل حدیث کانفرنس کی شرکت ہے، کچھ عجب بات تھی کہ اس جلسہ میں تمام احباب کو تلاش کر کرکے ان سے ملاقات کی، کلکتہ میں بھی خلاف معمول احباب کے اصرار پر زائد قیام کیا، اور حسب خواہش جلسہ میں تقریر بھی کی۔

شوال ۱۳۶۸ھ میں آپ پر دوبارہ فالج کا حملہ ہوا، کچھ افاقہ ہوا تو لرزہ وبخار نے آگھیرا، ایک ماہ تک آپ نہ مسجد جاسکے اور نہ مدرسہ کھل سکا، عیدالاضحیٰ سے محرم تک آپ کی یہ کیفیت رہی کہ کبھی لرزہ آیا اور کبھی بخار، لیکن اس حالت میں بھی سبق کا زیادہ ناغہ نہ ہونے پایا۔

لاشعوری طور پر آپ کو اپنی موت کا احساس ہوچکا تھا، عیدالفطر ۱۳۶۸ھ کے خطبہ میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: بھائیو! بہت ممکن ہے کہ میں آئندہ عید میں یہاں موجود نہ رہوں، اپنا امام عیدین آپ کسی اور کو منتخب کرلیں، اب میرا کوئی اعتبار نہیں، عیدالاضحیٰ کے موقع پر آپ نے فرمایا: صاحبو! خوش قسمتی ہے کہ مجھے عیدین مل گئی، لیکن آپ مطمئن نہ ہوں اور اپنا امام عیدین منتخب کرلیں۔

۲۵/نومبر ۱۹۴۹ء مطابق ۴/صفر ۱۳۶۹ھ یوم جمعہ کو صبح دس بجے تک آپ اچھے خاصے تھے، نہ تو بخار تھا اور نہ کوئی دوسری تکلیف۔ ۹/ بجے تک خطوط لکھے، پٹنہ کے سکریٹری جلسہ کو اپنی منظوری اور پہونچنے کے وقت سے مطلع کیا۔ ۲۶/نومبر کو آپ پٹنہ کے جلسہ میں جانے والے تھے، طلبہ کو رخصت کرتے وقت کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ سبق کب ہوگا؟ مولانا عبدالوہاب صاحب آرویؒ کو ملاقات کے لیے تحریر فرمایا تھا، مولوی عبدالمنان صاحب ڈمرانویؒ کو اسٹیشن ملاقات کے لیے بلایا تھا۔

ٹھیک دس بجے جب کہ آپ کتب خانہ میں موجود تھے یکا یک آپ نے حنان، منان (بھتیجوں) کو پکارنا شروع کردیا، آواز میں گھبراہٹ تھی، فوراً ہم لوگ پہونچے، آپ نے فرمایا کہ والدہ کو بلالو، والدہ کے آنے تک آپ کے جسم میں کافی کپکپاہٹ پیدا ہوچکی تھی، آپ رونے لگے اور فرمایا میرا وقت پورا ہوچکا ہے، میری موت آن پہونچی، آپ نے مزید کچھ اور کہا لیکن وہ سمجھ میں نہ آسکا، کتب خانہ سے آپ کو کمرے میں لے جایا گیا، اور ہم میں سے ہر ایک ڈاکٹروں کی طرف دوڑ پڑا، آن کی آن میں تین ڈاکٹر جمع ہوگئے، لیکن کسی نے دوا دینے کی جرأت نہ کی، سوائے چند طبی ہدایات اور دوسرے ڈاکٹروں کے بلانے کی تجویز کے کچھ نہ کرسکے، قاری احمد سعید صاحبؒ کو فون کیا گیا وہ اور مولانا عبدالأحد صاحبؒ (م ۱۹۶۱ء) شہر کے مشہور ڈاکٹر کو لے آئے، ڈاکٹر نے معائنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد بتلایا کہ فالج کا زبردست حملہ ہوا ہے، دماغ کی رگ پھٹ چکی ہے، مولانا کی صحت یابی کے لیے آپ لوگ دعا کریں، ہم بھی اپنی کوشش کرتے ہیں، خون کا پریشر بہت زیادہ تھا، ڈاکٹر نے خون نکالنے کی تجویز کی اور کچھ اور ڈاکٹروں کو بلانے کو کہا لیکن جب یہ ڈاکٹر پہونچے تو آپ علاج ومعالجہ کی منزل سے گذر چکے تھے۔

ساڑھے ۱۲/ بجے دن میں آپ کی روح پرواز کرکے خالق کونین سے جا ملی، ''انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

سارے شہر میں آناً فاناً خبر پھیل گئی اور لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا، مولانا کے چہرے پر مردنی کے کوئی آثار نہ تھے بس معلوم ہوتا تھا کہ محوِ خواب ہیں، احباب، اعزہ اور جماعت کے لوگ شدت غم سے بیقرار تھے۔

تجہیز و تکفین:

مغرب بعد آپ کے برادر خرد مولوی عبدالآخر صاحب (م۱۹۸۳ء) مولوی حبیب اللہ صاحب (م۱۹۷۸ء) اور مولوی عبدالحنان رحمہ اللہ نے غسل دیا، نعش کو ''آزاد پارک'' میدان میں لے جایا گیا۔ آخری دیدار کرنے والوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ منتظمین کو قطار بنانی پڑی، بعد نمازِ عشاء جنازہ کی نماز حافظ عبداللہ صاحب رحیم آبادیؒ (م۱۹۵۴ء) نے پڑھائی، سخت سردی کا موسم اور شب کے دس بجے تھے اس کے باوجود کم وبیش ایک ہزار لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔

دس بجے شب ہندوستان کا عظیم محدث، شیدائی سنت، صحیح بخاری کا عاشق زار، علم وفضل کا پیکر، شرک وبدعت کا قاطع سپرد خاک کردیا گیا۔

ہندوپاک کے تمام شہروں میں جہاں اہل حدیث ہیں نیز قریوں، بستیوں اور گاؤں میں آپ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔(۱)

(۱) نور توحید کا سیف الاسلام نمبر، ص:۱۳۰-۱۴

مولانا حافظ محمد ابوالقاسم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۲۳ھ=۱۹۰۶ء وفات:۱۳۸۵ھ=۱۹۶۵ء)

مولانا حافظ محمد ابوالقاسم بن حاجی محمد رفیق بن حاجی نھو بن شیخ ولی محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔ آپ شہر بنارس کے مشہور محلّہ مدن پورہ کے ایک معروف اور متوسط گھرانہ کے چشم وچراغ تھے، ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے، باپ کے ایک ہی لڑکے تھے اس لیے لاڈ وپیار اور شفقت ومحبت سے پرورش پائی، آپ نے جملہ علوم وفنون کی تکمیل جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں اپنے لائق وفائق اساتذۂ کرام سے کی، آپ کے اساتذۂ کرام میں مولانا محمد منیر خاں بنارسیؒ (م۱۹۴۵ء) مولانا محمد بن یوسف سورتیؒ (م۱۳۶۱ھ) مولانا عبدالمجید الحریریؒ (م۱۹۷۲ء) مولانا عبدالمتین بنارسیؒ (م۱۹۶۴ء) قاری احمد سعید بنارسیؒ (م۱۹۶۴ء) اور حافظ عبدالکبیر بہاری بنارسیؒ (م۱۳۳۱ھ) کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

آپ حافظ قرآن تھے، قاری احمد سعیدؒ سے آپ نے تجوید کی تکمیل کی تھی، آپ خوش الحان قاری تھے، آپ کے قرآن مجید پڑھنے کا انداز نرالا تھا، تراویح میں جب آپ قرآن مجید پڑھتے تھے تو دور دور سے لوگ آپ کے پیچھے تراویح پڑھنے آتے تھے، آج بھی لوگ موصوف کی خوش الحانی کا تذکرہ کرتے ہیں، حافظ عبداللہ رحیم آبادیؒ نو مسلم (م۱۹۵۴ء) کو آپ کا پڑھنا اتنا پسند تھا کہ ہندوستان میں جہاں بھی ہوتے رمضان سے دو تین روز قبل بنارس پہونچ جاتے، اور حافظ صاحب موصوف کی امامت میں تراویح پڑھتے۔

ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب پرتاپ گڈھیؒ (م۱۳۶۲ھ) دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے اپنے گھر پرتاپ گڈھ جارہے تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روز کے لیے بنارس میں قیام کیا، بہت بوڑھے ضعیف اور کمزور تھے، بیٹھ کر عشاء کی نماز ادا کی، جب تراویح کے لیے صف بندی ہوئی تو یہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے، جب حافظ صاحب نے تراویح میں قرآن پڑھنا شروع کیا تو ان کے پڑھنے کا انداز مولانا کو اس قدر پسند آیا کہ صف میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کی، اور تراویح کے اختتام پر حافظ صاحب کو اپنے قریب بلا کر بڑی محبت اور شفقت سے کہا کہ ”بیٹا کہاں میں بوڑھا اور کہاں یہ تراویح مگر تمہارے قرآن کے پڑھنے کے انداز نے مجھ بوڑھے سے بھی تراویح پڑھوالی، اور موصوف کے لیے ترقی علم کی دعا کی۔“ قاری احمد سعیدؒ کو اپنے تین شاگردوں پر بڑا ناز تھا جن میں سرفہرست آپ ہی تھے۔

آپ کو مسائل کا استحضار حد درجہ تھا، اظہار حق کی خاطر کبھی کسی کی پرواہ نہ کی، خود بھی عامل سنت تھے اور دوسروں کو بھی اسی کا متبع دیکھنا چاہتے تھے، جس مجلس میں ہوتے دینی مسائل پر گفتگو کرتے یا سیرت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے واقعات سناتے۔

بنارس کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ رحمانیہ کے رکن رکین اور اس کے خصوصی سرپرستوں میں سے تھے، آپ کو مرکزی دارالعلوم سے بڑا لگاؤ تھا، اس کی نشستوں میں جہاں تک صحت اجازت دیتی شرکت کرتے اور مختلف مسائل میں اپنے بیش قیمت مشوروں سے اراکین کی صحیح رہنمائی فرمایا کرتے تھے، اور مسائل و معاملات میں اپنے مفید مشوروں سے کسی کو کبھی محروم نہیں رکھا، وضع کے بڑے پابند، نہایت خوددار اور غیور تھے۔

آپ نے عرصہ تک جامعہ رحمانیہ میں اعزازی طور پر درس و تدریس کا فریضہ بڑی ذمہ داری اور خوبی سے انجام دیا۔ فن رجال پر آپ کی نظر بڑی گہری تھی، چنانچہ مولانا محمد اسید رحمانی رحمہ اللہ جو آپ کے شاگرد ہیں، آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں ”حافظ صاحب جس طرح قرآن پاک کے باکمال حافظ تھے، اسماء الرجال کے بھی حافظ تھے، بالخصوص سنن ترمذی پڑھاتے وقت اسماء الرجال کو بکھیر بکھیر کر رکھ

دیتے۔“(۱)

آپ نے اپنی زندگی میں تحفۃ الفکر، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، مؤطا امام مالک اور مسلم شریف کا درس دیا، آپ نے تین مرتبہ جامع مسجد اہلحدیث مدن پورہ میں خطبۂ جمعہ بھی دیا ہے، اور بائیس سال تک آپ اسی مسجد میں نماز تراویح میں قرآن مجید بھی سناتے رہے۔

درس و تدریس اور خطابت کے ساتھ ساتھ آپ کو تحریر کا بھی ذوق تھا، چنانچہ آپ نے رمضان کے احکام و مسائل اور فضائل پر ایک رسالہ بنام ”مسائل صیام“ ترتیب دیا تھا جو تقریباً بیس (۲۰) صفحات پر مشتمل ہے۔

رئیس احمد جعفری نے زادالمعاد کا اردو میں ترجمہ کیا جو پاکستان سے شائع ہوا تھا جس میں ترجمہ کی بہت ساری غلطیاں تھیں، نیز علمی خیانت سے بھی کام لیا تھا، آمین بالجہر، رفع یدین اور سورۂ فاتحہ خلف الامام کے ابواب کو کتاب سے حذف بھی کر دیا تھا، مولانا نے ترجمہ کی غلطیوں کی نشاندہی کی اور ان کی خیانت کا جائزہ لیا، اور اس پر ایک مبسوط، مفید اور جامع مضمون لکھا جو قسط وار ”ترجمان“ دہلی میں شائع ہوا تھا، اس سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے کس قدر غلطیاں کی ہیں اور خیانت سے کام لیا ہے۔

وفات سے تقریباً تیرہ چودہ سال قبل آپ نے تدریس کا سلسلہ بند کر دیا تھا، لیکن مطالعہ برابر جاری رہا، آپ ایک عرصہ سے مریض تھے، وقت جوں جوں گذرتا گیا نقاہت و کمزوری بڑھتی گئی مرض شدید سے شدید تر ہوتا گیا، آخر وقت موعود آپہونچا، اور ۲۳/ اگست ۱۹۶۵ء روز یکشنبہ بوقت ڈیڑھ بجے شب اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ آپ کی نماز جنازہ آپ کے لڑکے مولانا عبدالواحد

(۱) نقوش منظر، ص:۲۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمانی صاحب شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم نے پڑھائی، اور اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں مدفون ہوئے۔

مرحوم کے پسماندگان میں مولانا عبدالوحید رحمانی شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس ان کے جانشین اور علم وفن میں ان کی سچی یادگار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے موصوف کو بھی علم وادب اور حدیث وتفسیر میں ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، رب کریم ان کو تادیر زندہ وسلامت رکھ کر ان سے اپنے دین متین کی خدمت لیتا رہے، آمین۔ اور آپ کے دوسرے فرزند شیخ عبیداللہ طیب مکی ہیں جو ذہین وفطین، اچھے مقرر اور باصلاحیت عالم دین ہیں، آپ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس میں تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

مراجع

(۱) نقوش منظر ص:۲۶، منظر اکیڈمی سمرا، سمری خان کوٹ سدھارتھ نگر، طبع اول ۱۹۹۰ء
(۲) ’’الھدیٰ‘‘ دربھنگہ مجریہ ستمبر ۱۹۶۵ء
(۳) استفادہ از مولانا عبدالوحید رحمانی شیخ الجامعہ السّلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

مولانا محمد اسحاق بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت ۱۹۰۳ء وفات ۱۹۸۷ء)

مولانا محمد اسحاق بن عبداللہ بنارسی رحمہ اللہ کے اساتذۂ کرام میں مناظر اسلام مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء) اور مولانا حکیم عبدالمجیدؒ (م ۱۹۳۷ء) کے نام ملتے ہیں۔

مولانا محمد اسحاقؒ مسجد جمال الدین پورہ کے امام پنج گانہ تھے اور مسجد بڑھیا دائی کے خطیب تھے۔

فارسی زبان کے بڑے ماہر تھے اور حساب وکتاب میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ شریعت کی پابندی اور سادگی کے ساتھ زندگی گذارتے ہوئے ۱۸/اکتوبر ۱۹۸۷ء اتوار کی شب میں ۳۰-۱ (ڈیڑھ) بجے وفات پاگئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ اور سوموار کو دس بجے دن میں اپنے آبائی قبرستان حاجی موسیٰ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

اللھم اغفر له وارحمه.

مراجع

(۱) بروایت ظہیر احمد، جمال الدین پورہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد الیاس بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۴۰ھ=۱۹۲۱ء وفات: ۱۴۰۴ھ=۱۹۸۴ء)

نسب نامہ:

مولانا محمد الیاس بن محمد ابوالقاسم بن محمد سعید بن عبدالرحیم بن شاہ محمد بن شیر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

آپ بنارس کے مشہور محلّہ مدن پورہ میں ۲۷/ جون ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے، اور یہیں نشو ونما ہوئی، آپ کا گھرانہ علم دوستی، سخاوت وفیاضی اور علماء کی قدردانی میں اپنی مثال آپ تھا، ہندوستان کے نامی گرامی علماء کرام جب بنارس تشریف لاتے تو آپ ہی کے گھرانے میں قیام فرماتے، خوب علمی چرچا ہوتا، جلسے کا اہتمام ہوتا، وعظ وارشاد کی محفلیں منعقد ہوتیں، مولانا محمد جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۶۰ھ) جو جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم گذرے ہیں، جن کی دینی میدان میں بڑی خدمات ہیں، ان کو سب سے پہلے بنارس میں لانے والے آپ کے والد ماجد محمد ابوالقاسمؒ (م۱۹۵۴ء) ہی ہیں۔

آپ کے والد کا نام صرف محمد تھا، جب وہ مدرسہ میں زیر تعلیم تھے تو ان کے ایک رفیق درس کا نام بھی محمد تھا، مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۴۵ء) نے آپ کے والد کے نام کے آگے ابوالقاسم کا اضافہ کردیا، اور دوسرے صاحب کے نام کے آگے ابوالہاشم بڑھادیا اس طرح آپ کے والد کا نام محمد ابوالقاسم ہوگیا۔

مولانا محمد الیاس بنارسیؒ اپنی تعلیم بنارس کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ میں اپنے مشفق اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ۱۹۴۲ء میں مکمل کی۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں (۱) مولانا محمد منیر خاںؒ (م۱۹۴۵ء) (۲) مولانا

عبدالغفار حسن عمر پوری رحمہ اللہ (۳) مولانا محمد ابوالقاسمؒ (م۱۹۶۵ء) والد ماجد مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب رحمہ اللہ (۴) مولانا حبیب اللہ چھپراوی (م۱۹۴۱ء) (۵) قاری احمد سعیدؒ (م۱۹۶۴ء) (۶) مولانا عبیداللہ پیغمبر پوریؒ (م۱۹۵۶ء) (۷) مولانا عبدالرؤف جھنڈانگریؒ (م۱۹۹۹ء) وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے آبائی پیشہ تجارت کو پسند فرمایا اور اسی میں لگ گئے، ساتھ ہی سیاست سے دلچسپی پیدا ہوگئی، آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز مولانا عبدالمجید الحریریؒ (م۱۹۷۲ء) کی سرپرستی میں ہوا، آپ کانگریس کے حامی وہمنوا تھے، اور تاحیات کانگریسی رہے، ہمیشہ کھدّر کا کرتا، پائجامہ اور ٹوپی استعمال کرتے تھے، اور کاندھے پر تہہ کیا ہوا کھدّر کا ایک رومال ضرور ہوتا تھا، وضع کے بڑے پابند اور خوددار تھے، وطن کے لیے آپ کی قربانیوں کے پیش نظر آپ کو کانگریس میں بڑے بڑے عہدے بھی ملے، اگر آپ چاہتے تو ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی زندگی کو شاہانہ ٹھاٹ میں بدل لیتے، مگر آپ کی قناعت پسند اور خوددار طبیعت نے کبھی یہ گوارا نہ کیا، آپ قوم وملت کے لیے خاموش اور بے لوث خدمت کرتے رہے، اسی بناء پر آپ تمام طبقے میں مقبول اور ہردلعزیز تھے، سیاسی اور ملی میدان میں ہردو طبقہ کے بڑے بڑے لوگوں سے آپ کے تعلقات تھے، جناب فخرالدین علی احمد صاحب صدر جمہوریہ ہند (م۱۹۷۷ء) سے آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے، صدر جمہوریہ ہند کے عظیم الشان عہدے پر فائز ہونے سے دو مہینہ پہلے بنارس میں آپ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا تھا اور آپ کے اعزاز میں عشائیہ کا خاص اہتمام فرمایا تھا، جب فخرالدین علی احمد صاحب صدر جمہوریہ ہند کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے تو انہوں نے مولانا موصوف کو شکریہ کا خط لکھا تھا۔

۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۴ء تک آپ بنارس شہر کانگریس کمیٹی کے نائب صدر رہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۷۳ء میں مغل لائن کے ڈائرکٹر بنے۔ ۱۹۸۰ء میں مرکزی ریلوے بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے اور اندرا گاندھی کے بیس نکاتی پروگرام میں ممبر بھی تھے۔ ایم، ایل، سی کا ٹکٹ بھی ملا تھا لیکن آپ نے اپنے سینئر رفیق کار چندر بابو کو یہ کہتے ہوئے کہ یہ مجھ سے زیادہ مستحق ہیں دے دیا۔

کاروبار اور سیاست میں مشغول ہونے کے باوجود آپ ملی، دینی اور سماجی ذمہ داریوں سے کبھی غافل نہ رہے، آپ تاحیات مدن پورہ کی مشہور اور تاریخی "سعیدیہ لائبریری" کے سکریٹری رہے، آپ نے اپنے زمانے میں اس لائبریری کو خوب فروغ دیا، ہر طرح کی کتابیں مہیا کیں، لوگ خوب مستفید ہوتے رہے، یہ لائبریری قوم و ملت کے لیے بہت بڑا سرمایہ تھی، نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ تھی۔ افسوس کہ لائبریری کی عمارت مخدوش ہونے کی وجہ سے ان کے وارثین نے لائبریری کو بند کر دیا، کتابوں کا ایک قیمتی سرمایہ بغیر دیکھ بھال کے دیمک اور نمی کی نذر ہو رہا ہے۔ آپ انجمن جامعہ رحمانیہ بنارس کے اہم رکن تھے، جامعہ سلفیہ کے قیام اور اس کو ترقی دینے میں آپ کی جدوجہد قابل تعریف ہے، آپ جامعہ کے ایک اہم ذمہ دار اور رکن رکین تھے، علمی مجالس اور اہم میٹنگوں میں آپ کی شرکت ناگزیر سمجھی جاتی تھی اور آپ کے مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

آپ کو میں نے کئی دینی اور سیاسی جلسوں میں خطاب کرتے ہوئے دیکھا ہے، انداز بیان بہت عمدہ اور مدلل ہوتا، زبان میں شیرینی تھی، آپ نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات ملک، قوم اور دین وملت کی خدمت میں گزار دیئے۔

۱۳۵۸ھ میں انجمن حفلۃ الخطابہ جامعہ رحمانیہ بنارس سے ایک تبلیغی سلسلہ شروع ہوا تھا اور ایک رسالہ بنام "گلدستہ" نکلتا تھا، اور مہینے کی مناسبت سے گلدستہ کے آگے کوئی نام بڑھا دیا جاتا، مثلاً کبھی "گلدستہ" محرم کے نام سے نکلتا اور کبھی "گلدستہ"

عیدقرباں کے نام سے نکلتا۔ گلدستۂ عیدقرباں میں ۱۶/صفحات پر مشتمل آپ کا ایک مضمون بعنوان "احکام عید" شائع ہوا جو بہت عمدہ اور قرآن وحدیث سے مدلل ہے، یہ رسالہ سلیمانی پریس مچھودری پارک سے برابر شائع ہوتا تھا۔ آپ کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اندر لکھنے کا بھی اچھا ذوق تھا۔

آپ بااخلاق، خوش مزاج، ملنسار اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے، ہر چھوٹے بڑے سے مسکراتے ہوئے اور بڑے پیار ومحبت سے ملتے اور لوگوں کے مسائل حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے، نماز پنجگانہ کے پابند تھے، آپ دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، پہلی بار اپنے والد محترم کے ساتھ حج کیا، دوسری بار ۱۹۷۴ء میں مع اہل وعیال بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ایک مختصر اور معمولی علالت کے بعد ۱۵/اور ۱۶/ مارچ ۱۹۸۴ء کی درمیانی شب کو حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون۔ جمعہ کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی، جنازے کی نماز مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے پڑھائی، اور اپنے آبائی قبرستان محلّہ ریوڑی تالاب میں دفن کئے گئے، جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ ہر طرف انسان ہی انسان نظر آتے تھے، بڑی تعداد میں لوگوں نے از خود دکانیں اور کاروبار بند کر رکھے تھے اور ہر مکتب فکر کے لوگ سوگوار تھے، غیر مسلموں کی بھی ایک خاصی تعداد آخری دیدار اور تدفین میں شرکت کے لیے حاضر تھی۔ اللهم اغفرله وارحمه۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے عطا کئے ہیں، بڑے صاحبزادے کا نام سعد منصور اور چھوٹے کا نام مولانا سعید میسور مدنی ہے، ثانی الذکر نے جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ یونیورسٹی سے "لیسانس" (بی، اے) کی ڈگری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کی، وہ اس وقت اپنے مادر علمی جامعہ سلفیہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں اور جامعہ رحمانیہ کی مجلس عاملہ کے اہم رکن، اس کی تعلیمی کمیٹی کے کنویز اور سعیدیہ لائبریری کے سکریٹری ہیں۔

مراجع

(۱) ''گلدستۂ عید قرباں'' بنارس مجریہ ۱۳۵۸ھ۔
(۲) ''محدث'' بنارس مجریہ اپریل ۱۹۸۴ء۔
(۳) بعض اہم معلومات مولانا موصوف کے بڑے صاحبزادے الحاج سعد منصور نے فراہم کیں۔

مولانا محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ

(وفات ۱۹۴۵ء)

حکیم مولانا محمد بشیر شاہ بن مولوی نثار رحمہ اللہ، مولانا جنگل ٹولہ کے رہنے والے تھے، جنگل ٹولہ میں اہل حدیثوں کی بڑی تعداد تھی، یہ لوگ مولانا محمد سعید بنارسی ؒ (م ۱۹۰۴ء) کی دعوت وتبلیغ اور انتھک کوششوں سے اہل حدیث ہوئے تھے، مولانا محمد سعید بنارسی ؒ جب بنارس تشریف لائے تو سب سے پہلے اسی علاقہ میں قیام پذیر ہوئے۔

تقسیم ہند کے بعد اس علاقہ کے کچھ لوگ پاکستان چلے گئے اور کچھ لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔

مولانا محمد بشیر ؒ نے اپنے استاد مولانا محمد سعید محدث بنارسی ؒ سے خوب خوب استفادہ کیا اور اہل حدیث ہو گئے۔

مولانا محمد بشیر ؒ بڑے نیک، دین دار، متقی اور پرہیز گار تھے۔

دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان زیادہ تھا، علم الفرائض میں بڑے ماہر تھے، اسی لیے اپنے کو فرائضی لکھتے تھے۔

ان کی تصنیف مخزن الفرائض کے نام سے مشہور ہے۔

مراجع

(۱) بروایت حکیم مولانا دیدار احمد صاحب مظہری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم محمد حسین خاں کشمیری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۱۹۲۸ء)

مولانا حکیم محمد حسین خاں صاحب کشمیری بنارسی رحمہ اللہ دراصل کشمیر کے رہنے والے تھے۔اپنے بھائیوں سے کسی بات پر ناراض ہو کر بنارس چلے آئے اور ان کے خاندان کے افراد بنارس آئے تاکہ انھیں بنارس سے کشمیر دوبارہ واپس لے جائیں۔ لیکن مولینا کشمیر واپس جانے پر تیار نہ ہوئے اور بنارس ہی کے ہو رہے، بنارس کے محلّہ حقاق ٹولہ میں بودوباش اختیار کرلی۔

مولانا مسلکا اہل حدیث تھے،دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریری ذوق بھی بہت اچھا تھا۔آپ کے کئی مضامین رسالہ تعلیم الاسلام مجریہ ۱۹۰۵ء سرائے ہڑہا بنارس میں موجود ہیں۔

۱- روح قدیم اور ازلی نہیں ہوسکتی'' یکم مارچ ۱۹۰۵ء

۲- ''بطلان مادۂ مسلمہ فرقہ آریہ'' مارچ ۱۹۰۵ء

۳- ''تناسخ کی قباحتیں'' بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء

آپ کتاب وسنت کے عامل اور پکے اہل حدیث تھے۔تحریک آزادی میں جوش وخروش سے حصہ لیا اور کئی بار جیل بھیجے گئے۔(بروایت عبدالوحید رحمانی)

تلاش بسیار کے باوجود آپ کی تاریخ پیدائش نہیں مل سکی۔

۲۰/اپریل ۱۹۲۸ء میں آپ کی وفات ہوگئی،إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

مراجع

(۱) اہلحدیث امرتسر ۱۹۲۸ء

مولانا محمد زبیر بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۳۴۲ھ=۱۹۲۳ء وفات:۱۴۰۲ھ=۱۹۸۱ء)

نسب نامہ:

مولانا محمد زبیر بن مولانا عبدالمتین بن حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

مولانا ایک دین دار،علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے،محلّہ مدن پورہ شہر بنارس میں ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے،آپ کا گھرانہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ دین داری،تمول اور سخاوت وفیاضی میں اپنی مثال آپ تھا،آپ کے والد ماجد مولانا عبدالمتین رحمۃ اللہ علیہ(م۱۹۶۴ء) بانی جامعہ سلفیہ(مرکزی دارالعلوم،بنارس) اپنے وقت کے جید عالم تھے،فن حدیث وتفسیر میں ید طولیٰ حاصل تھا،علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ کی کتابیں انہیں اس طرح از بر تھیں،گویا ان کے حافظ تھے،مقرر اور اچھے واعظ تھے، آپ کے دادا حاجی حافظ عبدالرحمٰن صاحب(م۱۹۳۵ء) دیندار،پرہیزگار،خداترس اور غریب پرور انسان تھے،توکل وبے نیازی اور سادگی ان کی فطرت تھی،بنارس کے بڑے تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا،آپ ''بیوپاری'' کے لقب سے مشہور تھے،آپ کی ساری زندگی کتاب وسنت کی اشاعت اور دینی کام کی خدمت انجام دینے میں گذری اور یہی وجہ تھی کہ ان کے گھر کا ماحول دینی تھا اور آج بھی اس فساد وبگاڑ کے زمانہ میں اس خاندان میں دین داری کے اثرات موجود ہیں،ایسے دیندار گھرانے میں مولانا محمد زبیر بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی۔

تعلیم وتربیت:

بچپن ہی سے علمی ماحول میں پلے بڑھے،اچھی تربیت ہوئی اور قال اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال الرسول کی دلکش صداؤں سے کان آشنا رہا، ہوش سنبھالتے ہی ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ عربیہ اسلامیہ (موجودہ جامعہ رحمانیہ) میں بیٹھائے گئے، ابتدائی تعلیم کے بعد مولوی، عالم کا کورس، بھی جامعہ رحمانیہ ہی میں اپنے مشفق اساتذۂ کرام کی نگرانی میں مکمل کیا، آپ کے اساتذۂ کرام میں جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۴ھ) قاری احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۵ء) مولانا عبدالغفار حسن صاحب رحمہ اللہ وغیرہ کے نام ملتے ہیں ۱۹۴۲ء میں مولانا نے الہ آباد عربی وفارسی بورڈ سے عالم کا امتحان پاس کیا۔

مشغلہ:

تحصیل علم کے بعد آپ نے اپنے آبائی پیشہ تجارت کو اختیار کیا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ بنارسی ساڑی کی بڑے پیمانہ پر تجارت کی، اللہ تعالیٰ نے خوب برکت عطا فرمائی، دینی امور میں بھی خوب دل کھول کر خرچ کرتے، خود عالم دین تھے، اپنے بعد بچوں کو بھی دینی تعلیم دلائی، تجارت کے ساتھ علمی مشغلہ بھی برقرار رہا۔ دینی مطالعہ سے کبھی غافل نہ رہے، دعوت وتبلیغ میں بھی دلچسپی رکھتے تھے، کسی بھی مجلس میں بولنے کا موقع ملتا تو ضرور بولتے، آپ جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ میں کبھی کبھی خطبۂ جمعہ بھی دیا کرتے تھے، کئی سالوں تک آپ نے جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ میں عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھائی اور خطبہ بھی دیا، راقم کو مولانا ؒ کی تقریر سننے کا شرف حاصل ہے، انداز بیان بڑا پیارا ہوتا تھا، اور اپنی تقریر کو زیادہ تر کتاب وسنت کے زیور سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

جامعہ سے تعلق اور محبت:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم، بنارس) پورے ہندوستان کے اہل حدیثوں کے دیرینہ خواب کی تعبیر اور اسلاف و بزرگان دین کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، اس لیے

جماعت کے ہر فرد کو جامعہ سے لگاؤ اور محبت ایک فطری چیز ہے، مولانا محمد زبیر ؒ کو بھی جامعہ سے یک گونہ تعلق اور بے حد محبت تھی، آپ اس کی ترقی کے لیے برابر کوشاں رہتے تھے، اور جامعہ سے آپ کو لگاؤ کیوں نہ ہوتا، آپ جماعت اہل حدیث ہند کے ممتاز رکن رکین اور جامعہ سلفیہ بنارس کی تاسیس کے انتہائی اہم شخص تھے(۱)، آپ کے اہل خاندان نے جامعہ کے لیے زمین وقف کی تھی، اور مال ومنال وقیمتی اوقات کی قربانی پیش کی تھی، آپ کے تایا محترم مولانا عبدالاحد ؒ (م ۱۹۶۱ء) کے یہ الفاظ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے کہ ''ہم لوگ اس زمین کو دینی علوم کی منڈی بنانا چاہتے ہیں (۲)، اور آپ کے والد محترم مولانا عبدالمتین ؒ (م ۱۹۶۴ء) نے مرکزی دارالعلوم بنارس کی تاسیس کے موقع پر جو پر مغز تقریر کی تھی وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، اس تقریر میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی تھی، زندگی کے آخری لمحہ تک دارالعلوم کا خیال تھا، چنانچہ مولانا محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

> ''والد مرحوم کو مرکزی دارالعلوم سے اتنا شغف تھا کہ اس کا ذکر ایام علالت میں بار بار فرماتے اور چچا حاجی محمد صدیق صاحب ؒ (م ۱۴۱۰ھ) اور جناب عبدالحیٰ بن مولانا عبدالاحد صاحب ؒ کو اور ہم لوگوں کو بار بار نصیحت فرمایا کرتے کہ پورے ملک کی جماعت اہل حدیث نے اہل بنارس پر اعتماد کر کے انہیں مرکزی دارالعلوم کی ذمہ داریاں سونپی ہیں تو ایسا نہ ہو کہ ان کے اعتماد کو ٹھیس لگے، اس لیے مرکزی دارالعلوم کی طرف خاص توجہ دے کر اس کی تعمیر وخدمت کو اپنا نصب العین بنالینا اور اس خدمت میں کسی طرح کی سستی اور

(۱) جریدہ ترجمان دہلی یکم و ۱۶/ اگست ۱۹۸۱ء

(۲) پندرہ روزہ ترجمان کا تاسیس نمبر یکم و ۱۵/ جنوری ۱۹۶۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غفلت کو راہ نہ دینا۔"(۱)

شاید مولانا پر اپنے والد رحمہ اللہ کی نصیحت ہی کا اثر تھا کہ آپ کو جامعہ و جماعت سے بے حد لگاؤ، محبت اور دلچسپی تھی، ایک طرف جامعہ رحمانیہ کے منصب نظامت پر ایک طویل عرصہ تک رہ کر اس کی خدمت کرتے رہے تو دوسری طرف جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، مجھے خوب یاد ہے کہ مولانا جامعہ میں تشریف لاتے اور مختلف پہلوؤں سے جامعہ کا جائزہ لیتے کبھی باورچی خانہ میں جاتے اور پکا ہوا کھانا چکھ کر باورچیوں کو رہنمائی کرتے کہ اس طرح پکانے سے کھانے کی لذت بڑھ جاتی ہے اور کبھی تعلیمی جائزہ لیتے ہوئے درس اور درسگاہ کا معاینہ کرتے، ایک بار آپ جامعہ تشریف لائے، ہمارے استاد شیخ انیس الرحمٰن اعظمی فقہ تقابلی "بدایۃ المجتہد" کا درس دے رہے تھے کہ مولانا نے استاد محترم کو سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، استاد محترم نے آپ کا استقبال کیا اور اپنے بغل میں بٹھایا درس کا سلسلہ جاری رہا، کچھ دیر تک بیٹھے درس سنتے رہے اس کے بعد تشریف لے گئے، مولانا کا یہ طریقہ مجھے بہت پسند آیا، اس طرح طلبہ اور اساتذہ پر اچھا اثر پڑتا ہے، اور طرفین میں سے ہر ایک کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے، اور ہر شخص اپنی جگہ پر چست رہتا ہے۔

بعد میں آنے والے ذمہ داروں کو مولانا رحمہ اللہ کے اس طرز عمل سے سبق سیکھنا چاہئے۔

مولانا موصوف مرکزی دارالعلوم بنارس کی تعلیمی کمیٹی کے رکن بھی تھے، مرکزی دارالعلوم کی نصاب تعلیم کمیٹی کے کنوینر حضرت مولانا نذیر احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۵ء) تھے، مرحوم کے انتقال کے بعد اس سلسلہ میں انجمن جامعہ رحمانیہ کی ایک

(۱) پندرہ روزہ ترجمان کا تاسیس نمبر یک و ۱۵/ جنوری ۱۹۶۴ء

نشست ۲۶/ستمبر ۱۹۶۵ء کو مرکزی دارالعلوم کے دفتر میں منعقد ہوئی اور اراکین کی متفقہ رائے سے نصاب تعلیم کا کنوینر مولانا محمد ادریس آزاد رحمانیؒ (م ۱۹۷۸ء) کو منتخب کیا گیا نیز مولانا محمد زبیر صاحب بنارسی اور مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی کو بھی تعلیمی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے چنا گیا۔(۱)

کچھ عرصہ تک آپ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے خازن بھی تھے، آپ نے زندگی میں دوبار حج کیا، اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

شمائل وفضائل:

آپ درمیانہ اور متوسط قد وقامت کے آدمی تھے، کشادہ پیشانی گورا رنگ، چہرے پر گھنی داڑھی، آپ کی شخصیت کو باوقار بنائے رکھتی تھی، آپ متواضع، ملنسار اور بااخلاق تھے، ہر عام وخاص سے اچھی طرح ملتے، طلباء کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے، اور علماء کی بڑی قدر کرتے، خود عالم دین تھے، اس لیے علم اور اہل علم کی بڑی عزت کرتے تھے، علماء کرام کو مفید مشوروں سے نوازتے اور ہمیشہ ان کی خیر خواہی اور بھلائی چاہتے تھے، علماء کے خلاف ناحق کسی بات کو سننا گوارہ نہ فرماتے اس سلسلے میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے، ۱۹۸۰ء میں جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم میں عظیم الشان کانفرنس ہوئی تھی جس میں امام حرم مکی فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن سبیّل رحمہ اللہ تشریف لائے تھے اور خطبۂ جمعہ و نماز جمعہ پڑھا کر جامعہ کی عظیم الشان اور پرشکوہ مسجد کا افتتاح کیا تھا، بڑا ہجوم تھا، اس کانفرنس میں ایک شاعر محترم نے مرکزی دارالعلوم پر ایک نظم کہی تھی اور وہ اسے سنا رہے تھے، اتفاق سے کچھ لوگ ڈائس پر بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے، شاعر محترم کو یہ بات ناگوار گذری اور انہوں نے ان کو طنز وتعریض کا نشانہ بنایا، مولانا مرحوم کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اٹھ کر مائک پر

(۱) ترجمان دہلی ۱۵/ اکتوبر ۱۹۶۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لائے اور شاعر محترم کے طنز وتعریض کا بہت ہی سلجھا ہوا جواب دیا۔

اولاد:

مولانا مرحوم کے پسماندگان میں ایک بڑی لڑکی اور چار لڑکے ہیں، لڑکوں کے نام یہ ہیں: (۱) مولوی عبداللہ زبیری سلفی (۲) عبدالباسط (۳) عبدالظاہر (۴) عبیداللہ۔

سبھی ماشاء اللہ بااخلاق ملنسار اور دین دار ہیں اور اپنے آبائی پیشہ تجارت میں مصروف ہیں، مولوی عبداللہ زبیری صاحب سلفی جامعہ رحمانیہ بنارس کے ناظم اور جامعہ سلفیہ کے نائب ناظم اور اپنے والد رحمہ اللہ کے جانشین ہیں، عالم دین ہیں اور اہل علم کے قدرداں ہیں۔

علالت ووفات:

مولانا رحمہ اللہ دل کے مریض تھے، علاج ومعالجہ برابر جاری تھا کہ وقت موعود آپہنچا اور ۱۰/شوال ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۱/اگست ۱۹۸۱ء کی شب میں ہارٹ فیل ہوجانے کی وجہ سے اپنے خاندان کو سوگوار چھوڑ کر مالک حقیقی سے جاملے، اللھم اغفرلہ وارحمہ۔(۱)

دوسرے روز ۱۱/بجے دن میں آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان سکرا باغ میں ہوئی نماز جنازہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس نے پڑھائی۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(۱) جریدہ ترجمان دہلی اگست ۱۹۸۱ء

مولانا محمد زبیر مکی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۳۸۲ھ=۱۹۶۲ء وفات: ۱۴۲۳ھ=۲۰۰۲ء)

﴿کل من علیھا فان﴾ سے کس کو رستگاری ہے۔ یہ دنیا مجموعہ ہست ونیست کارگاہ وجود وعدم اور رہگذر موت وحیات ہے، یہاں کی ہر شئی فانی ہے، ہر وجود اپنے عدم کی دلیل ہے، اس لیے مرنا، جینا، پیدا ہونا، ختم ہوجانا کوئی نئی چیز نہیں ہے، قانون کے اصول سے کسی ذی روح کو چھٹکارا نہیں ہے، سب کو ہی موت کا جام پینا ہے، لیکن بعض لوگوں کی موت ایسی ہوتی ہے جو سارے لوگوں، خاندان اور گھر والوں کو غم زدہ کرجاتی ہے، مولانا محمد زبیر سلفی رحمہ اللہ کی موت کچھ اسی طرح کی تھی۔

حسب ونسب:

آپ کا نام محمد زبیر اور کنیت ابوسمیر تھی، آپ کا نسب نامہ ذیل میں درج ہے:

مولانا محمد زبیر بن حافظ ابوالکلام بن عبدالسلام بن حاجی عبداللطیف۔

آپ مدن پورہ بنارس کے محلہ ججیون پورہ کے ایک معزز گھرانہ میں یکم ستمبر ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔

مولانا محمد زبیرؒ کا خاندان بنارس کے محلہ تلیانالہ میں آباد تھا، پرانے کاغذات میں اس جگہ کا نام حکالیسر ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں سے بنارس کی آبادی شروع ہوئی اور یہیں سے یومیہ اخبار ''آزاد'' نکلتا تھا، جس کے ایڈیٹر مرزا مُنّے تھے۔(۱)

دوصدی پیشتر ان کے اجداد تلیانالہ سے منتقل ہوکر مدن پورہ میں جامع مسجد اہل حدیث (طیب شاہ) کے مشرق میں حاجی محمد صدیق صاحب کے مکان سے متصل بہ

(۱) بروایت احمد طاہر صاحب برادر اکبر مولانا محمد زبیرؒ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب مشرق آباد ہوئے۔(۱) پھر وہاں سے تقریباً ڈیڑھ صدی پیشتر منتقل ہوکر محلّہ ججیون پورہ متصل بہ جانب مغرب آباد ہوئے۔ یہ تقریباً ۱۸۸۴ء کا زمانہ ہوگا کہ ان کے جدامجد نے وہاں مسجد کے لیے زمین وقف کی اور مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مسجد سکرا باغ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، اس مسجد کی عمارت میں جو کتبہ لگا ہوا تھا وہ ۱۸۸۴ء کا تھا، تقریباً دس سال پیشتر اس کی نئی تعمیر کرائی گئی ہے، یہی خاندان اس مسجد کا متولی ہے، تادم مرگ حافظ ابوالکلام صاحب اس مسجد کے صدر رہے، ان کے انتقال کے بعد ابھی تک کوئی نیا انتخاب عمل میں نہیں آیا ہے۔(۲)

محترم جناب احمد طاہر صاحب نے بتلایا کہ میرے اجداد میں کریم اللہ اور وارث محمد تلیا نالہ سے منتقل ہوکر مدن پورہ میں آباد ہوئے، انہی دونوں کی طرف یہ خاندان منسوب ہے، ان کے اجداد میں کریم اللہ نے سونے کا کاروبار کیا تھا، اس لیے نام کے ساتھ مرچنٹ سونا والے بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔

قدیم زمانہ سے اس خاندان کے لوگ جامعہ رحمانیہ میں تعلیم حاصل کرتے چلے آرہے ہیں، اس خاندان کے کچھ افراد مسلک سلف سے منسلک ہیں۔(۳)

(۱) یہ جگہ ابراہیم کی مسجد کے سامنے اتر جانب واقع ہے، یہ جگہ مختلف لوگوں کی ملکیت رہی ہے، آج اس جگہ کے مالک حاجی محمد صغیر صاحب نانبائی ہیں۔(بروایت جناب احمد طاہر صاحب)

(۲) بروایت جناب احمد طاہر صاحب

(۳) مولانا محمد زبیر صاحب کے اہل وعیال اور ان کے بڑے بھائی جناب احمد طاہر صاحب اور ان کی اولاد مسلک سلف پر قائم ہے، علاوہ ازیں اس خاندان کے حاجی مولوی عبدالمعید صاحب سلفی عرف مُنا اور مولوی نادر لطفی صاحب سلفی اور ان کا پورا گھرانا مسلک سلف پر قائم ہے، مولوی نادر لطفی صاحب سلفی حفظہ اللہ اتحاد ابناء السلفیۃ کے رکن رکین اور خازن ہیں اور مسلک سلف کی ترویج واشاعت میں کافی سرگرم ہیں اور کبھی کبھار خطبۂ جمعہ بھی دیا کرتے ہیں اور ان کے والد محترم جناب ابوحامد صاحب نے تلیا نالہ کی مسجد اہل حدیث کی توسیع وتعمیر میں بڑی قربانی دی، جزاہ اللہ خیرالجزاء۔

تعلیم وتربیت:

مولانا محمد زبیر صاحب ؒ نے درجہ پنجم تک کی تعلیم مدن پورہ بنارس کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ میں حاصل کی، مولوی، عالم، فاضل کی تعلیم جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) میں مشفق اساتذہ کرام کی نگرانی میں حاصل کی اور عالمیت کی سند ۱۹۸۲ء اور فضیلت کی سند ۱۹۸۴ء میں حاصل کی۔

جامعہ رحمانیہ کے مشہور اساتذۂ کرام:

(۱) ماسٹر عبدالحمید صاحب ؒ جونپوری (م ۲۰۰۰ء) (۲) خالد شفاء اللہ صاحب رحمانی حفظہ اللہ (۳) مولانا عزیز احمد صاحب ندوی ؒ (۴) مولانا امر اللہ رحمانی حفظہ اللہ وغیرہ۔

جامعہ سلفیہ کے اساتذۂ کرام میں مولانا عبدالوحید رحمانی ؒ (۲) ڈاکٹر مقتدی حسن زہری ؒ (۳) مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری ؒ (۴) مولانا محمد رئیس صاحب ندوی ؒ (۵) مولانا محمد عابد صاحب رحمانی ؒ (۶) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلفی حفظہ اللہ (۷) مولانا عبدالسلام صاحب مدنی حفظہ اللہ (۸) مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی حفظہ اللہ (۹) مولانا احسن جمیل صاحب مدنی حفظہ اللہ ہیں۔

فراغت کے بعد مشغلہ:

جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد مولانا محمد زبیر سلفی ؒ اور مولوی زید احمد سلفی حفظہ اللہ کا تقرر فراغت کے فوراً بعد جامعہ رحمانیہ کے شعبۂ فوقانیہ میں ہوگیا، دونوں نے دو سال تک اعزازی (بلا معاوضہ) تعلیم دی، ۱۹۸۶ء میں بورڈ سے تنخواہ منظور ہوگئی، ۱۹۸۷ء میں ایک سال بعد مولانا محمد زبیر ؒ کا داخلہ ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں ہوگیا اور چار سال میں لیسانس (بی، اے) کا کورس مکمل ہوگیا، پھر ماجستیر (ایم، اے) میں داخلہ مل گیا اور قسم السنۃ ہی میں ایک رسالہ کے دراسہ وتحقیق کے ذریعہ (ایم، اے) کی ڈگری حاصل کی، رسالہ کے سرورق پر العام الدراسی (۱۴۲۱ھ) لکھا ہوا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالہ داخل ہونے کے بعد مناقشہ ہونے اور رزلٹ معلوم ہونے تک ایک ڈیڑھ سال کا عرصہ لگا۔

اخلاق وملنساری:

مولانا محمد زبیر صاحب ؒ بڑے بااخلاق، ملنسار اور صاحب مروت انسان تھے۔ دوسروں کے دکھ سکھ میں نہ صرف یہ کہ شریک ہوتے بلکہ ہر طرح کے تعاون اور مدد کے لیے تیار ہو جاتے۔

مولوی زید احمد سلفی فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے تعطیل کے بعد گھر آئے تھے تو کسی مرض کے سلسلے میں اپنے والد بزرگوار کا آپریشن کرایا تھا، اتفاق سے وہی مرض میرے والد محترم کو ہو گیا، میں نے ضروری معلومات کے لیے اپنے بھائی کو مولانا محمد زبیر ؒ کے پاس بھیجا، تو وہ بجائے اس کے کہ میرے بھائی کو مطلوبہ معلومات سے آگاہ کر دیتے خود میرے گھر آگئے اور ساری تفصیل سے آگاہ کیا اور بڑی تسلی وتشفی دی۔

تبلیغ واشاعت دین:

تبلیغ واشاعت دین کے سلسلے میں بڑے سرگرم تھے۔ مولوی زید احمد سلفی فرماتے ہیں کہ ہم دونوں عالمیت کی تعلیم کے زمانہ سے ہی باری باری مسجد اہل حدیث (کھجور والی) میں خطبۂ جمعہ دیتے تھے اور یہ سلسلہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۷ء کے جامعہ ام القری میں داخلہ تک برابر قائم رہا۔

میں ان کو زیادہ تر چھپی ٹولہ اور سونار پورہ میں دیکھتا تھا تو سمجھتا تھا کہ یہاں ان کے دوست واحباب کی بیٹھک ہوگی، اتفاق سے ایک روز ان کا ذکر نکل آیا تو چھپی ٹولہ کے عبدالعلیم اور عبدالحکیم نے کہا کہ مولانا جب بھی ہم لوگوں کے پاس آتے تو بڑے کام کی باتیں بتلاتے، آج ہم لوگوں میں عقیدہ کی پختگی انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے، سونار پورہ کے مشتاق صاحب جو سلیم پورہ دہلی میں مقیم ہیں، فرماتے ہیں: ”مولوی

محمد زبیر صاحب ؒ جب بھی سونار پورہ آتے تو دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے، ہم لوگوں کو صحیح عقیدہ کی رہنمائی فرماتے، توحید کی خوبی بیان کرتے اور شرک وبدعات کی وضاحت کرتے، ہم لوگوں کو ان کی دعوت وتبلیغ سے بڑا فائدہ پہونچا اور آج ہم لوگ پختگی کے ساتھ سلفیت پر قائم ہیں، کبھی کبھار مسجد نیمیا میں بھی خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف:

مولانا محمد زبیر صاحب بنارسی ؒ کی تحریری خدمات کا تفصیلی علم تو نہیں ہو سکا۔ شیخ جنید احمد سلفی فرماتے ہیں کہ وہ ہر سال کوئی نہ کوئی مقالے ضرور تحریر کرتے۔ ان کی تحریری خدمات ذیل میں درج ہیں:

(۱) رسالۃ المرأۃ المسلمۃ عربی تالیف غیر مطبوع

(۲) لیسانس (بی، اے) کی سند کے لیے ایک رسالہ غیر مطبوع

(۳) ماجستیر (ایم، اے) کے سال دراسی منہجی میں ایک رسالہ تحریر کیا۔

ماجستیر کی ڈگری کے لیے رسالہ، اس رسالے کا نام اس طرح ہے: ”دراسة وتحقيق "كتاب البَسمَلة" للعلامة شهاب الدين أبي محمد عبد الرحمن بن إسماعيل بن إبراهيم الشافعي الدمشقي" من أول كتاب إلى اللوحة (٦٠) اشراف: دکتور محمد بن عمر بن سالم بازمول، یہ رسالہ ۴۲۴ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۴۲۱ھ میں جمع ہوا۔

شادی:

مولانا محمد زبیر کی شادی ۸/ اگست ۱۹۹۰ء میں ہوئی تھی، تین بیٹے (۱) سمیر (۲) خبیب (۳) صہیب اور ایک بیٹی حمنہ ہوئی۔

وفات:

مولانا محمد زبیرؒ مکہ مکرمہ میں بمقام عزیزیہ ۲۹/ رمضان ۱۴۲۳ھ مطابق ۴/ دسمبر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۰۲ء دو بجے دن میں بس حادثہ کے شکار ہوئے اور ساڑھے آٹھ بجے رات میں انتقال ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بچوں اور بیوہ اہلیہ کو چھوڑ کر دار بقاء کو سدھار گئے۔

جب ڈاکٹر اختر جمال لقمان بنارسی حفظہ اللہ کو ان کی موت کا علم ہوا تو انھوں نے نعش اپنی ذمہ داری پر کولڈ اسٹوریج سے نکلوائی اور حرم شریف میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد ۱۰ر شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ کو دو بجے دن مکہ کے مشہور قبرستان المعلی میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مراجع

(۱) پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی شمارہ ۱، ۲، جولائی ۲۰۰۳ء۔
(۲) شخصی معلومات
(۳) ان کے متعلق بعض اہم معلومات ان کے بڑے بھائی محترم جناب احمد طاہر صاحب حفظہ اللہ نے فراہم کیں

مولانا محمد سخاوت حسین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۹۳۷ء)

مولانا سخاوت حسین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ ایک اچھے عالم دین تھے اور محلّہ سالار پورہ کی مسجد کے سامنے بارہ دری والے کنواں کے بغل میں آپ کا مسکن تھا (جواب نہ رہا) آپ نے محلّہ دارانگر کے مشہور ادارہ مدرسہ سعیدیہ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ، مولانا عبدالکبیر بنارسیؒ اور مولانا حکیم عبدالمجیدؒ وغیرہ کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔

آپ بڑھیا دائی کی مسجد میں پڑھاتے تھے۔ فارسی میں آپ کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس وقت کے بڑے بڑے لوگوں نے فارسی زبان سیکھنے کے لیے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حساب وکتاب میں بڑے ماہر اور اچھے قسم کے منیم تھے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر آپ کے بارے میں رقمطراز ہے: ''بنارس کے پرانے اہل حدیث عالم مولوی سخاوت حسین صاحب انتقال کرگئے'' إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

مراجع

(۱) اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۷ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد سعید محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۷۰ھ=۱۸۵۳ء وفات: ۱۳۲۲ھ=۱۹۰۴ء)

مولانا محمد سعید صاحب محدث بنارسی کا شمار ہندوستان کے کبار علما میں ہوتا ہے، آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں، آپ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ) کے ان ارشد تلامذہ میں ہیں جن کی بدولت برصغیر میں سلفیت کو فروغ ہوا، آپ نے ایمان واسلام کی خاطر سب کچھ قربان کرتے ہوئے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کردی، آپ جس مشن کو لے کر اٹھے تھے وہ تھا توحید کا غلغلہ، دین اسلام کی سربلندی اور شرک و بدعت کا خاتمہ، جس کے لیے آپ نے اپنی تیس سالہ اسلامی زندگی کے قیمتی لمحات صرف کردیے، آپ بنارس میں اس وقت تشریف لائے جب اہل بنارس کو توحید کے کسی علم بردار اور مرد مجاہد کی اشد ضرورت تھی، مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ (م ۱۲۸٦ھ) اور مولانا جلال الدین ہاشمی جعفری بنارسی (م ۱۲۷۹ھ) کے ارتحال کے بعد بنارس میں ایک قسم کا خلاء محسوس کیا جانے لگا تھا، محدث بنارسیؒ نے قال اللہ اور قال الرسول کے سرمدی نغموں سے اجڑی ہوئی محفل کا رنگ پھر سے جمادیا، اس طرح علمِ حدیث کی اشاعت وترویج میں آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں، اور صوبہ صوبہ، شہر شہر، اور گاؤں گاؤں میں قرآن و حدیث کی صدائے دل نواز بلند ہونے لگی۔

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہوگئیں

نام ونسب:

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد سعید بن سردار کھڑک سنگھ بن کاہن سنگھ کنجاہی

پنجابی بنارسی، آپ کا نام قبل از قبول اسلام مول سنگھ تھا، مقام کنجاہ ضلع گجرات صوبہ پنجاب میں ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے، اور یہیں پرورش و پرداخت ہوئی، آپ کا تعلق راجپوتوں کے ایک شجاع، معزز خوشحال چھتری خاندان سے تھا، آپ کے والد شہر جلال پور ضلع گجرات کے پولیس اسٹیشن میں سب انسپکٹری کے عہدہ پر فائز تھے، ضلع گجرات میں ان کے بہت سے مکانات اور آراضی تھیں جن کی قیمت اس دور میں چھبیس ہزار تھی، چند دکانیں محدث بنارسیؒ کے نام سے بھی خریدی گئی تھیں، قبول اسلام کے بعد آپ نے سب کچھ چھوڑ دیا، آپ کے والد آپ کے پاس برابر بنارس آتے رہتے تھے، آپ نے اپنے والد کے قبول اسلام کے لیے بہت کوشش کی، آپ کے بعد مولانا سیف بنارسی نے بڑی کوشش کی۔ انہوں نے کلمہ بھی پڑھ لیا اور مولانا نے ان کا نام عبدالرحمٰن تجویز کیا، اتفاق سے اسی روز کسی ضرورت سے وہ پنجاب چلے گئے اور پھر مسلمان نہ رہے اور کفر ہی کی حالت میں ۱۳/فروری ۱۹۰۷ء کو اس دنیا سے سدھار گئے۔ (۱)

تعلیم:

مقامی اسکول میں تعلیم کے لیے داخل کیا گیا جہاں سے آپ نے مڈل کا امتحان پاس کیا، ساتھ ہی فارسی سیکھ لی اور ریاضی میں بھی مہارت پیدا کر لی۔ (۲)

آپ کو بچپن ہی میں تحقیق اسلام کا شوق پیدا ہوا جس کے لیے آپ نے مذہبی کتابوں کا مطالعہ بڑے غور وفکر اور انہماک سے کیا، آپ کی حق پسند طبیعت کو دوران مطالعہ توحید خالص کا عقیدہ بہت پسند آیا لیکن رسالت ونبوت کے تعلق سے کچھ شکوک وشبہات ذہن میں گردش کررہے تھے، آپ گجرانوالہ کے ڈاک خانہ میں پوسٹ ماسٹر

(۱) تذکرۃ السعید ص: ۱۳، ۱۹، اللؤلؤ والمرجان فی تکلم المرأۃ بآیات القرآن ص: ۱۵۔

(۲) اللؤلؤ والمرجان فی تکلم المرأۃ بآیات القرآن ص: ۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، لاہور جانے کا اتفاق ہوا، دل میں حق کی تلاش پیدا ہو چکی تھی، اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی، اتفاق سے لاہور میں کہیں پر مولانا عبیداللہ سندھی پائلیؒ نومسلم صاحب تحفۃ الہند (م ۱۳۱۰ھ) سے ان کی ملاقات ہوگئی، مولانا پائلیؒ ہندوئیت کا آسیب اتارنے میں دم مسیحائی رکھتے تھے۔ پہلی فرصت میں آپ کے سامنے اسلام پیش کیا، محدث بنارسیؒ نے عقیدۂ توحید کو تسلیم کرلیا، اور رسالت کے سلسلے میں اپنے شکوک و شبہات پیش کئے، مولانا پائلیؒ نے ہر ایک کا تسلی بخش جواب دیا تو محدث بنارسیؒ مطمئن ہوگئے اور ان کے تمام شبہات ختم ہوگئے، فوراً لاہور سے گجرانوالہ واپس آئے، ملازمت سے استعفیٰ دیا، پھر لاہور آ کر مولانا پائلی کے ہاتھوں پر ۱۳/ رمضان ۱۲۹۱ھ مطابق ۲۶/ اپریل ۱۸۷۴ء کو اسلام قبول کیا اور آپ کا اسلامی نام محمد سعید رکھا گیا، قبول اسلام کے بعد مولانا پائلیؒ نے آپ کو مالیر کوٹلہ شیخ عبدالرحیمؒ کے یہاں بھیج دیا، جب آپ کے والد کو آپ کے اسلام لانے کی خبر ہوئی تو فوراً مالیر کوٹلہ گئے، بہلایا، پھسلایا، اور آبائی مذہب نہ ترک کرنے پر بہت اصرار کیا اور اپنے ساتھ لے کر ''ہردوار'' پہونچے، وہاں پجاریوں نے پھر آپ کو حلقۂ زنار میں کس دیا، ان کے رشتہ داروں کے ساتھ گنگا میں غسل کرایا، پھر (دوش) کی تلافی کے لیے مخصوص بتوں کے مالا جپنے اور گائیں چرانے کا حکم دیا لیکن آپ کا دل نور ایمان سے منور ہو چکا تھا، گائیں تو اپنے چچازاد بھائی ہری سنگھ کے حوالہ کیں اور خود ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' پڑھنے لگے، موقع پا کر اپنے چھوٹے بھائی گوپال سنگھ کو لے کر فرار ہوگئے، لیکن کامیاب نہ ہوئے دوبارہ ہندو دھرم میں داخل کئے گئے، مگر آپ نے جو جام توحید نوش فرمایا تھا اس کا اثر ختم نہ ہوا، موقع کی تلاش میں تھے کہ ایک روز گھر والوں سے چھٹکارا پا کر لاہور چلے آئے اور ۲۹/ جولائی ۱۸۷۴ء کو دوبارہ مشرف باسلام ہوئے۔

اپنے دوستوں کے مشورہ کے مطابق ماہ صفر ۱۲۹۲ھ مطابق ۳/ مارچ ۱۸۷۵ء بروز بدھ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں صرف، نحو، ادب اور علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، صرف، نحو، منیہ، قدوری، کنز، شرح وقایہ وغیرہ کتابوں کو دیوبند میں پڑھایا بھی، آپ کے دیوبند کے مشہور شاگردوں میں مولوی محسن میرٹھی اور مولوی مومن وغیرہ کا نام ملتا ہے، جب محدث بنارسیؒ نے دیوبند میں علم حدیث کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے شرح صدر فرمایا جس سے حنفیت کی طرف سے رخ پھر گیا اور عامل بالحدیث ہوگئے اور وہیں سنت پر عمل کرنا شروع کردیا، دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داروں کو یہ چیز ایک آنکھ نہ بھائی اور مولانا محدث بنارسی کو جواب دے دیا۔ (۱) مگر خوش قسمتی سے اس وقت مرکز علم حدیث شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) کا فیضان علم دہلی میں جاری تھا، ۱۲۹۵ھ میں آپ کی خدمت میں دہلی پہونچے، تفسیر وحدیث کی متعدد کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی۔

جس وقت آپ شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) کے یہاں استفادہ کررہے تھے آپ کے والد نے میاں صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ:

''میں نے اپنے لڑکے کو ناز ونعمت سے پالا ہے، اس کو نظر عنایت سے رکھئے گا'' میاں صاحب اس خط کو پڑھ کر آبدیدہ ہوگئے۔ (۲)

مدرسہ ''امام بخش'' جون پور میں فقہ، اصول فقہ حافظ عبداللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۳۷ھ) سے پڑھا، اس دور میں جناب مولانا تلطف حسین بہاریؒ (مقیم دہلی) اور مولانا علی نعمت عظیم آبادی شریک سبق تھے، حافظ عبداللہ غازی پوریؒ

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۵۴۔ (۲) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۳۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(م ۱۳۳۷ھ) ابھی تک جادہ تقلید پر گامزن اور تلامذہ اتباع سنت رسول اللہ ﷺ پر رواں دواں قدم قدم پر مناقشے ہوئے، آخر منصف مزاج استاد تنگ و خار دار راہ چھوڑ کر شاگردوں کے ساتھ ہو گئے۔(۱)

اس کا اعتراف بذات خود حافظ عبداللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۳۷ھ) نے فرمایا ہے چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہیں: ''یہ لوگ فقہ حنفی پر مناقشات کرتے اور تحقیق کا پہلو ڈھونڈتے، میں اس سے پہلے کئی بار فقہ و اصول فقہ پڑھ چکا تھا، پہلے تو میں اسی قدیم روش کے مطابق جیسے کوئی ادھار کھائے بیٹھا ہو، خواہ مخواہ ہر ایک مسئلہ، ہر ایک بات، ہر ایک اصول کا اگر چہ وہ تحقیق سے گرا ہوا ہو، جواب دیتا رہا، پھر میں نے سوچا کہ جو بات تحقیق سے گری ہوئی ہے، خواہ مخواہ اس کی تائید کرنا یہ تو عقل و عدل دونوں سے بعید ہے، اور احادیث کے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ شوافع کے مطابق ہے اور یہ حنفیوں کے جیسا کہ عام دستور ہے نہایت غلط ہے، اور یہ اصولی لوگ بھی ہمارے جیسے غیر معصوم تھے اور انہی نصوص سے جو ہمارے سامنے موجود ہیں ان اصول کو مستنبط کرتے، علاوہ بریں یہ اصول بھی اس لیے بنائے گئے ہیں کہ ان سے کام لیا جائے پس ان خیالات کی وجہ سے خود بخود تقلید سے کنارہ کشی اور علم حدیث کی طرف توجہ ہوتی گئی۔(۲)

۲۲/صفر ۱۲۹۷ھ یوم چہار شنبہ بوقت چاشت آرہ تشریف لے گئے، اور مولانا سعادت حسین بہاری (۱۳۶۰ھ) اور حافظ عبداللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۳۷ھ) سے بقیہ کتب معقولات پڑھیں۔

تدریس:

تحصیل علوم کے بعد مولانا ابو محمد حافظ محمد ابراہیم آرویؒ (۱۳۱۹ھ) کے اصرار پر

(۱) تراجم علماء حدیث ہند، ص: ۴۵۵۔

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۵۸-۴۵۷۔

ایک سال تک ''مدرسہ احمدیہ'' آرہ میں تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے، پھر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۳۷ھ) بہ نیت حج حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مکہ معظّمہ میں امام شوکانی کے شاگرد رشید شیخ عباس بن عبدالرحمٰن شہابی یمنی سے سند و اجازت حاصل کی۔(۱)

بنارس میں سب سے پہلے قیام:

جب مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ بنارس تشریف لائے تو سب سے پہلے محمد عمر صاحب رئیس و سابق آنریری مجسٹریٹ بنارس کے یہاں قیام فرمایا اور یہیں سے مذہب اہل حدیث کی اشاعت شروع کی، مجسٹریٹ صاحب مولانا کے مخلصین میں تھے۔(۲)

مدرسہ سعیدیہ کا قیام:

مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ نے اپنے ماہنامہ ''نصرۃ السنۃ'' میں مدرسہ کے قیام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: ''۱۲۹۹ھ میں جب آرہ سے بنارس تشریف لائے تو اپنے ساتھ ۹/ طالب علموں کو بھی لائے اور بنارس پہونچ کر مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا (جس کا نام آپ کی وفات کے بعد مدرسہ سعیدیہ رکھا گیا) بعد میں بنگال وغیرہ کے طلبہ آگئے اور ان کی تعداد بیس ہوگئی، مولانا نے اپنے شاگرد رشید مولوی عبدالکبیر بہاری ثم البنارسی (م ۱۳۳۱ھ) کو دس روپیہ مہینہ پر مدرس رکھا۔(۳)

(۱) اللؤلو والمرجان فی تکلم المرأۃ بآیات القرآن، تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۳۵۵۔

(۲) اہل حدیث امرتسر مجریہ ۶/ مارچ ۱۹۴۲ء۔

(۳) نصرۃ السنۃ، ش: ۹، جلد: ۲ مجریہ رمضان ۱۳۰۵ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنِ حدیث میں مہارت:

مولانا کو فن حدیث میں خصوصی ملکہ حاصل تھا، اپنے وقت میں اسماء رجال کے امام تھے اگر آپ کو بیہقی زماں کہا جائے تو بجا ہے۔(۱)

تلامذہ:

آپ کے درس میں شرکت کرنے کے لیے ہندوستان کے کونے کونے سے لوگ آتے اور علمی استفادہ کرتے، آپ کے تلامذہ اپنے علمی تبحر، حق گوئی، جرأت و بے باکی، زہد و ورع اور تقویٰ میں نمونہ سلف تھے، آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں، ذیل میں چند ممتاز تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- مولانا عبدالکبیر بہاری ثم البنارسیؒ (م ۱۳۳۱ھ) ۲- مولانا محمد منیر خاں بنارسیؒ (م ۱۳۶۴ھ) ۳- مولانا سراج الدین جونپوریؒ ۴- مولانا عبدالعزیز پنجابی ۵- مولانا عبدالرحمٰن راج شاہی ڈھاکہؒ ۶- مولانا الٰہی بخش چاٹگامیؒ ۷- مولانا دیانت اللہ بستویؒ ۸- مولانا عبدالغنی مرزاپوریؒ ۹- مولانا محمد سلیمان مرشد آبادیؒ ۱۰- مولانا عبدالرحیم الہ آبادیؒ ۱۱- مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ ۱۲- مولانا محمد موسیٰ دیناج پوریؒ ۱۳- مولانا حکیم حیات اللہ صاحب بنارسیؒ (۲)

اخلاق و عادات:

محدث بنارسی اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک، بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے، اپنے شاگردوں، مہمانوں اور عام لوگوں کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے اور سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے، آپ کے اخلاق کے بارے میں مولانا اسلم جیراجپوری کا بیان قابل ذکر ہے، فرماتے ہیں کہ: ”یہ اپنی ذات سے مسلمان ہوئے،

(۱) اللؤلؤ والمرجان فی تکلم المرأۃ بآیات القرآن: ص: ۱۵۔

(۲) تذکرۃ السعید: ص: ۳۴، ۳۵

بنارس محلّہ دارانگر میں سکونت اختیار کر لی تھی، حدیث پڑھاتے بھی تھے اور اس کی اشاعت بھی کرتے تھے، صورت بھی فرشتوں کی اور سیرت بھی فرشتوں کی۔ جب یہ بھوپال میں آتے تو میرا دل بہت خوش ہوتا تھا، میں لڑکپن سے ہر دوسرے سال اپنی خالہ کو دیکھنے کے لیے بنارس جایا کرتا ہوں جب تک مولوی صاحب زندہ رہے ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا تھا اور وہ بلا دعوت کھلائے راضی نہیں ہوتے تھے۔“(۱)

دعوت و تبلیغ:

آپ نے تحریر و تقریر اور تبلیغ کے ذریعہ دعوت و ارشاد کا کام وسیع پیمانہ پر انجام دیا، آپ کی تبلیغی کوششوں سے ہندوستان کے چپّے چپّے میں کتاب و سنت کا خوب چرچا ہوا اور عقیدہ و عمل کی اصلاح ہوئی، قبر پرستی، پیر پرستی اور تعزیہ پرستی اور بہت سے دوسرے خرافات و مراسم کا بہت کچھ ازالہ ہوا اور بنارس میں جماعت اہل حدیث کی علمی و دینی ساکھ قائم ہوگئی، اشاعت دین اور تبلیغ ہی کی غرض سے ایک مطبع بنام ”سعید المطابع“ قائم کیا، اس نے توحید اور کتاب و سنت کی اشاعت کے لیے لاکھوں اوراق شائع کیے جن کا اکثر و بیشتر حصہ مفت تقسیم ہوا۔

آپ نے ایک ماہنامہ رسالہ ”نصرۃ السنۃ“ کے نام سے ۱۰/ستمبر ۱۸۸۵ء میں جاری کیا جو اسم بامسمّٰی تھا۔(۲)

آپ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس کے صحن میں ایک چبوترہ تھا جس میں ہر سال تعزیہ رکھا جاتا تھا، مخالفین آئے دن طرح طرح کے فساد کرتے آخر ان لوگوں نے ۱۸۸۷ء میں جھوٹی نالش عدالت جنٹ مجسٹریٹ میں دائر کیا، ۸/ برس تک مقدمہ چلا بالآخر اللہ تعالیٰ نے ۱۸۹۵ء/۱۱/فروری کو اہل حدیث کی ڈگری کرادی اور مخالفین اپنا سا منہ

(۱) اہل حدیث، امرتسر مجریہ ۲۵/ جون ۱۹۳۷ء

(۲) تراجم علماء حدیث ہند ص: ۳۵۵: تذکرہ السعید۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر رہ گے اور تاحیات آپ اس مسجد کے امام و متولی رہے، یہ مسجد محلّہ راجہ پورہ میں بڑ تلے کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔(۱)

مناظرہ:

آپ اپنے وقت کے مشہور مناظر تھے، فن مناظرہ میں آپ کو کمال حاصل تھا، چنانچہ بنارس، مرزاپور، اٹاوہ، بنگلور، مرشد آباد، جونا گڈھ وغیرہ میں علماء مخالفین سے مناظرہ ہوا تو میدان آپ ہی کے ہاتھ رہا، شہر عظیم آباد کے مولوی شوق نیموی کو مولانا نے اس طرح شکنجہ میں کس دیا کہ وہ اپنی ساری لن ترانیاں بھول گئے۔(۲)

تصانیف:

آپ بلند پایہ محدث، مفسر، فقیہ، مناظر ہونے کے ساتھ ہی بہترین مصنف بھی تھے، آپ نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے جو گراں قدر تحریری خدمات انجام دی ہیں ان کا مختصر خاکہ جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات سے پیش کیا جاتا ہے، ان میں حدیث و تفسیر کے علاوہ دوسرے موضوعات سے متعلق بھی کتابیں ہیں:

۱- هداية القلوب القاسية فی رد گلزار آسية، (اردو) ۲۸/صفحات، طبع اول ۱۲۹۵ھ، ایک صاحب مولوی عبدالرب تھے، انہوں نے ''گلزار آسیہ'' نام کا ایک رسالہ لکھا جو چالیس حدیث پر مشتمل تھا، لیکن احادیث کے معنی میں ایسی تحریفیں کیں تھیں کہ الامان والحفیظ، یہ کتاب اسی کا جواب ہے۔

۲- طريق النجاح لأهل الصلاح فی جواب طريق الفلاح (اردو) ۲۸/صفحات، طبع اول ۱۲۹۸ھ مطبع ہشتکاری پریس، لکھنؤ۔ یہ کتاب مولوی عبدالشکور ٹانڈوی کی کتاب ''طریق الفلاح'' کے جواب میں لکھی گئی۔

---

(۱) تذکرۃ السعید، ص:۲۶

(۲) اللؤلو والمرجان فی تکلم المرأۃ بآیات القرآن، ص:۱۵

۳- عمارة المساجد بهدم أساس جامع الشواهد (اردو) ۲۰/صفحات، طبع اول ۱۳۰۱ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔ یہ کتاب مولوی وصی احمد کے رسالہ ''جامع الشواھد'' کے رد میں ہے۔

۴- هداية المرتاب بردّ ما فی كشف الحجاب (اردو) ۱۵۶/صفحات، طبع اول ۱۳۰۱ھ مطبع پبلک اوپنین۔ یہ کتاب احناف کی ایک کتاب ''کشف الحجاب'' کے رد میں لکھی ہے جسے نواب صدیق حسن خاں نے اس قدر پسند فرمایا کہ ازراہ قدردانی پچاس روپے ماہانہ وظیفہ جاری کر دیا۔

۵- اقبال الحئة على رد عبدالحي (اردو) ۲۴/صفحات، طبع اول ۱۳۰۲ھ مطبع صدیقی پریس بنارس۔

۶- كشف الستور عن كيفية مرزا پور (اردو) ۲۴/صفحات، طبع اول ۱۳۰۲ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۷- البرهان الجلى فی رد الدليل القوى (اردو) ۳۲/صفحات، طبع اول ۱۳۰۳ھ مطبع صدیقی پریس، بنارس۔

۸- كيفيت مناظره مرشد آباد (اردو) ۴۰/صفحات، طبع اول ۱۳۰۵ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۹- سيف الأبرار على رأس الأشرار فی جواب فتح الأخيار، ۶۳/صفحات، طبع اول ۱۳۰۵ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۰- الجهر بالتامين بالرد على القول المتين (اردو) ۱۴۹/صفحات، طبع اول ۱۳۰۲ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۱- توثيق الحق السديد جوابا على رسالة التحقيق المزيد (اردو) ۱۷۲/صفحات، طبع اول ۱۳۰۶ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲- تعلیم المبتدی فی تحقیق القرأة للمقتدی حصہ اول (اردو) ۴۸/صفحات، طبع اول ۱۳۱۰ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۳- تعلیم المبتدی فی تحقیق القرأة للمقتدی حصہ دوم (اردو) ۶۴/صفحات، طبع اول ۱۳۱۰ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۴- السکین لقطع حبل المتین (اردو) ۱۴۰/صفحات، طبع اول ۱۳۱۲ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۵- سیف المؤحدین علی عنق رد السکین (اردو) ۲۰/صفحات، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۶- إزالة الشَّین عن جلاء العین (اردو) ۸/صفحات، طبع اول ۱۳۱۴ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۷- رد التردید إلی أهل التقلید مع قرة العین برد ما وقع فی ضیاء العین (اردو) ۲۴/صفحات، طبع اول، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۸- الرد لردالرد مع ابداء الغرّة لمؤلف القرة (اردو) ۱۲/صفحات، طبع اول ۱۳۱۵ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۱۹- دفع البهتان العظیم عن حدیث الرسول الکریم (اردو) ۳۲/صفحات، طبع اول ۱۳۱۷ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۰- السعی المقبول برد إجابة المسؤل (اردو) ۲۰/صفحات، طبع اول ۱۳۱۷ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۱- کسرالعری باقامة الجمعة فی القری (اردو) ۲۰/صفحات، طبع اول ۱۳۱۸ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۲- ردالجواب علی وجه المرتاب (اردو) ۱۶/صفحات، طبع اول

۱۳۱۸ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۳- کشف الغطاء عن إزالة الخفاء (اردو) ۶۴/صفحات، طبع اول ۱۳۱۹ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۴- الفوائد التحقیقیة من الدررالتقریظیة (اردو) صفحات ۶۸/طبع اول ۱۳۰۶ھ مطبع احتشامیہ، مرادآباد۔

۲۵- فتاوی سعیدیه (اردو) ۴۸/صفحات، طبع اول ۱۹۰۵ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۶- صیانة المقتصدین عن تلبیسات نصرة المجتهدین (اردو) ۲۳۶/صفحات طبع اول ۱۳۰۸ھ مطبع صدیقی، لاہور۔

۲۷- الشبع والری بالرد عبدالحئی (اردو) ۲۴/صفحات، طبع اول ۱۳۰۲ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۸- کیفیت مناظرہ جونا گڈھ (اردو) ۸/صفحات، طبع اول ۱۳۰۲ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۲۹- جواب الجواب سوالات خمسه (اردو) ۱۴/صفحات، طبع اول ۱۳۰۵ھ مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۳۰- اکرام أهل الإیمان (اردو) ۶۴/صفحات، طبع اول ۱۳۰۵ھ، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۳۱- جواب توبہ نامہ (اردو) ۱۲/صفحات، طبع اول ۱۸۸۴ء مطبع پبلک اوپنین۔

۳۲- إعلاء أهل الإنصاف عما صدر من مؤلف تحفة الأحناف (اردو) ۲۸/صفحات، طبع اول ۱۲۹۸ھ مطبع ہشتکاری پریس لکھنؤ۔

۳۳- کیفیت مسجد بڑتلے (واقع دارانگر، بنارس) (اردو) ۴۶/صفحات، طبع اول،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۰۴ھ=۱۸۸۶ء مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۳۴- خلاصة المعتقد المنتقد (اردو) ۱۳۲/صفحات، طبع اول، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۳۵- فرحة الأخبار لجواب الإشتهار (اردو) ۲۰/صفحات، طبع اول، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

۳۶- کشف الإرتیاب عن أجوبة المرتاب (اردو) ۲۱/صفحات، مطبع سعید المطابع، بنارس۔

شادی:

مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ قبل از اسلام مالدار اور خوشحال تھے، اللہ تعالیٰ نے اسلام لانے کے بعد مزید فضل و کرم سے نوازا، بنارس کے محلّہ دارانگر میں اپنا ذاتی مکان تعمیر کرایا اور ۲۷/صفر ۱۳۰۲ھ یوم شنبہ بوقت عصر دوسری شادی بنارس جنوبی کے محلّہ سونارپورہ کے ایک معزز گھرانے میں ''سارہ'' نامی خاتون سے ہوئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں سے نوازا۔

آپ کی پہلی بیوی ضلع گجرات پنجاب کی ایک بستی چلیان کی رہنے والی تھی، قبول اسلام کے بعد مولانا نے بڑی کوشش کی کہ اپنی اہلیہ کو اپنے ساتھ لائیں، والد کھڑک سنگھ نے بھی کوشش میں آپ کا ساتھ دیا لیکن نہ اس کے والدین راضی ہوئے اور نہ وہ خود راضی ہوئی۔(۱)

اولاد:

پہلی بیوی سے آپ کو کوئی اولاد نہ تھی، دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے ۱۲/اولاد عطا فرمائی جس میں چھ لڑکے ۱- مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی ۲- قاری احمد سعید

(۱) تذکرۃ السعید، ص: ۱۴۰

بنارسی ۳- مولانا ابومسعود قمر بنارسی ۴- قاری عبداللہ صاحب ۵- مولانا عبدالرحمٰن صاحب ۶- مولانا عبدالآخر صاحب۔

سب کے سب اہل علم و فضل گذرے ہیں، ان میں مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا قمر صاحب، مولانا قاری احمد سعید صاحب کو نمایاں شہرت حاصل ہے، اور چھ لڑکیاں جس میں ۴/لڑکیاں مولانا کے حیات ہی میں فوت ہوگئیں تھیں اور دو کی شادی ہوئی، دونوں لڑکیوں میں سے ایک کی شادی الہٰ آباد میں مولوی عبدالأحد خان سے ہوئی، دوسری کی شادی پریوانرائن پور ضلع پرتاب گڈھ میں حافظ شیخ خلیل اللہ سے ہوئی۔

علالت ووفات:

مولانا ۸/رمضان ۱۳۳۲ھ اتوار کی شب میں صحیح سالم اور تندرست حسب معمول ساڑھے تین بجے بیدار ہوئے اور گھر والوں کو جگایا اور خود وضو کرکے تہجد میں مصروف ہوئے، نماز کے بعد سحری کھائی اور صحن میں کچھ دیر گشت فرماتے رہے، اللہ کی قدرت کا معائنہ کرتے ہوئے آیت ''ربنا ما خلقت هذا باطلا'' کا ورد فرماتے رہے، سوا پانچ بجے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز فجر جماعت سے مقتدیوں کے ساتھ ادا کی، ساڑھے ۶/بجے تک مصلی پر حسب عادت اوراد واشغال میں مصروف رہے، اس کے بعد دولت سرائے میں تشریف لائے، قضاء حاجت سے فارغ ہوکر نماز اشراق اور تلاوت قرآن مجید کے لیے وضو کرنے لگے، اثناء وضو میں اپنے صاحبزادے محمد واحمد کو آواز دی اور دونوں لڑکوں کے سہارے اپنی چارپائی پر بیٹھ گئے، حسب عادت سورہ مزمل پڑھی، اس کے بعد اپنی رفیقۂ حیات کو پکارتے ہوئے لیٹ گئے کہ دیکھو میری حالت کیسی ہوتی جارہی ہے، جلد حکیم بلاؤ اور کچھ آہستہ پڑھتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں، گلے کی خرخراہٹ جو سکتہ کی دوسری علامت ہے شروع ہوگئی، چند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی گھنٹے میں شہر کے بڑے بڑے حکیم، ڈاکٹر آئے، لیکن بے سود وقت موعود آچکا تھا، آخر یہ علم وعمل کا پیکر، جماعت اہلحدیث کا خادم، قرآن و حدیث کا عاشق، قوم وجماعت کا ہمدرد وغم خوار ۸/ رمضان ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۷/ نومبر ۱۹۰۴ء بروز اتوار بوقت ۸/ بجے دن اپنے مالک حقیقی سے جاملا ”إنا لله و إنا إليه راجعون“ عصر کی نماز کے بعد تجہیز وتکفین عمل میں آئی قبیل غروب شمس ایک ہزار افراد نے نماز جنازہ ادا کی اور بعد نماز مغرب دین وملت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے زیر زمین غروب ہوگیا۔

تاریخ قطعۂ وفات مندرجہ ذیل ہے:

فاز السعيد بجنة حظاً و كان تقيا
فقلت إرخ و فاته أجعله ربّ رضيّا ۱۳۲۲ھ

محدث بنارسیؒ کا وصیت نامہ:

مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ نے ۱۳۱۴ھ میں چند وصیتیں کیں کہ: ”میرے انتقال کے بعد مجھ کو سنت کے مطابق غسل دیا جائے، تین چادر کا کفن ہو، نماز جنازہ مولوی عبدالکبیر یا عزیزی محمد پڑھائے، کوئی بدعتی یا بے نمازی میرے کفن دفن میں شریک نہ کیا جائے، وفات کے بعد میری بیوی کو اختیار ہے کہ عدت گذارنے کے بعد کسی نیک مؤحد سے اگر چاہے تو نکاح کر لے ورنہ لڑکوں کی پرورش میں صبر کرے، پھر ان شاء اللہ قیامت کے دن جمع ہوجاویں گے۔“

”میں جمیع مؤحدین بنارس کو عمل بالسنۃ کی وصیت کرتا ہوں، جہاں تک ہو سکے عمل بالسنۃ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، میں اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ میں تمہارا باپ محمدی، سنّی، اہل حدیث تھا، تم بھی ویسے ہی رہنا، عمل بالحدیث کو ترقی دینا خود بھی اس کے عامل ہونا، دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرنا، میری کتابوں کو جن کو میں نے بڑی محنت سے جمع کیا ہے ضائع نہ کرنا، میرے لڑکوں میں سے جو عالم ہو وہی ان کا

متولی ہو، میں کل کتابوں کو وقف کرجاتا ہوں۔“

مولانا محدث بنارسیؒ وصیت مذکورہ کے بعد ۸/ برس تک زندہ رہے، ان کی موجودگی میں سیف بنارسیؒ نے علم وفضل میں کمال حاصل کیا، مرحوم کی کتابوں سے استفادہ کیا، اس میں نایاب اور قیمتی کتابوں کا اضافہ کیا، اور یہ کتب خانہ ہندوستان کے اہم کتب خانوں میں شمار ہونے لگا، مولانا سیف بنارسیؒ کے انتقال کے بعد تقریبا ۱۹۶۸ء میں یہ کتب خانہ ”جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم“ میں منتقل ہوگیا۔

آپ کا بھرا پُرا خاندان اب بھی بنارس میں ہے، آپ کے پوتے مولانا عبدالحنان صاحب کانپور مسجد اہل حدیث میں امامت وخطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور خاندان کے بقیہ افراد ہندوستان کے مختلف حصوں میں سرکاری عہدوں پر فائز ہیں، تقسیم ہند کے بعد خاندان کا ایک حصہ پاکستان چلا گیا، نیز کچھ افراد امریکہ میں مقیم ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد سعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۹۰۴ء وفات:۱۹۲۷ء)

نسب نامہ:

مولانا محمد سعید بن عبدالرحمٰن بن دین محمد بن میاں سردار بن دوست محمد روشن بن غوث محمد بن رحمت اللہ۔

آپ بنارس کے مشہور محلّہ مدن پورہ میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے متوسط گھرانے کے چشم وچراغ تھے، بنارس ہی میں نشو ونما پائی۔

تعلیم:

مولانا محمد سعید بنارسی نے بنارس کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ میں اپنے مشفق اساتذۂ کرام سے تعلیم حاصل کی۔

آپ کے بزرگ اساتذۂ کرام میں مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۴۵ء) اور قاری احمد سعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۶۴ء) وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

دینی کتابیں خریدنے کا شوق:

گھر سے جو روپے آپ کو ملتے تھے ان کو کھانے پینے میں صرف نہ کرتے بلکہ دینی کتابیں خریدتے اور اپنی لائبریری میں کتابوں کا اضافہ کرتے، کتب بینی ان کا معمول تھا، کتابوں کے خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ عرصۂ دراز کی بات ہے بنارس میں شادی کے موقع پر یہ رواج تھا کہ بیوی کی رشتے دار عورتیں اس کے شوہر کو اپنی بساط کے مطابق پیسے دیا کرتی تھیں جسے ''سکھی'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، جب آپ کی شادی ہوئی تو آپ کو بھی پیسے ملے جب آپ نے پیسے اکٹھا کر لئے تو کہا کہ سب کی کتابیں آئیں گی۔

شوق تبلیغ:

آپ کو مسائل کا استحضار حد درجہ تھا، اظہار حق کے لیے کبھی کسی کی پرواہ نہ کی، خود بھی عامل سنت تھے اور دوسروں کو بھی اس کا متبع دیکھنا چاہتے تھے، گھر کے افراد، رشتہ داروں اور معاشرے میں جو برائی دیکھتے فوراً اس کو دور کرنے کی کوشش کرتے اور سختی کے ساتھ اپنے اس موقف پر جمے رہتے، آپ حامی سنت اور ماحی بدعت تھے، دعوت و تبلیغ کا شوق بہت زیادہ تھا اور اپنے اسی جذبہ کے تحت لوگوں میں قرآن وحدیث کی تبلیغ کیا کرتے تھے، گھر میں لوگوں پر آپ کا بڑا رعب ودبدبہ تھا، جب آپ گھر میں داخل ہوتے تو ہر شخص خاموش ہو جاتا، آپ کی موجودگی میں کسی میں جرأت نہیں ہوتی تھی کہ کوئی غلط بات بولے یا کوئی غلط کام کرے۔

آپ کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دینی تعلیم اور کتاب وسنت کا علم حاصل کریں، حافظ قرآن ہوں، چنانچہ حافظ محمد عباس صاحب جو آپ کے خاندان کے ایک فرد ہیں اور جماعت اہل حدیث بنارس کے مخلص خادم اور جامعہ سلفیہ کے بانیوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ: ''میں نے حفظ کی تعلیم آپ کی بدولت مکمل کی'' اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں حفظ کرتا تھا، چند پارے کے بعد حفظ ترک کر دیا، جب مولانا محمد سعید بنارسیؒ کو معلوم ہوا کہ ابھی حفظ مکمل بھی نہیں ہوا ہے اور درمیان میں بیٹھ گئے ہیں تو میرے گھر پہنچے اور خوب ڈانٹا اور کہا کہ پیسہ نہیں ہے تو اس کا انتظام میں کروں گا لیکن حفظ قرآن کو تکمیل تک پہنچانا ہوگا، چونکہ آپ کا اتنا رعب تھا کہ کوئی آپ کی بات رد نہیں کرسکتا تھا، اس لیے دوسرے ہی روز سے میں نے اپنی تعلیم دوبارہ شروع کر دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے کرم اور مولانا محمد سعید صاحبؒ کی ترغیب کی بدولت میں حافظ قرآن ہوگیا۔ فجزاه الله أحسن الجزاء وجعل الجنة مثواه۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احترام اساتذہ:

آپ اپنے اساتذہ کرام کا غایت درجہ احترام کرتے تھے، آپ ذہین بھی تھے، حصول علم کی حرص وآرزو بھی تھی، اساتذہ کا بے حد احترام بھی کرتے تھے۔

مولانا اپنے مشفق استاذ جامع المعقول والمنقول مولانا محمد منیر خاں کا کپڑا خود اپنے ہاتھوں سے دھلتے تھے اور ان کی بے حد خدمت کرتے تھے۔

دینی حمیت اور شجاعت:

اس وقت کی بات ہے جب مسجد باگڑ بلی چھوٹی اور تنگ تھی، جماعت اور مخالف گروپ کے درمیان اس مسجد کا مقدمہ قائم ہوا اور دونوں گروپ میں لڑائی بھی ہوئی ۱۹۱۹ء میں باگڑ بلی کا مقدمہ شروع ہوا اور جماعت الحدیث کے حق میں ۶/۳/۱۹۲۳ء میں جیت کا فیصلہ سنایا گیا، مقدمہ کے مدعی محمد اسحاق تھے جو جیتے اور مدعا علیہ تاج محمد (معروف تاج بابا) تھے جو مقدمہ ہار گئے۔ (۱)

قاری احمد سعید صاحبؒ (م ۱۹۶۴ء) نے اپنے شاگرد مولانا محمد سعیدؒ سے کہا کہ مقدمہ تو جیت گیا قبضہ کیسے ہوگا، مولانا محمد سعیدؒ نے کہا تشریف لے چلیں ابھی قبضہ ہوگا، جمعہ کا دن تھا دونوں حضرات تشریف لے گئے، سابق مؤذن کو ہٹایا مولانا نے خود چاندنی بچھائی، جمعہ کا خطبہ ہوا، غالباً یہ خطبہ قاری احمد سعید صاحبؒ نے دیا تھا اور اسی وقت سے یہ مسجد مسجد اہل حدیث کے نام سے مشہور ہوگئی۔ (۲)

مناظرہ:

مولانا محمد سعیدؒ مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ مناظر بھی تھے، بازار سدانند میں منشی محمد حسن ایک مشہور نعت خواں تھے اور مجلس مولود کے انعقاد میں بہت پیش پیش رہتے تھے،

(۱) مقدمہ کے کاغذات اور تفصیل جناب محمد ہاشم صاحب برادر قاری محمد شعیب کے پاس موجود تھے۔

(۲) بروایت قاری محمد شعیب صاحب

بنارس اور مضافات بنارس میں ان کے کافی مرید تھے۔ جب بازار سدانند میں رفع الیدین کے مسئلہ پر مناظرہ ہوا اور اہلحدیثوں کی جیت ہوئی تو منشی محمد حسن اور تقریباً ان کا پورا خاندان شرک وبدعت سے تائب ہو کر کتاب وسنت کا عامل بن گیا اور مدن پورہ بنارس میں اہل حدیثوں کی دھاک جم گئی، اس مناظرہ میں مولانا عبدالمتین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۴ء) اور مولانا محمد سعیدؒ موجود تھے۔

دوسرا مناظرہ بجرڈیہہ میں ہوا تھا اس مناظرہ میں بھی مولانا عبدالمتینؒ کے ساتھ مولانا محمد سعیدؒ موجود تھے۔ (۱)

مرض اور وفات:

مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ وفات سے پہلے مرض بخار میں مبتلا ہوئے اور ایک سال تک صاحب فراش تھے، بخار برابر رہتا تھا، مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، بالآخر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی، اور ۲۲/ اپریل ۱۹۲۷ء کو قبل نماز جمعہ رحلت فرماگئے، إنا لله و إنا إليه راجعون۔ اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله۔ اپنے آبائی قبرستان باگڑ بلی (مالتی باغ) میں مدفون ہیں۔ (۲)

اولاد:

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے عالم شباب میں اٹھالیا، زیادہ عمر نہ پائی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جو آگے چل کر قاری ہوئے۔ (۳) یہ بھی قاری احمد سعید

(۱) بروایت حافظ محمد عباس صاحب

(۲) اہلحدیث امرتسر مجریہ ۲۹/ اپریل ۱۹۲۷ء

(۳) یہ قاری محمد شعیب صاحب (م ۲۰۱۰ء) کے نام سے معروف ہیں، تعلیم کے بعد آپ رائیدرگ وغیرہ تشریف لے گئے اور چند سالوں تک تدریسی خدمات انجام دے کر اپنے وطن مالوف بنارس لوٹ آئے، اور چھ ماہ تک مدرسہ جامعہ رحمانیہ بنارس میں تعلیم دی، صوبائی کانفرنس یوپی کے اجلاس میں اپنے استاد محترم قاری احمد سعیدؒ کے ساتھ اکثر وبیشتر رہا کرتے تھے اور تلاوت کلام پاک سے ایک روحانی سماں پیدا کردیتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کے شاگرد ہیں، انہوں نے طویل عرصہ تک نماز پنجگانہ کی امامت کرائی، ان دنوں مختلف عوارض کی وجہ سے امامت سے علیحدہ ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے، آمین۔

حکیم مولانا محمد صدیق بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ:

مولانا محمد صدیق بن مولانا محمد بشیر شاہ بن مولانا نثار احمد رحمہ اللہ

ابتدائی کتابیں اپنے محلّہ جنگل ٹولہ کے مدرسہ میں پڑھیں اور علوم وفنون میں آپ نے مندرجہ ذیل علمائے کرام سے استفادہ کیا:

(۱) مناظر اسلام مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء)

(۲) مولانا نذیر الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسیؒ (م ۱۹۳۴ء)

(۳) مولانا عبدالمجید بنارسی والد محترم مولانا عبدالمعید بنارسیؒ (م ۱۹۳۷ء)

اپنے والد محترم کی طرح آپ بھی فرائض میں بڑے ماہر تھے اور اپنے کو فرائضی لکھتے تھے، فن طبابت سے دلچسپی تھی اس لیے آپ طبابت بھی کرتے تھے۔

حکیم مولانا محمد صدیقؒ دبلے پتلے، لمبے قد اور گورے انسان تھے، یہ خود اور ان کے والد محترم بڑی عسرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

آپ نے ''ھدایۃ السائل إلی حدیث وائل'' کے جواب میں ایک کتاب ''أغرّ الدلائل من دفع کید الواغل''، لکھی اور دوسری کتاب ''نحو منظوم'' نامی لکھی تھی۔

تلاش بسیار کے باوجود سن ولادت اور وفات کا علم نہ ہوسکا۔

مراجع

(۱) بروایت حکیم دیدار احمد صاحب مظہری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد منیر خاں بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۲۹۰ھ=۱۸۷۳ء وفات: ۱۳۶۴ھ=۱۹۴۵ء)

بنارس شہر کے محلّہ مدن پورہ میں جن علماء کرام کی تدریسی وتبلیغی کوششوں سے اہلحدیثیت کو فروغ ملا ہے ان میں سے ایک مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ) کے شاگرد ہیں، حدیث وتفسیر میں آپ کو درک تھا، فقہ حنفی پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی، شیعی فقہ سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے، طب اور معقولات میں بھی آپ کو مہارت تھی، آپ پیرو پور عرف محمد پور کے رہنے والے تھے، لیکن آپ نے بنارس شہر میں اپنی زندگی گزاردی اور یہیں کے ہو رہے۔

آپ کا نام مولانا محمد منیر خاں اور آپ کے والد محترم کا نام محمد باقر خاں ہے، سلسلۂ نسب ذیل میں درج ہے:

حسب ونسب:

مولانا محمد منیر خاں بن محمد باقر خاں بن دلمیر خاں بن کاسی خاں بن دیانت خاں بن ضاؤ خاں بن عزیز خاں بن پہاڑ خاں بن مہر خاں بن مرد خاں بن گشتی محمد خاں۔(۱)

آپ کے جد امجد گشتی محمد خان شیر شاہ سوری کے عہد حکومت میں اپنا وطن افغانستان چھوڑ کر ہندوستان آئے اور یہیں بس گئے، آپ کے مورث اعلیٰ کے نام پر آپ کے گاؤں کا نام محمد پور عرف پیرو پور پڑ گیا، آپ کا تعلق یوسف زئی قبیلہ سے تھا۔

(۱) مولانا کا نسب نامہ جناب جمیل خاں صاحب (مقیم دہلی) نبیرۂ مولانا محمد منیر خاں صاحبؒ سے دستیاب ہوا۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی، اور تعلیمی زندگی کے تین سال یہیں گذارے، آپ کا رجحان انگریزی تعلیم کی طرف نہ تھا اس لیے آپ نے اسکول کی تعلیم چھوڑ دی اور مولوی نور محمد صاحب سکندر آبادی سے فارسی پڑھی، دینی تعلیم سے دلچسپی کی وجہ سے گاؤں کو خیر باد کہا اور بنارس کی راہ لی۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ (سعیدیہ) دارانگر میں نحو، صرف پڑھی اور مرزا پور جاکر ادب کی کتابیں مولانا عبدالاحد صاحبؒ مفسر تفسیر بانقط سے پڑھیں، پھر کان پور تشریف لے گئے اور وہاں معقولات کا درس آپ نے مولوی اسحاق بردوانیؒ، مولوی فاروق چریا کوٹیؒ اور مولوی عبدالوہاب بہاریؒ سے لیا، پھر بنارس تشریف لائے اور نواب ٹونک کے مدرسہ میں تفسیر وکتب نحو کی تکمیل کی، معقولات کی بقیہ کتابیں مع طب کے مولوی حکیم محمد جعفر (شیعہ) اور مولوی غلام حسین کنتوری (شیعہ) مترجم قانون شیخ سے حاصل کی، بعدہ مولانا محمد سعید بنارسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی کتابیں پڑھیں، علاوہ ازیں اپنی علمی استعداد میں اضافہ کرنے اور فنون حدیث میں مہارت پیدا کرنے کے لیے آپ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور ۱۳۱۹ھ میں حضرت میاں صاحبؒ سے سند اجازہ حاصل کی، حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) نے آپ کو جو سند عطا کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

”إنّ المولوی الذکی محمد منیر الدین أحمد خاں(۱) بن

(۱) سند میں اگرچہ محمد منیر الدین احمد ہے لیکن محمد منیر خاں کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، اہلحدیث امرتسر وغیرہ میں آپ کی بیماری کے بارے میں جو اعلانات ہیں اس میں محمد منیر خاں ہی ہے، اور اسی طرح دوسرے اساتذہ کی عطا کردہ اسناد میں بھی محمد منیر خاں ہے۔ چنانچہ مولانا محمد سعید صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۴ء) نے آپ کو جو=

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد باقر خاں البیروبوری (۱) من مضافات مرزابور قد قرأ علیّ الصحاح الستة وتفسیر الجلالین طرفاً طرفاً فعلیه أن یشتغل بإقراء هذه الکتب و تدریسها لأنه أهلها و أحق بها.......“

شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) کی عطا کردہ سند میں آپ کے لیے یہ شہادت کہ آپ تفسیر وحدیث پڑھانے کے مستحق اور حق دار ہیں، آپ کے لیے تدریسی میدان میں کامیابی کی بہت بڑی شہادت اور دلیل ہے اور فی الواقع ہوا بھی ایسا ہی، چنانچہ جب منصب تدریس پر فائز ہوئے تو آپ نے اس منصب کا حق ادا کر دیا۔

درس وتدریس:

مدن پورہ کی جماعت اہل حدیث کو ایسے عالم دین کی ضرورت تھی جو درس و تدریس کے ساتھ مخالفین کا دنداں شکن جواب بھی دے سکے، مدن پورہ کے با اثر اہلحدیثوں نے مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م ۱۹۰۴ء) سے کسی باصلاحیت عالم دین کو مدن پورہ کے مدرسہ میں مقرر کرنے کی درخواست کی، اہل مدن پورہ کی درخواست پر محدث بنارسیؒ نے مولانا محمد منیر خاںؒ کو مقرر کر دیا، چونکہ مولانا موصوف کی عمر کم تھی،

=سند عطا کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: أما بعد: فیقول الراجی إلیٰ رحمة ربه المجید محمد سعید البنارسی عفاالله عنه ان المولوی الذکی العالم محمد منیرخاں بن محمد باقر خاں البیروپوری...... قد قرأ علیّ الصحاح الستة والمشکوٰة وبلوغ المرام و الجلالین و نخبة الفکر مع شرحه ونور الأنوار وشرح الوقایة والسراجی من علم الفرائض و طلب الإجازة منّی بروایة هذه الکتب وغیرها من کتب الشریعة فأجزته أن یروی عنی..........

(۱) انگریزی دور حکومت میں محمد پور عرف پیروپور مرزاپور میں واقع تھا، پھر حکومت ہند میں اضلاع کی جدید تقسیم کے مطابق پیروپور ضلع بنارس میں شامل ہو گیا، ۱۹۹۴ء میں ملائم سنگھ یادو وزیر اعلیٰ یو پی کے زمانہ میں جب بھدوہی کو مستقل ضلع کی حیثیت دی گئی تو پیروپور ضلع بھدوہی میں شامل ہو گیا۔

اس لیے بعض لوگوں کو اعتراض ہوا اور کسی دوسرے عالم دین کو مقرر کرنے کی درخواست کی، محدث بنارسیؒ نے فرمایا کہ جس کو میں نے مقرر کر دیا ہے وہ کافی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، مولانا نے اپنی علمی صلاحیت اور استعداد کی بنا پر جہاں ایک طرف درس وتدریس کے فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دیا وہیں دوسری جانب آپ مخالفین کے سوالوں اور ان کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب بھی دیتے رہے، اس طرح آپ نے علمی میدان میں اپنی برتری کا لوہا منوالیا۔

آپ نے مدرسہ جامعہ رحمانیہ میں تقریباً پچپن سال تک تدریسی خدمات انجام دیں اور تاحیات بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ اس طویل عرصے میں آپ نے سلفیت کا ایسا چراغ روشن کر دیا جو بجھائے نہ بجھے گا۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ذکاوت وذہانت:

آپ انتہائی ذہین وفطین تھے، آپ کی اجتہادی قوت بڑی مضبوط تھی، اگر آپ کو مجتہد وقت کہا جائے تو بجا ہے، مولانا محمد سعید محدث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۴ء) اپنے جملہ تلامذہ میں آپ پر بہت زیادہ فخر کرتے اور تہجد میں آپ کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔

منصب افتاء:

آپ کتاب وسنت میں مہارت کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی وشیعی میں بھی مہارت رکھتے تھے اس لیے آپ سے ہر مسلک ومشرب کے لوگ استفادہ فرماتے، اسی طرح آپ ہر مسلک کے لوگوں کو اس کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیتے، آپ اہل حدیث بنارس کے مفتی اعظم تھے، آپ کے فتاویٰ کی اگر باقاعدہ نقل رکھی جاتی تو آج کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جاتیں، مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م ۱۹۰۴ء) نے فتویٰ نویسی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت آپ ہی کے سپرد کی تھی۔

مناظرہ:

آپ نے احناف وشیعہ سے کئی معرکۃ الآراء مباحثے بھی کیے ہیں، مدن پورہ میں جب تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لیے تشریف لائے تو دیکھا کہ مختلف جہات سے مسلک اہل حدیث پر اعتراض کیے جا رہے ہیں اور کتاب وسنت کے ماننے والوں کو پریشان کیا جارہا ہے تو آپ نے بحث ومباحثہ اور مناظرہ کی شکل میں معترضین کو ایسا مسکت جواب دیا کہ دوبارہ چھیڑ خوانی کی کسی میں ہمت نہ ہوئی اور سب چپ سادھ کے بیٹھ گئے۔

ایک بار آپ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے چھپرا بہار تشریف لے گئے، وہاں کوئی مسئلہ پیش آگیا، جس کا تعلق مولوی عمر کریم پٹنوی سے تھا، آپ کو اکابرین جماعت نے فوراً پٹنہ روانہ کرنے کا بندوبست کیا آپ نے وہاں مولوی عمر کریم پٹنوی سے ملاقات کی اور بحث ومباحثہ شروع ہوگیا، بالآخر میدان آپ ہی کے ہاتھ رہا، اسی طرح مختلف موقعوں پر آپ نے مخالفین سے بحث ومباحثہ کیا اور سب میں کامیاب رہے۔

اکثر ہوئی ہے منکر سنت سے گفتگو
لیکن کسی جگہ میں نہ ہارا محمدی

جلال ووقار:

مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ کو من جانب اللہ رعب ودبدبہ اور وقار عطا ہوا تھا کہ عوام وخواص، چھوٹے بڑے ہر ایک پر آپ کا رعب تھا اور علماء کرام آپ کا بڑا احترام کرتے، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۶ھ) جب بنارس تشریف لاتے تو آپ کو احتراماً پیرجی کہا کرتے تھے، ان کے تمام شاگرد مثلاً مولانا

عبدالمتین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۴ء) مولانا عبدالمجید حریریؒ (م ۱۹۷۲ء) ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

آپ کے پوتے جناب جمیل خاں صاحب (مقیم دہلی) بیان کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں زمین داری تھی اور خاندان کے لوگوں نے لگان دینے سے انکار کر دیا تھا، بات بہت بڑھ گئی، راجہ کے یہاں سے طلبی ہوئی، اب لوگ پس وپیش میں تھے کہ کیا کیا جائے اور کس کو راجہ کے پاس گفتگو کے لیے بھیجا جائے، سب کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی، آپ راجہ بنارس کے پاس تشریف لے گئے بہت ہی عزت واحترام سے بٹھائے گئے آپ نے بات چیت کی اور چند منٹوں میں مسئلہ کا حل نکل آیا، آپ کے خاندان کے لوگ جو قبائلی پٹھان تھے، علماء کے ادب واحترام سے ناواقف تھے اس وقت مولانا کے مرتبہ اور علمی وقار کا انھیں اندازہ ہوگیا۔

اخلاق وعادات:

آپ کا قد درمیانہ تھا ظاہری، باطنی خوبیوں سے آراستہ، نیک سیرت خوبصورت ووجیہ تھے، آواز بلند تھی، فیاض اور مہمان نواز تھے، اپنے شاگردوں، مہمانوں اور عام لوگوں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے اور سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے۔

دعوت وتبلیغ:

آپ درس وتدریس کی طرح تبلیغ کا بھی فریضہ انجام دیتے تھے، اپنے گاؤں کے لوگوں کو خاص طور سے توحید کی طرف بلاتے اور شرک وبدعات سے بچنے کی تلقین کرتے، شہر میں لوگوں کو غلط افعال وکردار پر ٹوکتے اور صراط مستقیم پر چلنے کی نصیحت فرماتے، گاہے گاہے جامع مسجد اہل حدیث مدن پورہ میں جمعہ کا خطبہ دیتے۔

مضمون نگاری:

آپ کو ابتداء ہی سے مضمون نویسی کا شوق تھا، آپ کے مضامین ''اہلحدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرتسر'' رسالہ ''تعلیم الاسلام'' سرائے ہڑہا بنارس اور جماعت کے دیگر اخبار میں شائع ہوتے تھے۔

آپ کا اہم مضمون ''علماء فرنگی محل (لکھنؤ) کے شبہات کا حل'' اہل حدیث امرتسر مجریہ ۲۰/نومبر ۱۹۲۵ء میں موجود ہے، عنوان کی سرخی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون جواب میں لکھا گیا ہے، دراصل بات یہ تھی کہ مولانا خواجہ عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ جامعہ ملیہ دہلی (م ۱۹۶۵ء) نے قبوں کے منع پر ایک مضمون ''ہمدرد'' دہلی میں شائع کرایا تھا جس کے جواب میں علماء فرنگی محل لکھنؤ (مولانا عبدالباری صاحب اور مولانا عنایت اللہ صاحب نے) اخبار ''ہمدم'' لکھنؤ مورخہ ۷، ۸/ستمبر ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون لکھا اس کا جواب مولانا موصوف نے بعنوان ''علماء فرنگی محل (لکھنؤ) کے شبہات کا حل'' سے دیا، آپ کا جواب اتنا طویل تھا کہ وہ بذات خود رسالہ ہوجاتا، چونکہ اخبار کی ضخامت اس کی متحمل نہ تھی اس لیے آپ کے مضمون کا خلاصہ اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع کیا گیا۔

آپ کا دوسرا اہم مضمون رسالہ تعلیم الاسلام سرائے ہڑہا مجریہ یکم مارچ ۱۹۰۵ء میں بعنوان ''روح مادہ کی قدامت کا بطلان'' موجود ہے یہ مضمون تین صفحات پر مشتمل ہے، اور فرقۂ آریہ سماج کے جواب میں لکھا گیا ہے، آریہ سماجی روح اور مادہ کی قدامت کے قائل ہیں اس لیے یہ مضمون روح اور مادہ کی قدامت کے بطلان پر بڑے فلسفیانہ اور منطقیانہ انداز میں لکھا گیا ہے، انداز بیان اتنا عمدہ ہے کہ ہر پڑھا لکھا انسان بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ آپ کا یہ مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

تصانیف:

آپ بلند پایہ محدث، مفسر، فقیہ اور مناظر ہونے کے ساتھ ہی بہترین مصنف بھی تھے، آپ کے فتاوے اگر ضائع نہ ہوتے تو وہی مستقل تصنیف کی حیثیت اختیار

کر لیتے، علاوہ ازیں آپ کے چند رسالے بھی ہیں جیسے (۱) رمی الجمرۃ (۲) انصراف أبی هريرة (۳) مسائل عشرہ، وغیرہ۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ اپنے علمی تبحر، حق گوئی، جرأت و بے باکی میں نمونۂ سلف تھے، آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں، ذیل میں چند ممتاز تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- جناب مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۵ء) والد ماجد مولانا عبدالمجید حریری رحمۃ اللہ علیہ۔

۲- جناب مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھک والے (م ۱۹۴۱ء)

۳- جناب مولانا عبدالمجید صاحب حریری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۲ء)

۴- جناب مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۵ء) والد ماجد سابق شیخ الجامعہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس۔

۵- جناب مولانا محمد سعید صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲۷ء) والد ماجد قاری محمد شعیب صاحب۔

۶- جناب مولانا نذیر عالم صاحب سلفی بہاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۴ء) والد ماجد شیخ احمد مجتبیٰ مدنی سابق مدرس جامعہ سلفیہ بنارس۔

مذکورہ بالا قابل فخر تلامذہ آپ ہی کی علمی کاوشوں کا ثمرہ ہیں، اہل مدن پورہ پر آپ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے مدن پورہ کا ماحول علمی اور دینی بنا دیا، یہ حقیقت ہے کہ دو علمی شخصیتیں ایسی ہیں جن کے احسانات اہل مدن پورہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے ہیں، ان میں سے ایک مولانا موصوف ہیں جنھوں نے مدن پورہ میں علم کا چراغ روشن کیا، ظلمت و جہالت کی تاریکی میں کتاب و سنت کی روشنی بکھیر دی اور مخالفین کتاب و سنت کو دنداں شکن جواب دیا، دوسری شخصیت قاری احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۴ء) کی ہے جنھوں نے ''خيركم من تعلم القرآن و علمه'' کا علمی نمونہ پیش کیا اور اہل مدن پورہ کو قرآن مجید کو صحیح نطق اور صحت مخارج سے پڑھنا سکھا دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بعض شاگردوں کو حفظ قرآن کے زیور سے بھی آراستہ کر دیا۔

علالت ووفات:

مولانا محمد منیر خاں رحمۃ اللہ علیہ پر اچانک ۱۹/ دسمبر ۱۹۴۱ء کو فالج کا حملہ ہوا اور بستر علالت پر پڑ گئے پھر اواخر رمضان المبارک ۱۵/ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو آپ پر دوبارہ فالج کا شدید حملہ ہوا جس کا زیادہ تر اثر زبان پر رہا، بالآخر طویل علالت کے بعد آپ شعبان ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں اس دارفانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ''إنا للہ وإنا إلیہ راجعون''۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

آپ اپنے آبائی قبرستان کرم تالاب میں مدفون ہیں، اللھم اغفرله وارحمه و وسع مدخله واجعل الجنة مثواه۔

مولانا اپنے پیچھے ایک بھرا پُرا خاندان چھوڑ گئے جو ۴/ لڑکے ۴/ لڑکیاں اور بیوی پر مشتمل تھا۔

مراجع

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۳۶۷، ۳۶۸
(۲) رسالہ تعلیم الاسلام مجریہ سرائے ہڑہا بنارس مجریہ یکم مارچ ۱۹۰۵ء
(۳) اہلحدیث امرتسر مجریہ ۲۰/ نومبر ۱۹۲۵ء
(۴) اہلحدیث امرتسر مجریہ ۱۹/ دسمبر ۱۹۴۱ء
(۵) اہلحدیث امرتسر مجریہ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۴۳ء
(۶) اہلحدیث امرتسر ۱۰/ اگست ۱۹۴۵ء
(۷) بعض اہم معلومات مولانا عبدالوحید رحمانی صاحب شیخ الجامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس سے معلوم ہوئیں۔

مولانا حکیم محمد یٰسین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۳۸۱ھ=۱۹۶۱ء)

مولانا حکیم محمد یٰسین بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن زنگی پور ضلع غازی پور ہے، آپ زنگی پور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، آپ کی سن پیدائش کا سراغ نہیں لگ سکا۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ اور گھر پر ہوئی جب ہوش سنبھالا تو گھر میں اور گھر کے گرد وپیش جہالت اور شرک و بدعات کا ماحول پایا، آپ کو پڑھنے کا بڑا شوق تھا، مولوی میرا جو معمولی تعلیم یافتہ تھے اور میلا دخواں تھے ان کی شاگردی اختیار کی مگر طبیعت مطمئن نہ ہوئی تو ایک شیعہ عالم سے رجوع کیا، انہوں نے زبان فارسی کے ساتھ ساتھ نحو میر وغیرہ پڑھانا شروع کیا، جس سے بیزار ہو کر وہ بنارس چلے آئے، مظہر العلوم میں داخلہ لیا اور درس نظامیہ کی تعلیم مکمل کی، ان کے ہم عصروں میں مولانا محمد ابراہیم بنارسیؒ بھی تھے، جو بعد میں مفتی بنارس ہوئے۔

مشغلہ:

مولانا محمد یٰسین خاںؒ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد شہر بنارس میں شاہی مسجد گیان واپی کے امام مقرر ہوئے اور فتویٰ وغیرہ دینے لگے آپ نے اپنے گھر سے شرک و بدعات کا خاتمہ کیا اور آس پاس کے علاقوں میں دعوت وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

ذریعۂ معاش کے لیے طبابت کو پسند فرمایا، فن طب میں حکیم محمد حسین خاںؒ کی شاگردی اختیار کی، انتہائی ذہین وفطین تھے، بہت جلد ایک لائق وفائق حکیم ہو گئے، اور حکیم محمد حسین کی صاحبزادی سے عقد ہو گیا، نئے چوک میں مسجد کے صدر دروازہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے دکان لے کر مستقل مطب چلانے لگے۔

حنفی سے اہلحدیث:

مولانا مسلکاً حنفی تھے، زیرک و ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ بحث و مباحثہ میں بھی بہت تیز تھے، بہت جلد دوسروں سے بحث و مباحثہ اور مناظرہ کے لیے تیار ہو جاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ کسی اہلحدیث عالم (۱) سے مسئلہ تراویح پر بحث چھڑ گئی اور بظاہر جیت بھی گئے اور مبارکباد ملنے لگی۔(۲) لیکن واپس آ کر جب بستر پر لیٹے تو بہت بے چینی محسوس کی، ضمیر نے لعنت و ملامت کیا اور اپنی غلطی پر نادم بھی ہوئے، فجر ہوتے ہی مولانا سے ملنے کے لیے گئے، مولانا بڑھیا دائی کی مسجد میں فجر کی نماز کے لیے وضو فرما رہے تھے، ان سے ملاقات ہوئی اور معافی مانگی، مولانا نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''جب بندہ صدق دل سے تائب ہوتا ہے تو یہی نہیں کہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں بلکہ اس کی بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہوں، بعدہ مولانا موصوف نے اسی مسجد میں فجر کی نماز با قاعدہ آمین اور رفع الیدین کے ساتھ جماعت سے ادا کی، اور اپنے اہلحدیث ہونے کا اعلان کیا، پھر گھر لوٹے اور گیان واپی کی امامت سے مستعفی ہو گئے۔

تبلیغی سرگرمیاں:

مسجد اہلحدیث نیا چوک جس کے نگراں حافظ عبدالکریم صاحب اور متولی حافظ حاجی عبدالرحمٰن صاحب تھے، اسی مسجد میں امامت و خطابت کا مؤقر فریضہ انجام دینے لگے اور مقامی لوگوں میں دعوت و تبلیغ شروع کر دی، آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے کئی

---

(۱) اس سلسلے میں کئی روایت ہے لیکن قرین قیاس ہے کہ مولانا حیات اللہ صاحب بنارسی رہے ہوں گے۔
(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مناظر اپنے حریف کو تاویل اور چرب زبانی کا اڑنگا دے کر گرانے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح اپنی فتح کا جشن مناتا ہے، اس سے اس کا مقصود اظہار حق نہیں ہوتا بلکہ انا کی تسکین ہوتی ہے۔

افراد شرک و بدعات سے تائب ہو کر اہلحدیث ہو گئے، آپ کے سب سے چھوٹے بھائی محمد ابراہیم خاں (۱) جو بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے ان کو اپنی تربیت و نگرانی میں رکھا اور وہ بڑے پختہ اہلحدیث جماعت و جمعیت کے ہمدرد اور کتاب و سنت کے عامل تھے۔

فن طب میں مہارت:

مولانا فن طب میں بڑے ماہر اور کامل دسترس رکھتے تھے، یوپی کے اطباء کی تنظیم کے صدر بھی تھے، طب میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ بستی کا راجہ جو انتہائی عجیب و غریب بیماری میں مبتلا تھا، ہر طرح علاج و معالجہ کیا، کوئی فائدہ نہ ہوا، بے حد پریشان رہتا تھا، کسی طرح آپ سے رابطہ قائم ہوا، علاج شروع کیا، چند مہینوں میں راجہ شفایاب ہو گیا، وہ اپنی صحت یابی پر بہت خوش ہوا، آپ کو انعام و اکرام سے نوازا اور اپنا خصوصی معالج بنا لیا، اس واقعہ سے آپ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

مولانا محمد رئیس صاحب ندوی رحمہ اللہ (م ۲۰۰۹ء) فرماتے ہیں کہ میں بستی میں ندوہ کی برانچ مدرسہ بدریہ میں عربی کی تیسری جماعت میں زیر تعلیم تھا، مجھے نزلہ و زکام کی ایسی شکایت ہوئی کہ کسی طرح علاج سے فائدہ ہی نہیں ہوتا تھا میں حکیم صاحب سے ملا اور انہیں بتلایا کہ مجھے یہ شکایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے، چند روز دوا دی پھر ایک روز جلاب دیا، دوسرے روز فرمایا تمہیں خمیرہ گاؤ زبان صبح و شام چھ چھ ماشہ کھانا ہوگا، ایک تولہ کا دام تین آنے ہیں، تم سے آدھا پیسہ لوں گا، ڈیڑھ ماہ کی خوراک دی، لیکن ایک پیسہ بھی نہیں لیا، مولانا فرماتے ہیں کہ ان کا

---

(۱) مولانا عبدالوحید صاحب رحمانیؒ سابق شیخ الجامعہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے ان کے بڑے گہرے مراسم تھے، ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے، مسائل دریافت فرماتے، شیخ الجامعہؒ فرماتے تھے کہ نادار تھے لیکن بڑے غیرت منداور خودار تھے، جماعتی حمیت و غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ بھی تھا مجھے کتابیں دیتے تھے تاکہ میں مطالعہ کروں اوران کی خواہش تھی کہ میں اہلحدیث ہوجاؤں لیکن اس وقت ایسا نہ ہوسکا، ندوہ میں آخری سال تعلیم کے اختتام سے چندمہینہ پہلے میں اہلحدیث ہوگیا اورفراغت کے بعدبستی میں ان سے ملنے گیا تاکہ ان کوبتلادوں کہ میں اہلحدیث ہوگیا لیکن ان سے ملاقات نہ ہوسکی، پتہ چلاکہ وہ کسی کام سے بنارس گئے ہوئے ہیں، یہ ۱۹۶۱ء کا زمانہ تھا، غالباً ۱۹۶۱ء میں صاحب فراش ہوئے اورکچھ دنوں بعداپنے مالک حقیقی سے جاملے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

آپ نے اپنے پیچھے بھراپرا خاندان چھوڑاتھا، آپ کے لڑکے اورافراد خاندان آج بھی بنارس میں مقیم ہیں اورکاروباری زندگی میں مصروف ہیں۔

مراجع

(۱) بعض اہم معلومات شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی رحمہ اللہ نے فراہم کیں۔

مولانا محمد یحیٰی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت: ۱۹۲۲ء وفات: ۲۰۰۴ء)

نام ونسب:

مولانا محمد یحیٰی بن مولانا عبدالمتین بن حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن اللہ بخش بن نذر محمد بن پیر محمد عرف فرنگی۔

مولانا بنارس کے مشہور علمی خانوادہ تاجا گھرانے کے چشم وچراغ تھے، ۲۷/جون ۱۹۲۲ء میں محلّہ مدن پورہ میں پیدا ہوئے اوریہیں نشوونما پائی۔

تعلیم وتربیت:

آپ کا گھرانہ شرافت ومروت، تہذیب واخلاق اورسخاوت وفیاضی میں بڑا مشہور ہے، آپ کی تربیت آپ کے والد محترم جناب مولانا عبدالمتینؒ (م ۱۹۶۴ء) کی نگرانی میں ہوئی اورتعلیم بنارس کے معروف ومشہوراورمؤقرادارہ جامعہ رحمانیہ میں از ابتدا تاانتہا بزرگ اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہوئی۔

اساتذۂ کرام:

مولاناؒ کے اساتذۂ کرام میں مولانا عبدالغفار حسن رحمانی (جو جامعہ رحمانیہ میں ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۴ء تک رہے) مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈانگری (م ۱۹۹۹ء) مولانا منیر خاںؒ (م ۱۹۴۵ء) مولانا عبدالمعید صاحبؒ (م ۱۹۸۰ء) وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

مولانا عبدالغفار حسنؒ سے آپ نے معقولات کی کتابیں پڑھیں، مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری (م ۱۹۹۹ء) سے ادب کی کتابیں پڑھیں اورصحیحین کا درس مولانا محمد منیر خاںؒ (م ۱۹۴۵ء) سے لیا، مولانا نے انٹرتک انگریزی کی تعلیم بھی حاصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تھی۔

مولانا بڑے ذہین وفطین تھے، زمانہ طالب علمی میں مضمون نگاری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، انجمن جامعہ رحمانیہ سے نکلنے والا کتابچہ ''گلدستہ بنارس'' میں آپ کے کئی مضامین نظرنواز ہوئے۔

ذہانت کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۴۲ء میں فاضل ادب کے امتحان میں شریک ہوئے تو پورے یوپی میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی اس زمانے میں بطور انعام گورنمنٹ کی طرف سے دس روپئے دئے گئے تھے۔(۱)

مشغلہ:

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد اپنے آبائی پیشہ بنارسی ساڑی کی تجارت سے وابستہ ہوگئے اور کاروبار کرنے لگے لیکن ساتھ ہی ساتھ علم وعمل سے بھی تعلق رہا اور مدارس وجامعہ کی مختلف ذمہ داریاں بھی سنبھالتے رہے۔

جامعہ سلفیہ کے قیام سے پہلے جامعہ رحمانیہ بنارس کا اہتمام و انتظام مولانا عبدالمتینؒ (م۱۹۶۴ء) کے ذمے تھا تو مولانا عبدالأحد صاحبؒ (م۱۹۶۱ء) الحاج محمد صدیقؒ، الحاج محمد فاروقؒ، مولانا حافظ محمد ابوالقاسمؒ (م۱۹۶۵ء) مشیر کار رہا کرتے تھے، مہتممؒ کے صاحبزادے مولانا محمد یحیٰ صاحب جامعہ رحمانیہ کی دیکھ ریکھ کیا کرتے تھے۔(۲)

شوق مطالعہ:

علوم دینیہ سے شیفتگی اور شوق مطالعہ بہت زیادہ تھا، تفسیر، سیرت، تاریخ اور حدیث کی کتابوں اوران کی شروح کا مطالعہ آپ کے خصوصی موضوع تھے۔آپ علامہ

(۱) ریکارڈ جامعہ رحمانیہ

(۲) بروایت مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی سابق شیخ الجامعہ

ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ کے بڑے مداح تھے، اوران دونوں حضرات کی کتابیں اکثر آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں، خاص طور سے منہاج السنۃ کا اور دوسروں کو بھی مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے، دور حاضر میں علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ (م ۱۴۲۰ھ) اور علامہ البانیؒ (م۱۹۹۹ء) کی تحریر کو دلچسپی اور شوق کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، جماعتی میگزین سے بھی شغف تھا۔

علماء کرام سے تعلق:

جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم سے آپ کو والہانہ محبت تھی، جامعہ کے اساتذۂ کرام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ویسے بھی آپ علماء کرام سے خاص لگاؤ اور گہرا تعلق رکھتے تھے۔

علماء سے ملنے اور علمی موضوع پر گفتگو کرنے کا بہت شوق تھا، چنانچہ مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ (م۲۰۰۶ء) نے رابطہ عالم اسلامی کے سیرت کے مقابلے میں نمایاں کارنامہ انجام دیا اور آپ کو پہلا مقام حاصل ہوا تو مولاناؒ ان سے ملنے کا بڑا شوق رکھتے تھے، اتفاق سے راقم کا ایک روز ان کے یہاں جانا ہوا تو مجھ سے کہا کہ کسی دن مولانا کو ہمارے یہاں لاؤ، جامعہ آکر میں نے مولاناؒ سے کہا تو مولانا نے رضامندی کا اظہار کیا، دوسرے دن مولانا کے ساتھ ان کے دولت کدہ پر پہنچا تو مولانا سے کافی دیر تک سیرت کے موضوع پر گفتگو کرتے رہے، سیرت سے دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ مولانا ابوسلمان سلیمان منصور پوریؒ کی اردو میں سیرت پر لکھی ہوئی کتاب رحمۃ للعالمین کا عربی میں ترجمہ ہوگیا ہے اور بمبئی میں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے تو آپ نے فوراً ممبئی سے کتاب منگوائی اور اپنے مطالعہ میں رکھا۔

جامعہ سلفیہ سے نکلنے والا عربی مجلّہ ''صوت الامۃ'' اور اردو میگزین ''محدث'' کو برابر پڑھا کرتے تھے اور علماء کی تحریر پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، لیکن مولانا کو کبھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔اسی طرح جب ڈاکٹر رضاء اللہ صاحبؒ (م ۲۰۰۳ء) جامعہ سلفیہ میں شعبۂ تدریس وتصنیف سے جڑے اور آپ کے عربی مضامین جامعہ کے میگزین ''صوت الأمۃ'' میں شائع ہونے لگے تو ان سے بھی مولانا کو ملاقات کا شوق ہوا، میں ایک دن قبیل مغرب ڈاکٹر صاحبؒ کے ساتھ مولاناؒ کے مکان پر حاضر ہوا اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے ہم لوگ مسجد چلے آئے۔

طلبہ سے شفقت ومحبت:

مولانا جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم، بنارس کے رکن رکین تھے، اساتذۂ کرام کے قدرداں تھے اور طلبہ پر بے حد شفیق ومہربان تھے، جب طلبہ کا کوئی مسئلہ جامعہ میں حل نہ ہوتا تو فوراً مولاناؒ کے پاس پہنچ جاتے، مولاناؒ بڑے نرم دل اور طلبہ پر مہربان تھے، طلبہ کے حق میں فیصلہ کی سفارش کر دیتے، اس طرح طلبہ خوش خوش جامعہ واپس چلے آتے، مولانا کبھی کبھار جامعہ رحمانیہ تشریف لاتے، خاص طور سے نحو سے متعلق سوالات کرتے، مشکل مسائل اس قدر دل نشین انداز میں سمجھاتے کہ طلبا اسے کبھی نہ بھولتے۔

منصب:

آپ جامعہ سلفیہ کے تاسیسی ممبر اور اہم رکن تھے، ہر چند کہ جامعہ سے آپ کو محبت تھی، آپ کی چاہت تھی کہ جامعہ ترقی کے منازل طے کرے، اچھے فارغین جامعہ سے نکلیں اور دعوت وتبلیغ، درس وتدریس اور تالیف وتصنیف کا نمایاں کارنامہ انجام دیں لیکن آپ نے کبھی عہدہ اور منصب کی خواہش نہیں کی، پھر بھی ذمہ داران جامعہ نے آپ کو جامعہ کا نائب صدر منتخب کیا، لیکن جب شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانیؒ (م ۱۹۹۴ء) شارح مشکاۃ المصابیح دارفانی سے کوچ کر گئے تو جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے صدر کا منصب خالی ہوگیا، بزرگان جماعت کی نظر بقیۃ السلف

مولانا محمد یحییٰ صاحب بنارسیؒ پر پڑی، جامعہ کی مجلس عاملہ نے آپ کو باتفاق رائے صدر منتخب کرلیا۔

مولانا کا حدیث سے شغف:

جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم، بنارس کا تعلیمی معیار پورے ملک میں مشہور ہے بالخصوص جامعہ میں عربی ادب کے ساتھ ساتھ حدیث اور عقیدہ میں بہت زور دیا جاتا ہے، دوسرے مدارس وجامعات سے طلبہ جامعہ میں حدیث وعقیدہ میں مہارت کے لیے داخلہ لیتے ہیں، مولانا محمد یحییٰ صاحب بنارسیؒ کو تفسیر، عقیدہ اور سیرت کے ساتھ ساتھ حدیث میں بڑی دلچسپی تھی، مولاناؒ جب کبھی کبھار جامعہ تشریف لاتے اور فصول (کلاس) کا جائزہ لیتے اور جس کلاس میں حدیث کا درس ہوتا اس کلاس میں داخل ہوتے اور طلبہ کے ساتھ بیٹھ جاتے غور سے حدیث کا درس سنتے اور استاد حدیث سے اس مسئلہ میں بحث ومباحثہ کرتے جس میں بحث کی ضرورت پیش آتی، اس سے نہ صرف یہ کہ مولانا کی حدیث سے محبت کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کی جامعہ کے تئیں ذمہ داری کا احساس بھی معلوم ہوتا ہے۔

علالت ووفات:

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے جناب محمد سالم صاحب سے ان کی علالت وبیماری کے بارے میں دریافت کیا کہ مولانا کو کون سی بیماری تھی تو انھوں نے کہا کہ والد محترم کو کوئی بیماری نہیں تھی ہاں بے حد کمزوری اور نقاہت محسوس کرتے تھے اور کمزوری کی وجہ سے کام چھوڑ کر آرام کرتے تھے، جامعہ اور فرم کے کاغذات پر جو دستخط کرنا ہوتا، کاغذات ان کے پاس بھیج دیا جاتا تھا وہ دستخط کر دیا کرتے تھے، ایک دن میں فرم کے کچھ کاغذات دستخط کرانے کے لیے ملازم کو بھیجا تو ملازم گھبرایا ہوا آیا اور کہا دادا کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہے، جب ہم لوگ دیکھنے گئے تو والد محترم کی روح قفس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنصری سے پرواز کرچکی تھی، إنا لله و إنا إليه راجعون۔

تجہیز و تکفین:

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا انتقال ۲۵/ اکتوبر ۲۰۰۴ء بوقت ساڑھے چار بجے شام میں ہوا، اور دوسرے دن صبح دس بجے نماز جنازہ ادا کی گئی، نماز جنازہ مولانا احسن جمیل صاحب مدنی حفظہ اللہ نے پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں سپرد خاک کردئے گئے۔ اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله۔

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے پسماندگان میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

لڑکوں کے نام یہ ہیں:

۱-محمد سالم ۲-عتیق احمد ۳-محمد سلمان

ماشاءاللہ تینوں صاحبزادے اپنے آبائی پیشہ بنارسی ساڑی کی تجارت میں مصروف ہیں اور صوم وصلوۃ کے پابند ہیں۔

مولانا نذیرالدین جعفری ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(ولادت:۱۲۸۴ھ وفات:۱۳۵۲ھ)

نام ونسب:

آپ کا نام (مولانا) نذیرالدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی ہے، آپ ایسے ممتاز علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے جو ''ایں خانہ تمام آفتاب است'' کا صحیح مصداق تھا، آپ کے دادا مولانا جلال الدینؒ بڑے فاضل انسان تھے اور آپ کے والد ماجد مولانا حمیدالدین بنارسیؒ (م ۱۳۰۸ھ) بھی جید عالم وفاضل تھے اور آپ کے بعد بھی کئی پشتوں تک اس خاندان کے افراد نے علم وفضل کے چراغ کو روشن رکھا۔

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: مولانا نذیرالدین احمد بن مولانا سید حمیدالدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن مولانا شاہ عبدالاعلیٰ بنارسیؒ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

مولانا نذیرالدین احمد کی ولادت ۶/ جمادی الاخری ۱۲۸۴ھ کو بنارس کے مشہور علاقہ چیت گنج کے محلّہ سرائے گوبردھن میں ہوئی اور یہیں نشو ونما پائی، آپ کا تاریخی نام مظہرالحق رکھا گیا جس سے سال ولادت ۱۲۸۴ھ برآمد ہوتا ہے، آپ کی سنت تحنیک مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ (م ۱۲۸۶ھ) نے ادا کی۔

تعلیم وتربیت:

آپ کو ۵/ سال کی عمر میں مسلسل بالاولیہ کی سند مولانا قاضی محمد بن عبدالعزیز زینبی مچھلی شہری (م ۱۳۲۴ھ) سے حاصل ہوئی، درسیات کی بیشتر کتابیں شیخ عبدالحق (۱)

(۱) مولانا نذیرالدین کی تاریخ پیدائش ۶/ جمادی الاخری ۱۲۸۴ھ ہے اور مولانا عبدالحق محدث بنارسیؒ کی تاریخ وفات ۸/ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ ہے، یعنی موصوف کی عمر محدث بنارسیؒ کی وفات کے وقت ڈھائی سال تھی، پھر ڈھائی سال =

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث بنارسیؒ (۱۲۸۶ھ) اور حافظ عبداللہ غازی پوریؒ (م ۱۳۲۷ھ) سے پڑھیں، بعض کتابوں کا درس مولانا سید عبداللہ بلگرامی (م ۱۳۰۵ھ) سے لیا اور سند حدیث علماء مذکور کے علاوہ مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م ۱۹۰۴ء) شیخ حسین بن محسن یمنی (م ۱۳۲۷ھ) اور میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) سے حاصل ہوئی۔

آپ کو عربی، فارسی اور انگریزی میں درک حاصل تھا، آپ نے ایف، اے تک کی کتابیں پڑھیں، وکالت کے کلاسوں میں بھی شرکت کی لیکن شریک امتحان نہ ہوئے۔ (۱)

ترکی، پشتو زبان میں بھی قدرے مہارت تھی، آپ کی تصنیف مصادر ستہ اس پر گواہ ہے، علم حدیث، فقہ، تفسیر اور منطق وغیرہ علوم میں آپ مستند اور مدرس اعلیٰ تھے۔ (۲)

درس وتدریس:

علوم وفنون کی تکمیل کے بعد مختلف سرکاری محکموں مثلاً (گورنمنٹ کالج بنارس وغیرہ) میں ملازم رہے، لیکن سرکاری ملازمت کو جلد ہی ترک کرکے عربی مدارس کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے، مدرسہ سلیمانیہ شاہجہانیہ بھوپال، مدرسہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ اور مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ بنارس میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ (۳)

مولانا موصوف جس ادارے میں رہے جلال ووقار اور بزرگی کی وجہ سے آپ کو اعزاز واکرام حاصل رہا، مدرسہ سعیدیہ دارانگر میں آپ صدر مدرس کے عہدے پر فائز تھے، چنانچہ سیف بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء) فرماتے ہیں:

= کی عمر میں محدث بنارسیؒ سے اکثر وبیشتر کتابیں پڑھنا سمجھ سے بالاتر ہے، اساتذہ کی فہرست میں محدث بنارسی کا نام شامل کرنے میں مصنف تراجم علمائے حدیث ہند سے تسامح ہوگیا۔

(۱) تراجم علماء حدیث ہند ص: ۳۵۱۔

(۲) روداد سہ سالہ انجمن تائید الاسلام، بنارس

(۳) تراجم علماء حدیث ہند ص: ۳۵۱

"درس وتدریس کا سلسلہ لڑکپن سے اب تک بند نہیں ہوا، بلکہ اب تو خدا کے فضل سے میں مدرسہ اہل حدیث کا صدر مدرس مولانا نذیر الدین احمد بنارسیؒ کی جگہ پر ہوں۔" (۱)

مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں آپ کی تقرری صدر مدرس کی حیثیت سے ہوئی، ذمہ داران جامعہ نے مولانا کی آمد اور اس عہدے کے قبول کرنے پر نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ ان کے وجود کو طلبۂ حدیث وادب کے لیے سنہری موقع قرار دیا، چنانچہ ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مرحوم فرماتے ہیں:

"الحمد للہ مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کی خوش قسمتی سے جناب مولانا سید نذیر الدین احمد بنارسی (مولوی، فاضل) نے صدر مدرسی کے عہدہ کو قبول فرمایا اور بفضلہٖ تعالیٰ ان کے فیض سے طلبہ وعوام مستفیض ہو رہے ہیں۔"

آپ تقریباً چالیس سال سے حدیث نبوی خصوصاً صحیحین کا درس دیتے آرہے ہیں۔ (۲)

رعب ودبدبہ:

مولانا نذیر الدین بنارسیؒ کو رب کریم کی جانب سے بڑا رعب ودبدبہ اور وقار عطا ہوا تھا کہ عوام وخواص، چھوٹے بڑے ہر ایک پر آپ کا رعب تھا، علماء کرام اور ذمہ داران مدارس آپ کا بڑا احترام کرتے تھے، مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں جب تک آپ مقیم رہے اہل دربھنگہ خصوصاً ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مہتمم مدرسہ احمدیہ سلفیہ آپ کی بڑی قدر کرتے تھے اور آپ سے بڑی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے تھے، چھٹیوں میں جب مولانا کو دربھنگہ سے بنارس آنا ہوتا تو ڈاکٹر سید محمد فرید صاحبؒ اپنی کار سے

(۱) الزھر الباسم ص: ۹

(۲) اہل حدیث امرتسر مجریہ ۱۴/ شوال ۱۳۴۶ھ/ ۶/ اپریل ۱۹۲۸ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسٹیشن تک رخصت کرنے آتے اور اسی طرح جب آپ بنارس سے دربھنگہ واپس لوٹتے تو ڈاکٹر صاحبؒ اسٹیشن پر آپ کا استقبال کرتے اور اپنے ساتھ اپنی کار میں مدرسہ لے آتے۔(بروایت مولانا محمد رئیس ندوی صاحب مفتی جامعہ سلفیہ، بنارس)

دعوت وتبلیغ:

مولانا کو درس وتدریس کے ساتھ دعوت وتبلیغ سے بھی کافی دلچسپی تھی، دربھنگہ میں خطبۂ جمعہ برابر آپ ہی دیا کرتے تھے اور خطبوں میں ان تمام امور پر بے لاگ و بے جھجھک تبصرہ کرتے جو شریعت کے خلاف ہوتے، چاہے ذمہ داران مدارس کے خلاف ہو یا طلبہ کے، اور اس میں کسی قسم کی مداہنت سے کام نہ لیتے یا اسے دوسرے وقت کے لیے نہ ٹالتے اور غلط امور کے ازالے کے لیے کسی لومۃ لائم کی پرواہ بالکل نہ کرتے پھر بھی تمام لوگ یہاں تک کہ مہتمم مدرسہ بھی آپ کا بڑا احترام کرتے اور آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔(۱)

آپ اپنے قیام بنارس کے دوران مدرسہ سعیدیہ کے صدر مدرس تھے اور انجمن تائید الاسلام بنارس کے صدر بھی، آپ کی ذات سے انجمن و جلسہ ہفتہ وار کو از حد تقویت و رونق حاصل تھی، اسی انجمن کے زیر اہتمام ۱۹۰۶ء میں ایک عظیم الشان دوروزہ سالانہ اجلاس وکٹوریہ پارک (بنیا باغ) میں منعقد ہوا تھا جس میں مختلف مکتب فکر کے لوگ شریک ہوئے تھے، یہ عظیم اجلاس اتحاد و اتفاق کا ایک مظہر تھا جو مولانا اور اراکین انجمن کی کوششوں کا ثمرہ تھا۔(۲)

ذوق تصنیف:

مولانا ایک کامیاب مدرس، قادر الکلام شاعر اور اچھے خطیب و داعی ہونے کے

(۱) بروایت مولانا محمد رئیس ندوی صاحب مفتی جامعہ سلفیہ، بنارس
(۲) روداد سہ سالہ انجمن تائید الاسلام

ساتھ صاف، ستھرا تصنیفی ذوق بھی رکھتے تھے، چنانچہ آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں: (۱) ترجمۂ شفا (۲) کرامات الاولیاء (۳) تذکرۃ الاعلیٰ (۴) تحفۂ اخیار (۵) مصادر ستہ وغیرہ۔(۱)

تلامذہ:

آپ نے کئی دینی وعصری مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیئے اس لیے آپ کے بے شمار شاگرد ہیں لیکن میں صرف ان دو شاگردوں کا تذکرہ کروں گا جو آپ کی نیک نامی کے لیے کافی ہیں۔

۱-مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۹ء)

۲-مولانا عبدالمجید الحریری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۲ء)

زہد وتقویٰ:

آپ بڑے متقی پرہیز گار اور تہجد گذار انسان تھے، زہد و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی چیز کی فرمائش تک نہ کی۔

وفات:

۱۴/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۳۱/مارچ ۱۹۳۴ء کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ حسین پورہ قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔(۲)

(۱) تراجم علماء حدیث ہند ص:۳۵۱
(۲) اخبار اہل حدیث امرتسر ۴/مئی ۱۹۳۴ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نصیر الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۹۴۵ء)

آپ کا نام مولانا نصیر الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسی ؒ ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: مولانا نصیر الدین احمد بن مولانا سید حمید الدین احمد بن مولانا جلال الدین احمد بن شاہ عبدالاعلیٰ بنارسی ؒ، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

آپ علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے، آپ نے والد محترم مولانا حمید الدین احمد جعفری ؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور دینی علوم وفنون آپ نے دارانگر کے مدرسہ سعیدیہ اسلامیہ میں مختلف علمائے کرام سے حاصل کیے، آپ کے اساتذہ میں مولانا حمید الدین احمد جعفری ؒ مولانا سید نذیر الدین احمد جعفری ؒ اور حکیم مولانا عبدالمجید ؒ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

مشغلہ:

فراغت کے بعد آپ دینی علوم کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ سرکاری ملازمت پر بھی فائز رہے۔

شادی:

مولانا سید نصیر الدین احمد کی پہلی شادی قاضی عبدالصمد موضع سرائے قاضی ضلع اعظم گڈھ کی لڑکی سے ہوئی، جس سے فقیہ النساء اور پسر سید ضمیر الدین احمد پیدا ہوئے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی بھی اعظم گڈھ میں ہوئی، جس سے سید خبیر الدین احمد پیدا ہوئے، دوسری بیوی کے انتقال کے بعد تیسری شادی

خدیجۃ الکبریٰ کی بہن سے ہوئی، بغیر کوئی اولاد ان کا بھی انتقال ہوگیا، چوتھی شادی محمد یحیٰی صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی جس سے ایک لڑکا اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

وفات:

مولانا نصیر الدین احمد ؒ مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے، اہل حدیث امرتسر آپ کی وفات کے بارے میں رقمطراز ہے: ''مولوی نصیر الدین احمد برادر خرد مولانا نذیر الدین احمد صاحب دار فانی سے کوچ کر گئے''۔ (۱)

مراجع

(۱) اخبار اہل حدیث امرتسر مجریہ جولائی ۱۹۴۵ء
(۲) تذکرۃ الاعلیٰ مطبوعہ سکھر پاکستان، محمد عارف چیت گنج کے پاس موجود ہے۔
(۳) محمد عارف ساکن چیت گنج نے بعض اہم معلومات فراہم کی۔

(۱) اخبار اہل حدیث امرتسر، ۱۷ر شعبان ۱۳۶۴ھ = ۲۷ر جولائی ۱۹۴۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست علمائے اہل حدیث بنارس مع تاریخ ولادت وتاریخ وفات

نمبرشمار	عنوان	سنین ولادت ووفات	صفحہ
۱	مولانا عبدالحق محدث	۱۷۹۱-۱۸۶۹ء	۱۳۳
۲	مولانا جلال الدین احمد	۱۸۰۶-۱۸۶۳ء	۷۱
۳	مولانا حمید الدین احمد	۱۸۳۴-۱۸۸۰ء	۸۸
۴	مولانا سعید الدین احمد	۱۸۳۶-۱۸۷۶ء	۱۰۶
۵	مولانا مجید الدین احمد	۱۸۴۵-۱۸۷۸ء	۳۱۷
۶	مولانا عبدالکریم	......-۱۸۸۶ء	۱۹۳
۷	مولانا عبدالرحمٰن مئوی بنارسی	......-۱۸۹۷ء	۱۵۷
۸	مولانا محمد سعید محدث	۱۸۵۳-۱۹۰۴ء	۳۷۰
۹	مولانا عبدالکبیر	......-۱۹۱۳ء	۱۹۱
۱۰	مولانا شہید الدین احمد	۱۸۵۰-۱۹۱۸ء	۱۰۸
۱۱	مولانا حکیم محمد حسین خاں	......-۱۹۲۸ء	۳۵۶
۱۲	مولانا کبیر الدین احمد	......-۱۹۳۶ء	۳۱۵
۱۳	مولانا حکیم حیات اللہ	۱۸۵۹-۱۹۳۹ء	۸۴
۱۴	مولانا حکیم عبدالمجید	۱۸۶۱-۱۹۳۷ء	۲۴۷
۱۵	مولانا سخاوت حسین	......-۱۹۳۷ء	۳۶۹
۱۶	مولانا حیات محمد	۱۸۶۲-۱۹۲۳ء	۹۱
۱۷	مولانا نذیر الدین احمد	۱۸۶۷-۱۹۳۴ء	۴۱۱
۱۸	مولانا عبدالحکیم	۱۸۷۲-۱۹۴۱ء	۱۲۰

۱۹	مولانا محمد منیر خاں	۱۸۷۳-۱۹۴۵ء	۳۹۲
۲۰	مولانا عبداللطیف	۱۸۷۳-۱۹۴۵ء	۲۰۴
۲۱	مولانا محمد بشیر	......-۱۹۴۵ء	۳۵۵
۲۲	مولانا نصیر الدین احمد	......-۱۹۴۵ء	۴۱۶
۲۳	مولانا بشیر الدین احمد	۱۸۷۹ء-......	۶۰
۲۴	مولانا حکیم محمد یٰسین	......-۱۹۶۱ء	۴۰۱
۲۵	مولانا حبیب اللہ	۱۸۸۶-۱۹۷۸ء	۷۶
۲۶	مولانا محمد ابوالقاسم سیف	۱۸۹۰-۱۹۴۹ء	۳۱۹
۲۷	مولانا قاری احمد سعید	۱۸۹۱-۱۹۶۴ء	۵۵
۲۸	مولانا عبدالمجید الحریری	۱۸۹۴-۱۹۷۲ء	۲۱۵
۲۹	مولانا عبدالاحد	۱۸۹۴-۱۹۶۱ء	۱۱۲
۳۰	مولانا ابومسعود قمر	۱۸۹۵-۱۹۷۲ء	۴۰
۳۱	مولانا قاری عبداللہ	۱۸۹۷-۱۹۴۳ء	۱۹۴
۳۲	مولانا عبدالمتین	۱۸۹۸-۱۹۶۴ء	۲۰۶
۳۳	مولانا عبدالرحمٰن	۱۸۹۹-۱۹۳۵ء	۱۶۰
۳۴	مولانا محمد اسحاق	۱۹۰۳-۱۹۸۷ء	۳۴۹
۳۵	مولانا محمد سعید	۱۹۰۴-۱۹۲۷ء	۳۸۶
۳۶	مولانا عبدالآخر	۱۹۰۵-۱۹۸۳ء	۱۱۷
۳۷	مولانا حافظ محمد ابوالقاسم	۱۹۰۶-۱۹۶۵ء	۳۴۵
۳۸	مولانا عبدالحئی	۱۹۱۰-۱۹۷۹ء	۱۵۳
۳۹	مولانا عبدالمعید	۱۹۱۱-۱۹۸۰ء	۲۵۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰	مولانا قاری عبدالوہاب	۱۹۱۳-۱۹۸۰ء	۲۹۹
۴۱	مولانا حکیم دیدار احمد	۱۹۱۶-۱۹۹۷ء	۹۸
۴۲	مولانا قاری عبیدالرحمٰن	۱۹۱۷-۱۹۹۴ء	۳۰۵
۴۳	مولانا عبدالعظیم	۱۹۲۰-۱۹۹۰ء	۱۶۲
۴۴	مولانا محمد الیاس	۱۹۲۱-۱۹۸۴ء	۳۵۰
۴۵	مولانا عبدالقدوس نسیم	۱۹۲۱-۱۹۹۸ء	۱۶۴
۴۶	مولانا محمد یحییٰ	۱۹۲۲-۲۰۰۴ء	۴۰۵
۴۷	مولانا محمد زبیر	۱۹۲۳-۱۹۸۱ء	۳۵۷
۴۸	مولانا عبدالوحید سلفی	۱۹۲۴-۱۹۸۹ء	۲۶۱
۴۹	مولانا عبدالقیوم وارثی	۱۹۲۴-۲۰۰۰ء	۱۸۴
۵۰	مولانا عبدالحنان	۱۹۲۵-۱۹۹۶ء	۱۴۹
۵۱	مولانا عبدالقیوم صدیقی	۱۹۲۷-۱۹۸۳ء	۱۸۰
۵۲	مولانا عبدالوحید رحمانی	۱۹۲۷-۱۹۹۷ء	۲۷۸
۵۳	مولانا علی احمد	۱۹۲۹-۱۹۸۷ء	۳۰۹
۵۴	مولانا عبداللہ	۱۹۳۲-۱۹۸۸ء	۱۹۶
۵۵	ڈاکٹر جاوید اعظم	۱۹۵۰-۲۰۱۱ء	۶۲
۵۶	مولانا ریاض الدین	۱۹۶۰-۲۰۱۵ء	۱۰۳
۵۷	مولانا محمد زبیر مکی	۱۹۶۲-۲۰۰۲ء	۳۶۳
۵۸	مولانا عبداللہ طیب	۱۹۶۹-۲۰۰۳ء	۱۹۸
۵۹	مولانا عبدالقیوم مکی	۱۹۷۴-۲۰۱۶ء	۱۸۷
۶۰	مولانا محمد صدیق	......-......	۳۹۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراجع وماخذ

۱- أبجد العلوم، السید صدیق بن حسن خاں القنوجی، ط: ۱۲۹۵ھ ، مطبع: المطبعة الصدیقیة، بھوپال۔

۲- اتحاف النبلاء، السید صدیق بن حسن خاں القنوجی، ط: ۱۲۸۸ھ ، مطبع نظامی، کانپور۔

۳- المکلل بالأ ولویة فی المسلسل بالأ ولیة، قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری

۴- آثار بنارس، مولانا عبدالسلام نعمانی، ط:۱۹۹۶ء، مطبع: مکتبہ ندوۃ المعارف، بنارس

۵- الزھر الباسم، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی، ط:۱۳۳۱ھ، مطبع:

۶- اللؤلؤ والمرجان فی تکلم المرأة بآیات القرآن، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، ط: ۱۳۲۷ھ، مطبع:

۷- انجمن تائیدالاسلام، ط:۱۳۲۵ھ، مطبع: سعید المطابع، بنارس

۸- اہل حدیث اور سیاست، علامہ نذیر احمد املوی ؒ ، ط:۱۹۸۶ء، مطبع: ادارۃ البحوث الاسلامیة، جامعہ سلفیہ، بنارس

۹- تاریخ بنارس، ۲/جلدیں (تاریخی نام: تاریخ الریاست) سید مظہر حسن فتح پوری، ط:۱۹۱۶ء، مطبع: سلیمانی پریس بنارس

۱۰- تاریخ آثار بنارس ، مفتی عبد السلام نعمانی، ط: ۲۰۱۵ء ، مطبع: پرنٹیا پبلیکیشن ، وارانسی

۱۱- تذکرۃ الأعلی، مولانا نذیرالدین احمد بنارسی، مطبع: حمیدیہ آرٹ پریس، بھوپال

۱۲- تذکرۃ الأعلی، مولانا نذیرالدین احمد، تجرید واضافہ کنندہ: سید خیرالدین احمد جعفری

۱۳- تذکرۃ السعید یا سوشل لائف، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی، مطبع: سعید المطابع، بنارس

۱۴- تذکرہ علمائے اعظم گڈھ، حبیب الرحمٰن قاسمی، ط:۱۹۷۶ء، مطبع ، جامعہ اسلامیہ، بنارس

۱۵- تذکرۂ علمائے بنارس، وسیم احمد قاسمی، ط:۱۹۹۰ء، مطبع جامعہ اسلامیہ، بنارس

۱۶- تذکرہ مشائخ بنارس، عبدالسلام نعمانی، ط:۲۰۱۱ء، مطبع: پرنٹیا پبلیکیشن، بنارس

۱۷- تراجم علمائے حدیث ہند، ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، ط: ۱۹۳۸ء، مطبع: جید برقی پریس، دہلی

۱۸- جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، محمد رئیس ندوی، عبدالسلام مدنی، محمد مستقیم سلفی، ط:۱۹۹۲ء، مطبع: ادارۃ البحوث الاسلامیة، بنارس

۱۹- جماعت مجاہدین، غلام رسول مہر، ط: ، مطبع: کتاب منزل کشمیری بازار، لاہور

۲۰- حنفی وہابی کی پہچان، شہیدالدین احمد جعفری، ط:۱۹۱۷ء، مطبع: جے پریس، دہلی

۲۱- سرگزشت جامعہ (سراج العلوم) جلد اول، خطیب الاسلام عبدالرؤف جھنڈانگری، ط: مارچ ۲۰۱۳ء، مطبع: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ سراج العلوم السلفیة، جھنڈانگر، نیپال

۲۲- سید احمد شہید، غلام رسول مہر، ط: ، مطبع: علمی پرنٹنگ پریس، لاہور

۲۳- سیرت ثنائی، عبدالمجید خادم سوہدروی، ط:۱۹۸۹ء، مطبع: الکتاب انٹرنیشنل، دہلی

۲۴- سیرت سید احمد شہید ج ۱، سید ابوالحسن علی ندوی، ط: ، مطبع:

۲۵- علمائے بنارس کا شاندار ماضی، سلام اللہ صدیقی، ط:۱۹۹۴ء، مطبع: تنویر بک سینٹر، بنارس

۲۶- گلدستہ بنارس، بنارس، حافظ عبیدالرحمٰن ودیگر، ط:۱۸۸۰ء، مطبع: سلیمانی پریس، بنارس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۷- گلدستہ عید قرباں، بنارس، حافظ عبید الرحمٰن ودیگر، ط: ۱۳۵۸ھ، مطبع: سلیمانی پریس، بنارس

۲۸- گلدستہ محرم، بنارس، حافظ عبید الرحمٰن ودیگر، ط: ۱۳۵۸ھ، مطبع: سلیمانی پریس، بنارس

۲۹- مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ، ط:۱۹۸۴ء، مطبع: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، بنارس

۳۰- مرقع بنارس، نبی احمد سندیلوی

۳۱- مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے افکار وخیالات پر ایک نظر، مولانا مسعود عالم ندوی، ط:۱۹۵۸ء، مطبع: دارالدعوۃ السلفیۃ، لاہور

۳۲- مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی: شخصیت اور کارنامے، ڈاکٹر احمد سعید فاروقی، غیر مطبوع

۳۳- نزہۃ الخواطر ج ۷، العلامہ عبدالحئی الحسنی الندوی، ط: ۱۹۹۱ء، مطبع: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ

۳۴- نقوش منظر، عبدالباقی مظہر، ط:۱۹۹۱ء، مطبع: منظر اکیڈمی سمرا، سدھارتھ نگر

۳۵- نور اسلام بجواب ظہور امام، محمد ابوالقاسم سیف بنارسی، ط: ۱۹۳۴ء، مطبع: سلیمانی پریس، بنارس

ان کتابوں کے علاوہ متعدد رسائل، اخبارات اور بیاضوں سے بھی استفادہ کیا گیا:

۱- ماہنامہ ''التبیان''، دہلی، جنوری ۲۰۱۱ء

۲- رسالہ ''الہدیٰ''، دربھنگہ، ستمبر ۱۹۶۵ء

۳- رسالہ ''الفلاح''، نیا چوک، بنارس

۴- ہفت روزہ خبار ''اہل حدیث''، امرتسر

۵- جریدہ ''ترجمان''، دہلی، تاسیس نمبر ۱۹۶۴ء

۶- مجلّہ ''تعلیم الاسلام''، فیصل آباد، پاکستان

۷- رسالہ ''رفیع الاخبار'' بنارس

۸- رسالہ ''سہیل''، بنارس

۹- ''صحیفہ اہل حدیث'' کراچی، پاکستان

۱۰- ''صوت الجامعۃ'' (اردو) جامعہ سلفیہ، بنارس

۱۱- ''صوت الجامعۃ'' (عربی) جامعہ سلفیہ، بنارس

۱۲- رسالہ ''ظریف'' ۱۸۸۰ء

۱۳- ماہنامہ ''محدث'' جامعہ سلفیہ بنارس

۱۴- ماہنامہ ''محدث'' لاہور، پاکستان

۱۵- ''مسلم اہل حدیث گزٹ''، دہلی، ۱۹۳۵ء

۱۶- ''نصرۃ السنۃ'' دارانگر، بنارس

۱۷- پندرہ روزہ ''نور توحید'' لکھنؤ (سیف الاسلام نمبر)

۱۸- ریکارڈ ''جامعہ رحمانیہ'' بنارس

۱۹- بیاض حاجی محمد صدیق صاحب، مدن پورہ، بنارس

☆☆☆